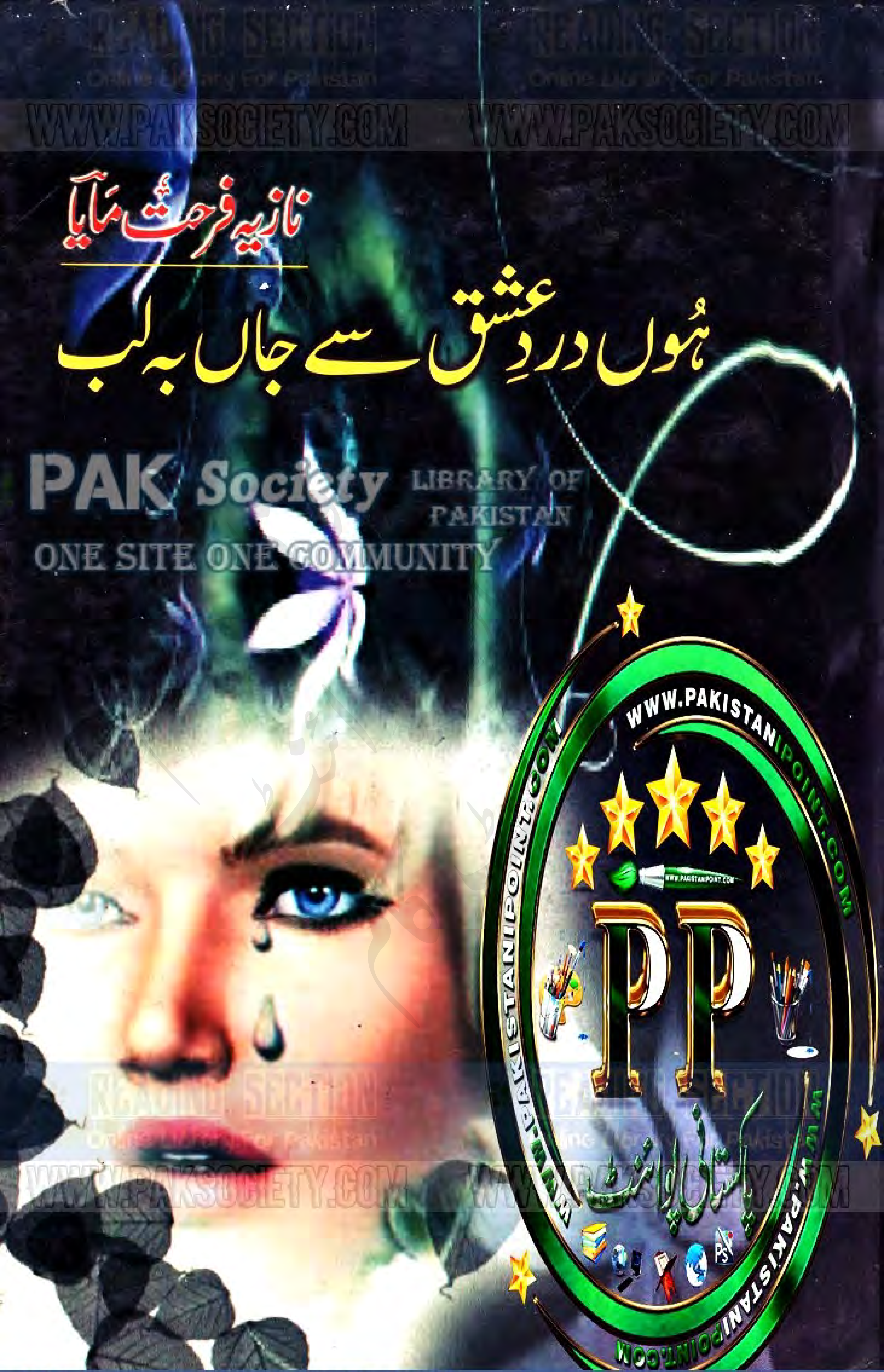


نازیہ فرحت مایا
ہوں دردِ عشق سے جاں بہ لب

ہوں دردِ عشق سے جاں بالب

نازیہ فرحت مایا

علم و عرفان پبلشرز
الحمد مارکیٹ، 40۔ اُردو بازار، لاہور
فون: 7232336-7352332

نام کتاب .... ہوں دردِ عشق سے جاں بالب

مصنفہ .... نازیہ فرحت مایا

ناشر .... گل فراز احمد

علم و عرفان پبلشرز، لاہور

مطبع زاہدہ نوید پرنٹرز، لاہور

نظر ثانی .... منصور احمد بٹ

کمپوزنگ .... انیس احمد

سن اشاعت .... مارچ 2009ء

تعداد .... ایک ہزار

قیمت .... [redacted] روپے

☆......ملنے کا پتہ......☆

علم و عرفان پبلشرز

الحمد مارکیٹ، 40۔ اُردو بازار، لاہور

فون: 7232336-7352332

سیونتھ سکائی پبلیکیشنز

غزنی سٹریٹ الحمد مارکیٹ 40۔ اُردو بازار لاہور

فون: 7223584 موبائل: 0300-4125230

رات کی بھیانک تاریکی میں سیاہ چادر اوڑھے آہستگی سے چلتی ہوئی وہ رُک گئی، حلق میں کانٹے سے چبھنے لگے مارے پیاس اور بھوک کے اسے قے آنے لگی تھی۔ چھوٹی سی دیوار کے ساتھ بیٹھتے ہی اس نے تیز تیز سانسیں لینا شروع کر دیں۔ اچانک مردانہ قہقہوں کی آواز پر اس کا دل اُچھل کر حلق میں آ گیا۔ وہ ڈر کر دیوار سے ہی چپکی رہتی، لیکن چھپکلی نما کوئی چیز اس کے ایک پاؤں سے دوسرے پاؤں میں منتقل ہوئی اور اس کے منہ سے گھٹی گھٹی چیخ نکل گئی۔ باتیں اور قہقہے سکوت میں بدل گئے اور تبھی ٹارچ کی روشنی میں اس کی نیلی جگمگاتی آنکھیں واضح ہو گئیں۔

"ارے واہ! یار شراب تو تھی ہی شباب بھی مل گیا۔" وہ چار آدمی شراب کے نشے میں دھت عجیب سے بے ڈھنگے حلیے والے تھے۔ وہ تیزی سے اٹھ کر بھاگی ہلکی ہلکی روشنی میں جس طرف قدم بڑھتے جا رہے تھے وہ اسی سمت بھاگتی چلی گئی۔ جیسے ہی دوسری گلی میں مڑی آگے نئی مصیبت اس کی منتظر تھی۔ اس گلی میں کافی روشنی تھی۔ ہر گھر کے آگے بلب روشن تھا۔ ساتھ ہی دو کتے بھی موجود تھے۔ جو اسے دیکھ کر بھونکتے ہوئے اس کی طرف بڑھے۔ آگے کتے تھے اور پیچھے آوارہ شرابی لڑکے۔ وہ اللہ کا نام لے کر آنکھیں بند کیے دیوار سے لگی وہیں رُک گئی، مصیبت ٹلنے کی دعائیں پڑھتے وہ بے حد خوفزدہ سی اپنی طرف بڑھتے کتوں کو دیکھ رہی تھی۔ اسی پل وہ لڑکے بھی وہاں آ پہنچے کتوں کو بھونکتا دیکھ کر ایک لڑکے نے پتھر اچھالا کتے بپھر کر ان کی طرف تیزی سے بڑھے اور وہ موقع دیکھ کر بھاگ

نکلی۔ اس گھر کی دیوار چھوٹی تھی۔ تیسری کوشش کے بعد بے حد مشکل سے وہ اس دیوار کو پھلانگ گئی۔ کھلا سا صحن مدھم سی روشنی میں کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔ وہ ایک کونے میں دبک کر بیٹھ گئی۔ آنسوؤں سے چہرہ تر ہو گیا۔ زندگی کے اس تلخ تجربے کا اس نے اپنی گزری زندگی میں سوچا تک نہ تھا۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ مزید سمٹ گئی۔

''کون ہے؟ کون ہے؟ یہاں، بولتا ہے کہ سالے نہیں۔'' خوف کے عالم میں اس کی زبان تالو سے جا لگی۔ سانسیں بھی بے حد آہستگی سے چلنے لگیں۔ ٹک کی آواز کے ساتھ ہی صحن میں ٹیوب لائٹ روشن ہو گئی۔ سامنے کھڑے چوڑے سے مرد کو دیکھ کر وہ دیوار کے ساتھ لپٹی کھڑی ہو گئی۔ اس شخص کے ہاتھ میں پسٹل تھا۔ جسے اس نے فوراً لڑکی پر تان لیا، اور اسے جانچتی نظروں سے بغور دیکھنے لگا۔ جس نے سیاہ چادر سے نقاب کیا ہوا تھا۔ نیلی نیلی آنکھوں میں خوف واضح طور پر نمایاں تھا۔

''اے کون ہو تم؟ اور کیا کر رہی تھیں یہاں؟'' وہ شخص آگے بڑھا اس سے پہلے ان کے درمیان حائل فاصلہ ختم ہوتا وہ لہراتی ہوئی اس سے آ لگی۔ اس ہلکے سے وجود کو اپنی بانہوں میں لئے مون زبیری حیرت سے اس معصوم چہرے کو دیکھنے لگا۔

☆......☆

''ہائے۔ ہائے اللہ رے میں صدقے میں واری۔ کیوں روتی ہے۔ میں ہوں ناں تیرے ساتھ۔ آج سے میں ہی تیری سب کچھ ہوں ہاں۔'' وہ ہجڑا نما عورت جس نے اپنا نام چمکیلی بتایا تھا۔ خود ہی آ کر اس کے بارے میں اندازے لگاتی پریشان ہونے لگی۔ اس کے پرس سے نکلنے والی تصویروں کو لئے اب وہ مون زبیری کے کمرے میں تھی۔

''ہائے رے وہ تو گونگی ہے...... بیچاری کو ظالم بھابھی کے ظلم وستم نے گھر سے بھاگنے اور یہاں پناہ لینے پر مجبور کر دیا ہے۔ بے حد خوفزدہ تھی پوچھ پوچھ کر تھک گئی میں تو۔ پر کچھ بولے ہی نہ، پھر خیال آنے پر پوچھا تو سر اثبات میں ہلایا۔ تب پتہ چلا کہ گونگی ہے، بیچاری روتی ہی جاتی ہے۔ اپنوں کے ظلم وستم یاد کر کے۔'' چمکیلی اسے دیکھ کر اپنے ان دیکھے آنسو پونچھنے لگی۔ نیتا نے سگریٹ کا دھواں چھوڑ کر ان تصویروں کو ٹیبل پر پھینکا۔

''ہو سکتا ہے کہ یہ دشمن پارٹی کی چال ہو مون، اور پولیس والوں نے اسے ہماری مخبری کرنے بھیجا ہو۔'' مون کی نظریں ان تصویروں پر تھیں۔ جن میں وہ لڑکی مختلف لوگوں

کے ساتھ تھی۔ ایک تصویر میں وہ اپنے بوڑھے ماں باپ کے درمیان بیٹھی کھلکھلاتی ہوئی ہنس رہی تھی۔ دوسری تصویر میں ماں باپ کے علاوہ ایک لڑکا اور لڑکی بھی موجود تھے، یقیناً بہن بھائی یا دوسرے رشتے دار تھے۔ تیسری تصویر میں یونیفارم پہنے بکس لئے وہ کلاس روم میں بیٹھی مسکرا رہی تھی۔ مون ہنس دیا۔ اس کے سوال پر چمکیلی ناراض ہو کر ادا سے لہرا کر بولی۔

''تم تو مجھے بے وقوف ہی سمجھتے رہنا۔ پر میں ہوں بڑی سیانی۔ پوچھا تھا بتا رہی تھی، کہ پیدائشی گونگی نہیں ہے دو سال ہوئے حادثے کی وجہ سے بول نہیں سکتی۔''

''لیکن مجھے پھر بھی اس میں کوئی گڑبڑ نظر آ رہی ہے۔'' نینا گہری سوچ میں ڈوبی بولی۔

''لیکن مجھے کوئی پرواہ نہیں کیونکہ میں جانتا ہوں وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ ویسے ہے بہت سندر، بہت معصوم۔'' مون کی بات پر نینا ہنس دی، چمکیلی ادا سے مسکراتی باہر چل دی۔

''اچھا! اگر بہت اچھی لگی ہے تو رکھ لو اسے اپنے پاس۔ کون سا کچھ بولے گی گونگی ہے بیچاری۔'' بولتی آنکھیں، کھڑی ناک اور اس پر مونچھیں وہ بے حد سمارٹ سا تھا۔

''اونہوں ڈونٹ بی سلی! تم جانتی ہو کہ مجھے پھول اپنی خوشبو سمیت پسند آتا ہے۔ بغیر کسی کی مرضی کے مجھے زبردستی میں مزا نہیں آتا۔'' مون سگریٹ سلگاتے ہوئے کچھ سوچ کر مسکرا دیا۔ نظریں ابھی تک اس تصویر پر تھیں جس میں وہ لڑکی کھلکھلاتی ہوئی ہنس رہی تھی۔

''جانتی ہوں۔ تبھی تو تمہارے پاس رہتی ہوں۔ ہر پل ہر گھڑی۔'' سگریٹ ایش ٹرے میں مسل کر نینا ادا سے مسکراتی ہوئی مون زبیری کی بانہوں میں جھول گئی۔

☆......☆

کچھ دنوں تو وہ خوفزدہ رہی مگر پھر چمکیلی کی اپنائیت سے بہل گئی یہاں اسے مون اور نینا سے ڈر لگتا۔ دونوں کے رویے بھی بے حد روکھے اور خشک سے تھے۔ شروع میں وہ مون زبیری کے خوف سے جب کچھ نہ بول سکی تو چمکیلی نے اسے گونگی سمجھا، اور پھر خود اس نے بھی اسی میں اپنی بہتری جانی۔ حال میں ہی ان کا پرانا وفادار نوکر انتقال کر گیا تھا۔ اس کی جگہ گونگی کو بطور نوکرانی ساتھ رکھ لیا۔ وہ بھی خوش ہو گئی۔ کیونکہ گھر سے تو نکال دی گئی

تھی۔ اب کہیں تو سر چھپانے کے لئے چھت چاہیے تھی۔ ورنہ اپنوں نے تو جو سلوک اس کے ساتھ کیا تھا وہ بیان کرنے کے قابل ہی نہ تھا۔ وہ اس فیملی کے ساتھ رہ کر خوش تھی۔ وہ مون اور نینا کو میاں بیوی سمجھتی اور چمکیلی، گارڈ کو ملازم۔ مون اور نینا کی جوڑی اسے بڑی اچھی لگتی تھی۔ نینا سرخ و سفید لمبے قد کے ساتھ بڑی خوبصورت لگتی جبکہ مون زبیری اپنی بھرپور وجاہت کی وجہ سے پہلی نظر میں ہی بے حد اچھا لگتا۔ گہری براؤن آنکھیں، سیاہ اٹھی ہوئی بھنویں، سرخ و سفید چہرے پر دبیز مونچھیں۔ چوڑا بھرپور جسم، لمبا قد، سلکی سلکی سیدھے بال موٹے ہونٹوں کے کناروں پر مچلتی مسکراہٹ اگلے بندے کو خواہ مخواہ شرارتی ہونے پر مجبور کرتی تھی، اور اس پر کبھی کبھی مون کا بلیک شلوار قمیض کے ساتھ شال پہننا، یا پھر سفید کاٹن پر شال پہن کر جب وہ سنجیدہ سنجیدہ سا بات کرتا تو سیدھا دل میں اتر جاتا۔ چہرے میں بلا کی سی معصومیت جبکہ آنکھوں کے سرخ ڈوروں میں ہمیشہ تیزی بسی دکھتی، کبھی وہ خوش مزاج سا لگتا اور کبھی سارے جہاں سے روٹھا شہزادہ۔ ابھی وہ کہیں جانے کے لئے تیار تھا۔ جب باہر نکلتے نکلتے اس کی نظر اور ہاتھ دونوں ٹوٹے بٹن پر جا رُکے۔

''اوہ ہو! تجھے بھی ابھی ٹوٹنا تھا۔'' بٹن کے آدھے ٹکڑے کو گھور کر پھینکنے کے بعد وہ دوبارہ اندر آ گیا۔ نینا صبح سے باہر تھی، چمکیلی کچن کا ضروری سامان لینے مارکیٹ تک گئی تھی۔ جبکہ گونگی، مون اور گارڈ کو ناشتہ دے کر اب اپنے کمرے کی دیوار کے ساتھ چسپاں آئینے کے سامنے اپنی سیاہ گھنیری لمبی زلفیں کھولے انہیں سنوار رہی تھی۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ مون اس طرح اچانک اس کے کمرے تک آ جائے گا۔ شال کو کندھے پر سیٹ کرتے وہ اچانک ہی ٹھٹھک کر رُک گیا تھا۔ سیاہ آنکھیں حیرت سے ان بکھری زلفوں کو دیر تک دیکھتی رہیں۔ ہاتھ شال کو ٹھیک کرنے کی غرض سے وہیں کا وہیں رُکا ہوا تھا۔ گونگی کلپ لینے کے لئے مڑی تو مون کو دیکھ کر چونکی اور بالوں کو چھوڑ کر یکدم اسے دوپٹے کا خیال آیا۔ جو شاید باہر نل کے پاس چھوڑ آئی تھی۔ وہ جب تک پریشان سی چمکیلی کا گلو بند ڈھونڈتی۔ مون زبیری کی نظروں نے اسے اپنے حصار میں لے لیا تھا۔ سڈول جسم، صراحی دار گردن، پتلی کمر اور اس پر چمکتے گھنے بال، نیلی نیلی شرم سے جھکی جھکی نگاہیں، لمبی پلکوں کی گھنیری چھاؤں، کمان دار بھنویں، چمکتی پیشانی، پنکھڑی سے کانپتے لب، لبوں کے بائیں کنارے پر سیاہ چمکتا تل گندمی رنگت ہونے کے باوجود اس کا حسن نکھرا نکھرا عجب رنگ

لئے ہوئے تھا۔ خاص کر اس کے کمر سے نیچے جاتے بال۔ چمکیلی کا لال چھوٹا اور باریک گلو بند لے کر بھی وہ مون زبیری کے سامنے کھڑے ہوئے ہولے ہولے لرز رہی تھی۔ احساس ہونے پر وہ بھی فوراً اِدھر اُدھر دیکھتے ماتھے پر ہاتھ مار کر یاد کرنے لگا بھلا کام کیا تھا؟

''ہاں وہ یاد آیا! جلدی سے یہ بٹن لگا دو۔ مجھے بہت ضروری کہیں جانا ہے۔ ہری اَپ۔'' شکر کرتے وہ فوراً مون کے پاس سے نکلتے باہر تل تک گئی تھی۔ اس کی خوشبو کو مون زبیری نے محسوس کر کے اپنی روح میں اتارا تھا۔

''اتنا تو کوئی اچھا نہ لگا تھا اس جہاں میں۔ پھر بھلا یہ عام سی گونگی.....'' مون زبیری کے خیالوں کو گھونگھروؤں کی آواز نے توڑا تھا وہ مڑ کر گونگی کے ننگے پیر دیکھنے لگا، کتنے پیارے تھے اس کے پاؤں اور ان سے تھوڑا اوپر بندھی پائل کتنی عام سی تھی۔ بلکہ اس کا تو رنگ بھی پھیکا پڑ گیا تھا۔ مگر پھر بھی اس کے پیروں میں بے حد اچھی لگ رہی تھی۔ چیئر پر آگے ہو کے اٹھتے اس کی نظر کالی موتی شال پر پڑی جو اب گونگی کے جسم کے ارد گرد لپٹی ہوئی تھی۔ وہ خواہ مخواہ ہی مسکرا دیا۔ سوئی میں دھاگہ ڈالتے ہی وہ جھجکتی ہوئی مون زبیری تک آئی تھی۔ منہ میں دبا ہوا بٹن نکال کر شرٹ کے ساتھ رکھتے وہ مزید کنفیوژ ہونے لگی۔ بس ذرا سی نگاہ اوپر کی تھی۔ پھر مون زبیری کی خمار آلود آنکھوں کے خمار سے اس نے پلکوں کی نشیمن کو گرا دیا۔ جلدی سے بٹن لگاتے ہوئے مڑ کر باہر کچن میں جا گھسی اور کافی دیر تک دل پر ہاتھ رکھے سانسیں بحال کرتی رہی۔

☆......☆

''یہ..... ہائے ہائے رے! یہ کس کے لئے ہے؟'' بھاری چمکتی ہوئی گولڈن پائل اور اس کے ساتھ لگے چھوٹے چھوٹے گھونگھرو۔ چمکیلی ہاتھ میں لئے وزن کرنے لگی۔ نینا کے کپڑے استری کرتے وہ اپنے آپ میں ہی مگن تھی۔ جب مون زبیری کی آواز نے مڑنے پر مجبور کر دیا۔

''یہ..... وہ یہ..... یہ گونگی کے لئے ہیں۔ اسے دے دینا۔'' نظریں ملیں تو اس نے فوراً مڑ کر استری کرتے اس کی طرف دیکھا تھا۔ شاپر پکڑا کے وہ جا چکا تھا۔ چمکیلی ادا سے آبرو اچکائے اسے دیکھتے جانچنے کی کوشش کرنے لگی اور پھر زور سے مسکرا دی۔ کپڑے ہینگ کر کے وہ اس کے پاس آ بیٹھی۔

''لے یہ تیرے لیے ہیں۔ دیکھ تو پائل کتنی مہنگی لگتی ہے۔ ری، اور یہ چوڑیاں اور گجرے ہائے ہائے۔ بات تو کچھ اور لگتی ہے......'' اس نے فوراً چمکیلی کے منہ پر ہاتھ رکھ آنکھیں نکالی تھیں ساتھ ہی ساتھ نینا کے کپڑوں کی طرف اشارہ بھی کیا تھا۔ چمکیلی سمجھ کر زور سے ہنسی تھی۔

''رے وہ کیا بول سکتی ہے بھلا۔ مون اپنی مرضی کا مالک ہے۔'' گونگی نے دوبارہ حیران ہو کر اشارتاً پوچھا تھا۔

''ہائے ہائے نہیں ری۔ بیوی کہاں؟ کزن ہے اس کی۔ دونوں دوست یار ہیں اور بس......'' چمکیلی کے تالی بجا کر بتانے اور ہنسنے پر اسے جھٹکا لگا تھا۔ وہ تو دونوں کو میاں بیوی ہی سمجھتی رہی تھی۔ ظاہر ہے کیسے نہ سمجھتی ان کا ایک ساتھ ایک ہی کمرے میں رہنا، اتنی زیادہ انڈراسٹینڈنگ سب سے بڑھ کر ہر وقت کا ساتھ۔ مگر ان سب کے پیچھے ایک بھیانک حقیقت پوشیدہ تھی وہ دونوں بغیر کسی رشتے کے اپنی لائف/زندگی گزار رہے تھے اور انہیں اس پر کوئی اعتراض بھی نہ تھا۔ کافی دیر بعد جب وہ سنبھلی تو اس نے مسکراتے ہوئے پائل اور چوڑیاں پہن لیں اور ایسا کرتے اس کے گال سرخ اور چہرہ اندرونی کسی خوشی کے تحت دمک رہا تھا۔

مجھ کو نہیں معلوم، تیرے دل کی مگر
یہ میرا دل نہیں اب، پہلو میں میرے

☆......☆

مون اور نینا گھر سے باہر تھے۔ وہ، چمکیلی اور گارڈ تین افراد ہی گھر پر تھے۔ ابھی وہ کچن میں چمکیلی کی فرمائش پر بریانی دم پر رکھ رہی تھی کہ دو لڑکے اور ایک پیاری نازک سی لڑکی ہنستے ہوئے اندر آئے۔

''ہائے ہائے اللہ! چمکیلی صدقے، چمکیلی قربان۔ آج کہاں سے رستہ بھول گئے تم لوگ؟'' سرخ چیختی ہوئی لپ اسٹک پرس میں ڈال کر چمکیلی ان تینوں سے ملنے لگی۔

''آہ! کیا خوشبو ہے۔ سرکار نے نیا کک رکھ لیا ہے کیا؟'' ثاقب پیٹ پر ہاتھ رکھ کر کچن کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

''ہائے رے رکھ لیا ہے نہیں رکھ لی ہے۔ بیچاری گونگی ہے، اپنوں کی ستائی ہوئی

آہ ظالم لوگ۔''

''گونگی! رے گونگی! باہر تو آ میری جان۔ تیرے کو اپنے یاروں سے ملاؤں۔'' وہ دوپٹہ درست کر کے باہر آ گئی ہاتھ کو ماتھے تک لے جا کر سر کو جھکا دیا۔ جہاں ثاقب نے اس حسن کو کچن کی نظر ہوتے دیکھ کر پہلو بدلا وہیں توقیر کی نظروں نے پل بھر میں اس کے جسم کا بھرپور جائزہ لیا جو نینا کے پرانے کپڑوں میں بھی بڑی اسمارٹ اور پُرکشش لگ رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں کے پاس تل کو دیکھ کر ثاقب نے بے ساختہ چھچھورے پن سے ہونٹوں کو زبان سے تر کیا تھا۔ سلام کر کے وہ واپس کچن کی طرف مڑ گئی۔ کمر سے نیچے جاتی موٹی سی چٹیا جیسے ہی کچن میں گم ہوئی تب ثاقب اور توقیر کے کھلے منہ بند ہونے پر صدف زور سے ہنسی تھی۔

''جہاں کوئی لڑکی دیکھی وہیں کھڑے کھڑے گر جاتے ہو تم لوگ۔ بڑے بے غیرت ہو دونوں۔'' ثاقب اور توقیر تنبیہہ نگاہوں سے دیکھتے صدف کو ساتھ لگائے ہنس دیئے۔ ڈائننگ ٹیبل پر وہ آہستہ آہستہ برتن رکھنے لگی۔ ثاقب اور توقیر کی ہوس بھری نگاہوں نے اسے بے حد خوفزدہ کر دیا تھا۔ وہ چاروں مزے لے لے کر کھانا کھا رہے تھے اور گونگی ڈری ڈری سی کچن میں کھڑی سوچ رہی تھی۔

''یا اللہ میری حفاظت کرنا۔ تجھے تیرے سوہنے حبیب کا واسطہ ہے۔'' تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ مون زبیری زوردار طریقے سے دروازہ کھولے اندر آیا تھا، پیچھے پیچھے پریشان سی نینا بھی تھی۔ ڈائننگ ٹیبل پر یکدم خاموشی سی چھا گئی سب ہی احتراماً کھڑے ہو چکے تھے۔ مون زبیری کے بیٹھتے ہی تمام افراد بھی بیٹھ گئے۔ چمکیلی ہانپتی کانپتی لہرائی ہوئی بھاگی چلی آئی تھی کچن میں۔

''ہائے ری گونگی! جلدی سے برتن اور دوسری ڈش بھر لا۔ ہائے ہائے جلدی کرنا ری۔ سرکار سخت غصے میں ہیں آج۔'' فریج جھٹکے سے کھولی کولڈ ڈرنک نکال کر چمکیلی بھاگتی ہوئی اندر چلی گئی۔ ایک پل کو اسے چمکیلی کے لہرا کر چلنے والے اسٹائل پر بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ مگر پھر سیاہ آنکھوں کے غصے کا سوچ کر ٹرے میں تمام چیزیں رکھے اندر کی طرف چلی دی۔

''میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ سجو کا خیال اب دل سے نکال دو اور اڑا دو، ختم کر

دوا سے، لیکن نہیں میری سنتا ہی کون ہے۔ دیکھ لیا نہ خود اپنی آنکھوں سے۔ کیسے اس سالے پولیس والے کے ساتھ کھڑا تھا، یقیناً ہماری انفارمیشن دے رہا ہوگا اسے۔'' صدف غصے میں کہتے مٹھیاں بھینچ گئی۔ نینا کچھ سوچتے ہوئے آہستگی سے بولی۔

''بڑا مرتا ہے بجو مجھ پر اور میرے جسم پر۔'' وہ ہنسی تھی۔

''کل جاؤں گی ادائیں دکھاؤں گی اور اڑا آؤں گی اسے۔ کوئی مشکل کام تو نہیں ہے۔ سرکار پریشان مت ہوں پلیز، اور اب کھانا بھی کھا لو۔ یار! ٹھیک کرو نا اپنا موڈ۔ ورنہ میں کھانا کھائے بغیر ہی جا رہی ہوں۔'' مون کو ہنوز آنکھیں بند کیے دیکھ کر وہ جانے لگی تھی۔ ناراضگی سے تب ہاتھ بڑھا کر نینا کو روک لیا اور مسکرا دیا۔ اس کے مسکراتے ہی سب کے سنجیدہ چہروں پر مسکراہٹ ابھر آئی اور ہاتھوں میں پکڑے ساکت چمچے پلیٹوں کی طرف بڑھنے لگے۔ وہ تھا ہی ایسا، اس کی دہشت سے شاید کہ سانس لینا بھی سب کے لئے محال تھا۔ غصے میں ہوتا تو کسی کی ہمت نہ ہوتی مسکرانے کی اور جب خوش ہوتا تو ہر کسی کو ہنستے ہوئے دیکھنا چاہتا۔ جس پر انگلی رکھ دیتا اگلے دن وہ موت کے منہ میں ہوتا اور جسے نظر انداز کر دیتا وہ زندگی بھر خوش رہتا۔ جس شہر، جس گھر پر مون زبیری عرف ''سرکار'' کی نظر ہوتی بھلا پھر وہ کیوں کر خوشیوں کا مرکز بن سکتا تھا۔ وہ تو دھوئیں کا ڈھیر ہو جاتا۔ چوڑے وجود، فولادی طاقت رکھنے والا وہ کسی شیر سے کم تو نہ تھا۔ جو سارے جنگل کا بادشاہ کہلاتا ہے۔ بالکل اسی طرح مون اپنے گروہ، اپنے علاقے کا سرکار یعنی سب سے طاقت والا تھا۔ جس کا بچپن پسٹل اور بارود سے کھیل کر گزرا اور جوانی شباب کے ساتھ موت کا پیغام بن کر گزر رہی تھی۔ اس کی ذہانت، چالاکی، ہوشیاری، حوصلہ ان تمام نے اسے سب کے لئے سرکار چن لیا تھا اور اب وہ سرکار تھا۔ جس کی مرضی کے بغیر ''سرمحل'' اور اپنے علاقے میں چڑیا تک پر نہ مار سکتی تھی۔ گونگی ایک ڈش رکھ کر دوسری ڈش بھر لائی۔ باتیں کرتے قہقہے لگاتے اچانک مون کی نظر سامنے بیٹھے ثاقب پر پڑی جو گلاس سے منہ لگائے للچاتی نگاہوں سے گونگی کے سڈول جسم کو دیکھ رہا تھا۔ کبھی نظریں سینے پر اور کبھی کمر سے ہوتی نیچے تک جاتیں۔ جھک کر ڈش رکھتے گونگی کا دوپٹہ سرکا تھا اور بڑے سے گریبان کے اندر گونگی کا دودھیا جسم نمایاں ہونے لگا۔ ثاقب کی نظریں گریبان کے اندر حیرت سے جھانکتی وہیں ٹک گئی تھیں۔ دانت تیزی سے پیستے مون نے ہاتھ میں پکڑے چمچے کو ٹیبل پر پٹخ دیا اور بے حد بری طرح برتنوں

پر ہاتھ مارا تھا۔ چاولوں کی آدھی ڈش چٹختی ہوئی جگ سے ٹکرائی، اسے ساتھ لیتے زمین پر آن کے ٹوٹ کر بکھر گئی۔ چاول کچھ ڈائننگ ٹیبل کے نیچے اور کچھ سب کے قدموں میں اِدھر اُدھر بکھر گئے۔ تھوڑی دیر پہلے یہی چاول کھاتے مون نے اشارے سے ذائقے کی تعریف کی تھی، اور اب وہی چاول قدموں میں پڑے تھے۔ سب ہی رُک کر حیرت سے سرخ ہوتے مون کو دیکھنے لگے۔

''گیٹ آؤٹ...... دفع ہو جاؤں یہاں سے اور خبردار! جو دوبارہ میرے سامنے بھی آئی تو۔ آئی سے گیٹ آؤٹ۔'' چیخنے کے ساتھ ہی مون کا ہاتھ بھی اٹھ گیا۔ نیلی آنکھوں میں خوف کی پرچھائیاں جھلکنے لگیں، کانپتے ہوئے ایک ہاتھ سے دوپٹہ پکڑا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے فوراً چہرے کو بچانا چاہا۔ نیلی آنکھوں کی نمی دیکھ کر مون کا ہاتھ ہوا میں ہی رُک گیا۔ چمکیلی کے اشارے پر وہ بھاگتی ہوئی کچن میں جا چھپی۔ مون زبیری نے سرخ انگارہ ہوتی آنکھوں سے مڑ کر ثاقب کو گھورا۔

''مجھے جانتا ہے ناحرام زادے؟ اپنے کام سے کام رکھا کر۔ دوبارہ تانک جھانک کی نا تو آنکھیں پھوڑ دوں گا میں تیری۔ سالہ کہیں کا......'' فروٹ کی ٹرے سے چھری اٹھائے وہ ثاقب کی پسلی کی ہڈی میں دبائے غراتے ہوئے اس سے مخاطب تھا۔ نینا یکدم کھڑی ہو کر مون کو پیچھے کرنے لگی۔

''اب بس بھی کرو مون! کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ ثاقب اور توقیر تم لوگ جاؤ اور جا کر بجو پر نگاہ رکھو۔ میں شام کو تم لوگوں سے سرکل میں آ کر ملوں گی اور پھر مل کر مشن کمپلیٹ کریں گے۔'' حکم ملتے ہی تھر تھر کپکپاتا ثاقب سیکنڈ لگائے بغیر باہر نکلا تو پیچھے پیچھے توقیر بھی چل پڑا۔ ان کے جاتے ہی مون شراب کی بوتل لئے کمرے میں جا گھسا۔ جس کے بعد نینا اور صدف کا موڈ کافی خراب رہا۔

☆......☆

''تمہارے پاس اور کپڑے نہیں ہیں جو یہ فضول سے پہن رکھے ہیں؟'' وہ گھٹنوں میں سر دیئے ہچکیاں لے رہی تھی۔ پاس بیٹھی چمکیلی اسے بہلا رہی تھی۔ جب وہ دھڑ سے دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔ گونگی ڈر کر چمکیلی کے پیچھے چھپ گئی۔ چمکیلی ہی اس کی طرف سے صفائیاں دیئے جا رہی تھی۔

"ہائے ہائے...... رے...... اس کو کاہے کو ڈانٹے ہے۔ یہ بیچاری جو کپڑے پہن کر آئی تھی وہ بھی پھٹ گئے تھے۔ میں نے ہی پھر نینا کے پرانے کپڑے دیئے تھے۔ اسے پہننے کے واسطے۔ ہاں!"

"یہ...... یہ کپڑے؟ دماغ تو ٹھیک ہے نہ تیرا؟ ان سے تو سارا جسم دکھتا ہے، اور میں نے تجھ سے کہا بھی تھا جو شے ضرورت کی ہو لے آیا کر۔ مگر سارا روپیہ تو اپنے میک اپ پر لگا دیتا ہے چھکا کہیں کا۔ اور تم......! کان کھول کر سن لو۔ آئندہ اس طرح کا لباس نہیں پہننا ہے اور نہ ہی باہر کے زیادہ چکر لگایا کرو۔ بس کچن تک ہی محدود ہو تو بہتر ہوگا تمہارے لئے۔ سمجھ آئی کہ نہیں؟" مون کا دماغ ابھی تک گھوما ہوا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ثاقب کی آنکھوں میں تیزاب کی پوری بوتل اُنڈیل دے کیونکہ اس کے دل کو سخت برا لگا تھا۔

"لے...... تو کھانا دے گا کون؟ برتن اٹھائے گا کون؟" چمکیلی ہاتھوں کو ٹیڑھا کر کے حیرانگی سے بولی کندھے پر براؤن شال درست کرتے مونچھوں کو تاؤ دیتے وہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگا۔

"تو اور کون؟ مون باتیں چمکیلی سے کر رہا تھا مگر نظریں اور توجہ اس پر تھیں جو ابھی تک رو رہی تھی۔ چہرہ شرم سے سرخ، اور سر خوف کے مارے جھکا ہوا تھا۔ مون کو اس پر بے حد ٹوٹ کر پیار آیا۔ مگر اظہار نہ کر پایا۔

"ہائے ہائے اللہ میں......! میں نہیں کر سکتی ہاں نازک سی تو ہوں۔ خود ہی کوئی انتظام کرنے کا ہے۔ ہاں آں۔" چمکیلی منہ بنا کر فوراً ادا سے بولی تھی۔

"تو کیوں روئے جا رہی ہے؟ بس چپ کر جا ری۔ تمام قصور مرد کا ہوتا ہے اور الزام سارا عورت پر آتا ہے۔ ہائے ہائے اچھا ہی ہوا اوپر والے نے مجھے درمیان کا درجہ دیا۔" چمکیلی زور سے تالی بجا کے ہنسنے لگی۔

"عورت سامنے نہ آئے تو مرد بھی پگھل نہیں سکتا۔ سارا قصور ہی اس کا ہے۔ کیا ضرورت تھی اس طرح بے ہودہ ڈریس پہننے کی اور اپنی نمائش کروانے کی؟ چل اب جا پانی لا کر پلا مجھے۔" چمکیلی سب سمجھتی تھی تبھی ہنستے ہوئے باہر چلی گئی پیچھے وہ خوفزدہ سی دوپٹے کو سختی سے دبوچے کھڑی رہی۔

''میں جانتا ہوں تمہاری کوئی غلطی نہیں کیونکہ تم بہت معصوم اور بھولی ہو۔ میں چمکیلی کے ہاتھ بہت سے کپڑے بھجوا دوں گا۔ آئندہ تم نے وہ پہننے ہیں۔ دیکھو اگر تم نے یہاں رہنا ہے تو میرے اصولوں اور میری باتوں پر عمل بھی کرنا پڑے گا اور آئندہ تم اندر آنے والوں کے سامنے نہیں آؤ گی، اور پھر اس کے بعد اگر میں نے تمہیں......'' اس کے بالکل سامنے کھڑے مون زبیری سخت لہجے میں اسے سمجھا رہا تھا، رُک کر حیرت سے اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ نیلی آنکھوں میں سمندر موجزن تھا۔ بڑی بڑی پلکیں پُرنم سی تھیں۔ ناک کا کونا اور ہونٹ سرخ ہو رہے تھے۔ جانے یہ کیسی بے بسی تھی؟ کیا احساس تھا کہ وہ خود کو بے حد کمزور لاچار، بے بس سا محسوس کرنے لگا۔ ساری اکڑ کسی جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔ چہرے سے سختی ختم اور آنکھوں سے غصہ سرخی سمیت غائب ہو گیا۔ یہاں اسے سمجھانے اور ڈانٹنے آیا تھا۔ مگر بولا تو کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح وہ ہچکچاتے ہوئے صرف یہی کہہ سکا۔

''وہ...... میں...... وہ میں سوری کرنے...... وہ...... آئی ایم سوری اینڈ...... اینڈ......'' بولتے بولتے گڑبڑاتا ہوا وہ ماتھے پر ہاتھ مارنے لگا۔ مون کے اس طرح بغور دیکھنے پر وہ سرخ ہوتی نگاہیں جھکا گئی۔ بھلا کون تھا۔ جو ڈارک براؤن آنکھوں سے جیت سکتا تھا، اس کے نگاہیں جھکاتے ہی وہ بھی الجھتا ہوا مڑا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

☆......☆

''کیوں؟ آخر کیوں وہ میرے لئے اتنی اہم ہوتی جا رہی ہے؟ اتنی خوبصورت تو نہیں ہے مگر کیوں دل کو بہت اچھی لگتی ہے؟ کیوں اس کے سامنے میں بے بس سا ہو جاتا ہوں؟ کیوں یہ دل چاہتا ہے کہ میں اسے اپنی بانہوں میں بھروں، پیار کروں، گھوموں پھروں باتیں...... ہاں باتیں بھی تو کروں مگر کیوں کر؟ بھلا وہ تو...... وہ تو گونگی ہے...... آہ بس وہ جیسی بھی ہے۔ مجھے بہت بہت اچھی لگنے لگی ہے، جانے کیوں بازار جا کر میں اپنی چیزیں لینا بھول گیا اور ساری شاپنگ اس کی کر ڈالی۔ اس کے ہاتھ کے بنے کھانے، کھانے کے لئے میں باہر سے گھر کی طرف بھاگتا ہوں، اتنا ذائقہ ہے اس کے ہاتھ میں کہ بس۔ پتہ نہیں یہ ذائقہ ہے یا محبت۔ جس کی وجہ سے اس کی خامیاں بھی خوبیوں میں بدل جاتی ہیں۔ ہائے رے بے چارے دل......! تو کہاں جا پھنسا۔ سنبھل ذرا سا سنبھل جا۔ تیری ہر

آرزو بھی یہ مون زبیری تیرا تابعدار ضرور ضرور پوری کرے گا۔" برانڈی کے گلاس پر کب سے نگاہیں جمائے وہ خود سے ہمکلام تھا کبھی غصے ہوتا اور کبھی اس کے لب مسکرا دیتے۔ ساری زندگی اپنی دہشت سے وہ لوگوں کو ڈراتا، دھمکاتا آیا تھا۔ بڑے بڑے وردی والے بھی اسے دیکھ کر سیلوٹ مارتے تھے۔ نہ کبھی وہ جھکا تھا اور نہ کسی سے ہار مانی تھی۔ وہ بہت شاطر و چالاک تھا۔ جس کی پیدائش کوٹھے پر ہوئی۔ ایسی جگہ جہاں لڑکا پیدا ہو جاتا تو اس کی ماں کو طعنے دیئے جاتے اور اسے یا تو پھول گجرے بیچنے پر لگا دیتے یا پھر کسی کچرے کے ڈھیر پر پھینک آتے۔ مگر مون زبیری کی پیدائش پر لڑکی کی ہی طرح بے تحاشا خوشیاں منائی گئیں۔ انگلش میڈیم میں تعلیم کے لئے چھوڑا گیا۔ ایف اے کے بعد جب ماں کا انتقال ہوا تو اس کی تربیت کی ذمہ داری بڑی خالہ نور بائی نے اٹھالی۔ کسی طرح ماں کی کمی محسوس نہ ہونے دی اور ان ہی کی سرپرستی میں مون زبیری سرکار بنا۔ اس نے بھیس بدل کر ایسے ایسے کام کیے جن کا سوچ کر ہی انسان کے رونگٹھے کھڑے ہو جاتے۔ نور بائی کی ایک ہی بیٹی تھی نینا۔ چھوٹی خالہ کی صدف بھی اس کے ساتھیوں میں شامل تھی۔ ان کے علاوہ ثاقب، توقیر، رمزو، دلاور، شیخ خالد، سجو، یہ تمام مون کے بہت خاص بندے تھے۔ جن کے بغیر وہ کوئی بھی کارروائی نہ کرتا۔ ادھورا سمجھتا خود کو، اور ادھورے کام کرنا کہاں پسند تھے بھلا مون زبیری کو۔ اس کی کسی بھی خواہش کو کبھی نور بائی نے رد نہ کیا تھا اور خود مون زبیری ان کی خواہش پوری کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ زندگی ایسے ہی نشیب و فراز میں گزر جاتی اگر گونگی اس کے دل میں نہ آسماتی۔ کیونکہ وہ عورت کو مرد کی کمزوری سمجھتا تھا اور اس کی کوئی کمزوری اور نہ کبھی اس نے بننے دی تھی۔ مگر اب نجانے کیوں وہ ڈرنے لگا تھا۔ اس نئی کمزوری سے جو اپنے بادامی رنگ سمیت اس کے دل و دماغ میں رچ بس گئی تھی۔

☆......☆

"اگر معاشرے سے دہشت گردی کا خاتمہ کر دیا جائے تو معاشرہ کتنا پُرسکون ہو جائے گا عمران! اور کتنے پُرسکون ہو جائیں گے وہ لوگ جو دہشت گردی کی وجہ سے خوفزدہ اور پریشان رہتے ہیں۔" راحیلہ افسردگی سے کہہ کر مونگ پھلی کے چھلکے پھینکنے لگی۔ عمران کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

"کراچی شہر جسے روشنیوں کا شہر کہا جاتا ہے آئی تھنک کہ اسے دہشت گردوں کا

شہر کہنا زیادہ بہتر ہوگا۔'' راحیلہ پھر بولی تھی۔ اب کی بار عمران ہنس دیا۔ مایوس تو سب تھے مگر عمران کو پھر بھی اک امید تھی۔

''ہم سب محنت کر رہے ہیں راحی! اور کوششیں بھی جاری ہیں۔ انشاء اللہ بہت جلد ہم ان لوگوں تک پہنچ جائیں گے جو ملک میں دہشت گردی و منشیات پھیلانے میں پیش پیش ہیں۔''

''انشاء اللہ۔'' اب کی بار یقین سے کہتے ہوئے راحیلہ بھی مسکرا دی۔

☆......☆

مون زبیری کے حکم کے مطابق کچن کو صحن کے بجائے پچھلی طرف والے کشادہ سے کمرے میں سیٹ کر دیا گیا۔ ایک دن میں ہی اس نے چمکیلی کے ساتھ مل کر سامان شفٹ کر لیا۔ بس یہ تھا کہ وہاں سے برتن ڈائننگ ٹیبل تک لانے میں دقت ہوتی۔ جس کی وجہ سے مون سرمحل (کوٹھے) سے ایک پکی عمر کی عورت کو لے آیا۔ جو گونگی کے ساتھ ہیلپ کرواتی تھی۔ اگلے دن ہی اس کے لئے ڈھیر سارے مہنگے کپڑے اور استعمال کی مختلف چیزیں اس کے کمرے میں اپنی خوبصورتیوں سمیت موجود تھیں۔ وہ ہر ایک چیز حیرت سے دیکھتی شرما کر مسکرا دی۔ کیونکہ چمکیلی جو کب سے شرارت پہ شرارت کر رہی تھی۔ تمام کام ختم کر کے وہ بوریت مٹانے کے لئے اخبار لیے پڑھنے لگی۔ پڑھتے پڑھتے اچانک ہی اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔ ایک بچہ جس کی تصویر کے نیچے ''تلاش گمشدہ'' لکھا تھا، ساتھ ہی انعام کے لئے کافی بڑی رقم بھی درج تھی۔ حیرانگی سے بچے کی تصویر کو بغور دیکھا کیونکہ دو دن پہلے اس بچے کو نینا نے لا کر ساتھ بنے روم میں بند کیا تھا۔ چمکیلی سے پوچھا تو اس نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا۔ اشتہار کے چاروں طرف مارکل پھیرا گیا تھا۔ اسے یاد آیا کہ مختلف طرح کی خبروں پر اسی طرح سے ہمیشہ مارکل پھیرا جاتا ہے۔ اس نے خود صفائی کرتے اخباروں میں دیکھے تھے، یہ مختلف اشتہار بم بلاسٹ، قتل، اغواء، ڈکیتی جیسے جرائم پر ہوتے تھے۔ اس کے جسم میں خوف کی لہر دوڑ گئی۔ اسے سمجھ نہ آیا کہ کرے تو کیا کرے۔ ابھی سوچ ہی رہی تھی جب ملازمہ آ گئی جو دو دن سے بچے کے ساتھ رہ رہی تھی۔

''گونگی! تم ذرا جا کر بچے کے پاس بیٹھو میں باہر سے ہو کر آتی ہوں۔ کھانا پڑا ہے اسے کھلا دینا نہ کھائے تو بھوکا ہی پڑا رہنے دو کمینے کو۔ زیادہ تنگ کیا تو دو چار تھپڑ لگا کر

باندھ دینا رسی سے۔'' وہ تابعداری سے سر ہلاتی تیزی سے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ جہاں وہ بچہ فرش پر آڑا اترچھا پڑا روئے جا رہا تھا۔ جانے کب سے بھوکا تھا، گونگی کو اس پر ترس آ گیا۔

''مما! مما کے پاس جانا ہے۔'' دونوں ہاتھوں کو بند کیے وہ اب اپنی آنکھوں کو رگڑ رہا تھا۔ گونگی نے اسے پیار سے ساتھ لگایا اور اس کی آنکھوں سے آنسو پونچھے۔

''کہاں ہے آپ کی مما؟'' گونگی نے بے حد آہستگی سے پوچھا تھا۔

''گھر پر۔ آنٹی مجھے میرے مما، پپا کے پاس لے چلیں ناں۔''

☆......☆

''کیوں اس طرح ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں آپ۔''

''سر! جہاں کی انفارمیشن ملی تھی۔ وہاں ہم نے چھاپہ مارا ہے، لیکن بے سود۔ کسی نے ہمیں غلط انفارمیشن دی تھی۔''

''کسی نے کیوں؟ وائے انسپکٹر عمران! وائے؟ کیوں، آپ دوسروں پر ڈپینڈ کرتے ہیں۔ خود کیوں نہیں اکٹھی کرتے انفارمیشن؟ بس انسپکٹر عمران! آئی ڈونٹ نو بٹ بہت جلد ڈاکٹر جے کمار کے بیٹے کا فوراً پتہ لگوائیں۔ یو نو دیٹ پہلے بھی کئی نون مسلم ڈاکٹرز کے قتل کے سلسلے کے بعد میں نہیں چاہتا کہ اب پھر ایسا ویسا کچھ بھی ہو۔ پلیز! ہری اَپ۔ کچھ کریں انسپکٹر عمران! پلیز......!'' پریشانی ان کے چہرے سے واضح تھی۔ پریشان تو خود عمران بھی تھا۔ اسے اب پکا یقین ہو چکا تھا کہ اندر کا کوئی بندہ ملا ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے چھاپہ پڑنے سے پہلے ہی دہشت گرد جگہ چھوڑ جاتے ہیں، اور سب سے بڑھ کر ببجو کا قتل۔ جو انہیں کچھ بتانے والا تھا مگر روڈ پر سے ملنے والی اس کی لاش نے سب کی امیدیں توڑ دیں۔

☆......☆

''اے ڈاکٹر زیادہ بننے کی کوشش مت کر اور اگر پولیس کو خبر دی تو بیٹے کی لاش ملے گی۔''

''ہاں ہاں! تو ہم کون سا ایسا کر رہے ہیں؟ بیٹے سے قیمتی تو نہیں ہے نا پیسہ۔''

''تو بھیج دے پیسے اور لے جا بیٹے کو۔ ڈاکٹر زیادہ سیانہ نہ بن۔ سن ذرا غور سے ایک لال ٹوپی والا آئے گا تو اسے بریف کیس دے دینا۔ دو منٹ کے بعد ہی تیرا بیٹا صحیح

سلامت گھر پہنچ جائے گا۔“

”ابے کیوں سالے اعتبار نہیں ہے کیا؟ ہمیں تیرے معصوم بچے سے کیا لینا دینا۔ ہمیں تو پیسے سے مطلب ہے پیسے سے...... سمجھا کہ نہیں؟ اور یاد رکھ اگر پولیس کو ساتھ لایا، یا بات ذرا بھی باہر لیک ہوئی تو بچے کی بوٹی بوٹی کر کے بھیجوں گا تیرے گھر۔“ فون رکھ کر مسکراتے ہوئے وہ نینا کی طرف مڑا تو نظر دروازے میں حیران حیران نگاہوں سے دیکھتی گونگی پر جا پڑی۔ اس نے نخوت سے آنکھیں پھیر لیں پل بھر کو مون خاموش سا ہو گیا۔ گونگی بھی آنسو چھپاتی چائے ٹیبل پر رکھ کر واپس چلی گئی۔

☆......☆

چمکیلی کی جیسے ہی آنکھ لگی وہ آہستگی سے اٹھ کر چلتی چھت تک آ گئی۔ آج اسے بات بات پہ رونا آ رہا تھا۔ دل تھا کہ درد سے کراہ رہا تھا۔ وہ دل کو لاکھ تسلی دیتی۔ مگر پھر بھی خود کو بہلا نہ پائی کہ چاہے وہ کچھ بھی کر لے۔ بچے کو مارے یا پھر چھوڑ دے۔ میرا ان سب باتوں سے کیا تعلق ہے۔ مجھے کیا خطرہ ہو سکتا ہے مجھے تو شکر کرنا چاہیے کہ سر چھپانے کے لئے جگہ ملی۔ روتے ہوئے اس نے اماں اور ابا کی تصویر کو دیکھا۔ جب وہ چھوٹی تھی۔ تب ہی ابا گزر گئے تھے۔ تبھی تو وہ اماں کے ساتھ زیادہ اٹیچ تھی۔

”میں کیا کیا بتاؤں اماں! بھابھی نے میرے ساتھ کیا کیا۔ ان کے خیال میں تو میں کسی کوٹھے پر ناچ گا رہی ہوں گی۔ آہ اماں! آپ کے آنکھ بند کرتے ہی مجھ پر ظلم وستم شروع کر دیئے بھابھی نے۔ سارا سارا دن مجھ سے جانوروں کی طرح کام کرواتیں۔ بھائی جب آفس سے آتے تو الٹا میری ہی شکایتیں لگاتیں۔ بھائی بھی بھابھی کا ہی ساتھ دیتے۔ شکر ہے کہ آپ کی زندگی میں ہی پڑھائی شروع کر دی تھی وہ بھی بھابھی کے روکھے رویے کے باوجود جان عزیز سہیلی راحیلہ میری مدد کرتی رہی۔ اماں! کاش آپ بھی ابا کی طرح مجھے چھوڑ کر نہ جاتیں۔ کاش......!“ وہ تصویر کو دیکھتے رو پڑی۔ یوں ہی سوچوں میں گم اگر کوئی اس کے ہاتھ سے تصویر نہ لیتا۔ سر اٹھایا تو وہ دشمن جاں سامنے تھا۔ مون کو سامنے پا کر وہ تھوڑا سا سمٹ گئی آنسو بے دردی سے رگڑ ڈالے۔ وہ اس سے سخت خفا تھی۔

”چمکیلی نے بتایا تھا کہ تمہارے والدین کی ڈیتھ ہو چکی ہے۔“ وہ منہ دوسری طرف موڑے ناراضگی لیے ہوئے بیٹھی رہی۔ مون خود ہی تھوڑا سا فاصلہ کر کے بیٹھ گیا۔

''میرے خیال میں جو لوگ تنہا چھوڑ جائیں بیچ رستے میں...... تو انہیں یاد کرنا، اپنے قیمتی آنسوؤں کو ضائع کرنا بے وقوفی ہے۔'' وہ نم بھیگی پلکیں لیے مڑ کر اسے گھورنے لگی جو کتنا سفاک تھا یا شاید ماں باپ کے رشتے سے ہی انجان تھا۔ مون بھی مڑ کر اس کی آنکھوں میں گھورنے لگا تو اس نے فوراً نظریں جھکا لیں۔ مون مبہم سا مسکرا دیا اور سگریٹ سلگانے لگا۔

''تمہاری آنکھیں بہت خوبصورت ہیں۔ نہیں تم...... تم پوری کی پوری بہت خوبصورت ہو۔ تمہارے بال، تمہاری چال، تمہاری مسکراہٹ، شرماہٹ اور یہ تل بھی۔'' سگریٹ کا کش لیتے وہ ہنس دیا سیاہ آنکھوں میں شرارت مچل رہی تھی اور چہرہ سرخ و سپید سا چمک رہا تھا۔

''تم بول نہیں سکتیں مگر...... مگر تمہاری نیلی نیلی بلوری جیسی آنکھیں ہر بات مجھ پر عیاں کر دیتی ہیں، اور ان کی سوجن، نمی، سرخی مجھے خبر دے رہی ہے کہ تم مجھ سے ناراض ہو۔ ہے ناں؟'' مون پورا ہی اس کی طرف مڑ کر اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا وہ چہرہ صاف کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ مون نے بھی فوراً اس کی تقلید کی۔ وہ اس سے دو قدم آگے تھی۔ جب وہ اس کے بالکل سامنے آ کر بولا تھا وہ دوپٹے کا کونا سختی سے پکڑے اس دشمن جاں کو دیکھتی رہی۔

''میں نے زندگی میں کئی عورتیں دیکھی ہیں۔ ان کے ساتھ کلوز ریلیشن بھی رہے ہیں۔'' مون نے مونچھوں کو شہادت کی انگلی سے درست کیا تھا۔ گونگی مون کی بات پر شرم سے سرخ ہو گئی۔ سر جھکائے وہ وہاں سے بھاگ جانا چاہ رہی تھی۔

''کئی دوستیں تھیں اور...... بہت سی اب بھی ہیں جنہیں مون زبیری کی دوستیں ہونے کا شرف حاصل ہے اور یہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے، لیکن یقین جانو جو احساس، جو جذبات تمہارے لئے میرے دل میں جاگے ہیں، بیدار ہوئے ہیں، انہیں میں چاہ کر بھی کوئی نام نہیں دے سکا۔'' مون سگریٹ کا چوتھا کش لے کر زور سے ہنس دیا جیسے کوئی خزانہ اس کے ہاتھ لگ گیا ہو بے حد معذوری سے آبرو اچکائے وہ اسے دیکھ رہا تھا۔

''بہت سوچنے سمجھنے کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ میں تم سے دوستی کر لوں۔ اگر تم نے میرا گفٹ لے لیا تو میں سمجھوں گا کہ تم بھی مجھ سے......'' مون نے ایک نظر غور

سے اس کے چہرے کی طرف دیکھا جہاں سیاہ گھنیری پلکیں جھکی لرز رہی تھیں۔ گونگی نے دل کو سنبھالتے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ جسے کتنا فخر تھا خود پر، اپنی ذات پر، کتنے مان سے وہ اسے بھی ان عورتوں میں شامل کرنا چاہ رہا تھا جن کے ساتھ اس کے ریلیشن تھے۔ آنکھوں میں ڈھیر سارا گھمنڈ لیے وہ اسے بے حد پیار سے دیکھ رہا تھا۔ پائل ہاں کہلا رہی تھی۔ دل میں بھی ہاں! ہاں کی تکرار اسے سنائی دے رہی تھی۔ اس نے مون کے بڑھے ہوئے ہاتھ کی طرف دیکھا جس میں چوڑا سا گفٹ تھا۔ گونگی نے غصے میں سر اٹھا کر مون کی سیاہ آنکھوں میں جھانکا اور پھر نخوت سے منہ پھیرتی، تیزی سے نیچے بھاگ گئی۔ مون زبیری نے حیرت سے ہاتھ میں پکڑے گفٹ کو دیکھا تھا۔ مون زبیری کے جذبات میں گونگی کی پائل کا شور ہلچل مچا گیا۔

☆......☆

”چلو ناں ڈارلنگ! اُوں...... نیند آ رہی ہے۔“ نینا نے پیار سے آ کر کہا تھ۔

مون منہ موڑے کسی سے سخت خفا لگ رہا تھا۔ پاس ہی ایش ٹرے سگریٹوں سے بھری پڑی تھی۔ شراب کی بوتلیں خالی پڑی تھیں۔

”لیکن مجھے نیند نہیں آ رہی۔“ بکھرے بالوں کو مزید بکھیرتے وہ بے حد الجھا ہوا تھا۔

”کیا ہے ڈارلنگ؟ چلو ناں......! پلیز جانو اٹھو ناں۔“

”پلیز نینا! لیو می الون......“ مون دھاڑا۔ نینا کی نیند سے بند ہوتی آنکھیں پوری کی پوری کھل گئیں۔ نیند بھک سے اڑ گئی۔

”کیا بات ہے مون! کافی پریشان لگ رہے ہو؟...... کیا انسپکٹر عمران نے پھر کچھ گڑبڑ کر دی ہے یا ڈاکٹر جے کمار نے؟“ مون، نینا کی بات بیچ میں کاٹ کر چیخ پڑا۔ توہین سے اس کا چہرہ ابھی تک سرخ سا تھا۔

”شٹ اَپ! جسٹ شٹ اَپ نینا! کیا ان کے علاوہ میری زندگی میں کوئی اور ٹریجڈی نہیں ہو سکتی؟ بولو نینا، بولو؟ بتاؤ مجھے کیا میں انسان نہیں؟ کیا میرے سینے میں دل نہیں دھڑکتا؟ خوبصورت ہوں، پڑھا لکھا ہوں، دولت ہے جو چیز کہے گی مانگے گی لا کر اسی پل دوں گا۔ کیوں؟ پھر وہ مجھے ٹھکراتی ہے؟ کیوں وہ مجھ سے پیار نہیں کرتی؟ کیوں......؟“

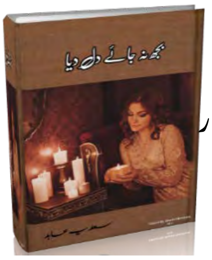
نینا حیرت زدہ سی بدلے بدلے سے مون زبیری کو دیکھ رہی تھی۔ مون سر پکڑے نیچے جھکتا

عہدِ وفا



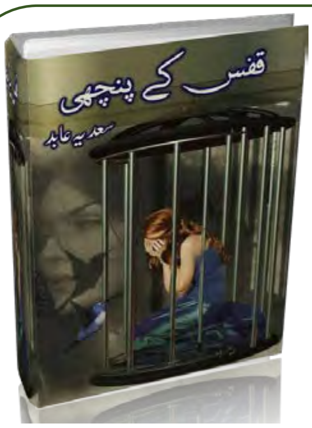
ایمان پریشے کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا مُنفرد ناول، مُحبت کی داستان جو معاشرے کے رواجوں تلے دب گئی، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

بُجھ نہ جائے دِل دیا



سعدیہ عابد کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا شاہکار ناول، مُحبت، نفرت، عداوت کی داستان، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

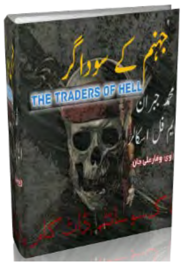
قفس کے پنچھی



سعدیہ عابد کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا شاہکار ناول، علم و عرفان پبلشرز لاہور کے تعاون سے جلد، **کتابی شکل** میں جلوہ افروز ہو رہا ہے۔

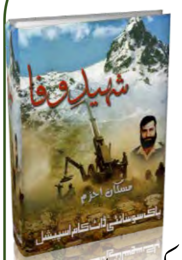
آن لائن پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

جہنم کے سوداگر



مُحمد جبران (ایم فِل) کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا ایکشن ناول، پاکستان کی پہچان، دُنیا کی نمبر 1 ایجنسی آئی ایس آئی کے اسپیشل کمانڈو کی داستان، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

شہیدِ وفا



مُسکان احزم کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا ناول، پاک فوج سے مُحبت کی داستان، دہشت گردوں کی بُزدلانہ کاروائیاں، آرمی کے شب و روز کی داستان پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

آپ بھی لکھیے:

کیا آپ رائٹر ہیں؟؟؟۔ آپ اپنی تحاریر پاک سوسائٹی ویب سائٹ پر پبلش کروانا چاہتے ہیں؟؟؟

اگر آپکی تحریر ہمارے معیار پر پُورا اُتری تو ہم اُسکو عوام تک پہنچائیں گے۔ مزید تفصیل کے لئے یہاں کلک کریں۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام، پاکستان کی سب سے زیادہ وزٹ کی جانے والی کتابوں کی ویب سائٹ، پاکستان کی ٹاپ 800 ویب سائٹس میں شمار ہوتی ہے۔

چلا گیا۔ نینا ٹرانس سے نکل کر کچھ کہتی، پوچھتی مون پھر چیخا۔

''نینا! تم اس وقت یہاں سے چلی جاؤ۔ پلیز! چلی جاؤ یہاں سے۔'' مون برانڈی کی بوتلیں لئے کمرے میں جا گھسا۔ اپنی ضدی طبیعت کی وجہ سے یہی سوچتا رہا کہ انکار کا بدلہ ضرور لے گا۔ ایک عام سی گونگی اسے ٹھکرا گئی۔ اسے جس کے ایک اشارے پر لڑکیوں کی لائن لگ جاتی تھی۔ کبھی سوچتا کہ اسے گولی مار دے گا، تاکہ وہ اس کی کمزوری ہی نہ بن سکے اور نہ کوئی اس کا فائدہ اٹھا سکے۔ مگر ان سب پر محبت کا جذبہ غالب آجاتا وہ ساری رات شراب پیتا، سگریٹ پھونکتا رہا۔ کیونکہ یہ سب اس کی برداشت سے باہر تھا کہ وہ زندگی میں پہلی بار ہارا تھا۔ ایک کمزور سی لڑکی، ایک کمزور سے وجود سے۔

☆......☆

''عمران! سجو ہمیں کچھ بتانا چاہتا تھا۔ شاید تبھی وہ بیچارا مارا گیا؟ اور نور بائی......! وہ...... مجھے پورا یقین ہے کہ وہ ان سے ملی ہوئی ہے اور تمام حالات و واقعات سننے و دیکھنے کے بعد یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ ضرور ہمارا کوئی آدمی ان لوگوں سے مل چکا ہے۔ دیکھو نہ عمران! جو بات ہم دونوں یہاں بیٹھے کر رہے ہیں اگر وہ کسی تیسرے تک پہنچ جاتی ہے تو اس کا مطلب صاف صاف واضح ہوتا ہے کہ ہم دونوں میں سے کسی نے بات لیک کر دی ہے۔'' راحیلہ پریشانی سے گویا ہوئی عمران اس کی باتیں سنتا بے حد خاموش تھا۔

''میں سب سمجھتا ہوں راحیلہ! بٹ تم بتاؤ میں کیا کروں؟ کیا کر سکتا ہوں میں جب اوپر کے تمام افسران سر محل میں جا کر نور بائی کی لڑکیوں پر دل ہار جانے کے بعد انہی کا ساتھ دیتے ہیں۔ جب سب ملے ہوئے ہیں تو کیا فائدہ ہماری محنت کا؟ کیا ملے گا ہمیں اتنی بھاگ دوڑ کر کے؟ بس یہی کہ ہر کیس کے بعد ہم ایک اچھے ساتھی کا ساتھ کھو دیتے ہیں۔ شیٹ......! کچھ بھی نہیں کرتی یہ حکومت۔ اُوں ہونہہ! بیورو کریٹس کا ساتھ دیتے ہیں، اپنے ہی ملک میں سیاست چلاتے ہیں، حرامی، غدار کہیں کے۔ ہونہہ!'' وہ غصے میں مٹھیاں بھینچتا اٹھ کر چلا گیا پیچھے راحیلہ اور بھی پریشان ہو گئی۔ وہ ایک بہت اچھی کرائم رپورٹر ہونے کے علاوہ اپنے کزن عمران کا ہر طرح سے ساتھ دیتی تھی۔ مگر اس الجھن و پریشانی کا سرا ہاتھ آتے ہی گم ہو جاتا تھا۔

☆......☆

یہ گھر باہر کی شکستہ حالی سے کسی عام سے شخص کا گھر لگتا تھا مگر اندر طے پانے والے معاملات اور رہن سہن کسی عام سے شخص کا لگتا ہی نہ تھا۔ مون اس سے ناراض تھا۔ اس بات کا اسے بھی احساس تھا۔ کیونکہ اب پہلے کی طرح نہ اس کے کھانوں کی تعریف کی جاتی، نہ نظروں میں محبت کی وہ جھلک دکھتی اور نہ اب وہ اس کے لیے چوڑیاں اور پائل لاتا۔ حالانکہ وہ جانتا بھی تھا کہ اس کی لائی ہوئی چیزیں وہ پہنتی کب ہے۔ مگر پھر بھی وہ لے آتا تھا۔ خاص کر پائل جس کا گونگی کو کریز تھا اس کے پاؤں میں بندھی پائل مون کی ہی دی ہوئی تھیں۔ بہت مہنگی اور نفیس پائل کے علاوہ گونگی نے دوبارہ کوئی اور چیز لی ہی نہیں۔ مون کی بے رخی اس سے نہ دیکھی جاتی۔ دل کو لاکھ سمجھاتی مگر دل تھا کہ محبوب کے دیدار کے لیے مچلتا ہی رہتا۔ ناراضگی کا سبب بھی وہ خود تھی اور روتی بھی خود تنہا ہی تھی۔ ایک چمکیلی تھی جو اس کی پریشانی میں ساتھ دیتی رہی۔ ایسی باتیں کرتی کہ وہ مسکرانے پر مجبور ہو جاتی شاید ایسا وہ جان بوجھ کر کرتی تھی تا کہ گونگی پریشان نہ ہو۔ روتی تو چمکیلی یہ سمجھ کر خاموش ہو جاتی کہ اپنوں کے ظلم وستم یاد کرتی رہتی ہے۔ مگر وہ کسے بتاتی کہ دل اس سے باتیں کرنے کو، پیار کرنے کو چاہتا ہے۔ مگر دماغ یہاں سے بھاگ جانے پر اُکساتا رہتا ہے۔ اوپر سے نینا آج کل اس پر تپی ہوئی تھی۔ شاید اسے مون کی وجہ سے غصہ آیا ہوا تھا۔ دوسری طرف وہ خود گونگی بن کر تھک چکی تھی۔

اس کا جی چاہتا تھا کہ چیخے چلائے، زور زور سے روئے۔ کسی سے اپنی باتیں، اپنے دکھ کو شیئر کرے۔ مگر یہ سب یہاں بھلا کیسے ممکن تھا۔ جس دن نینا اس بچے کو دے کر پیسے لائی اس سے ایک دن پہلے ہی چمکیلی نے سامان وغیرہ باندھنا شروع کر دیا۔ نینا اور صدف کی بھی کچھ اسی طرح کی سرگرمیاں شروع ہونے لگیں۔ دوپہر کو اس نے نینا کے آرڈر پر ڈھیر سارا کھانا تیار کیا۔ چمکیلی نے اسے بتایا تھا کہ مون کے کچھ دوست آنے والے ہیں۔ رات کو سب ہی کھانا کھا کر شراب اور خوش گپیوں میں مصروف ہو گئے۔ وہ تنگ ہو کر چھت پر آ گئی یہ ایک واحد جگہ تھی۔ جہاں وہ خود کو پُرسکون محسوس کرتی تھی۔ وہ گھٹنوں پر سر ٹکائے پاؤں میں بندھی پائل سے کھیلنے لگی۔ بائیں ہاتھ میں وہ پیپر دبا ہوا تھا۔ جو مون لکھ کر ڈائننگ ٹیبل پر ہی چھوڑ گیا تھا۔ صفائی کرتے ہوئے وہ پیپر بھی اٹھا لائی تھی۔ مسکرا کر اس نے مڑے تڑے سے پیپر کو دوبارہ کھولا جس سے اس دشمن جاں کے خیالات واضح سمجھ میں آتے تھے۔

"میں نے تم سے
تمہیں مانگا
تو خفا ہوئے
تم یہ بھی تو کہہ سکتے تھے
میری جان!
اپنی چیزیں بھی بھلا مانگی جاتی ہیں"

پیپر پڑھ کر وہ مسکرانے لگی۔ گونگی روزانہ چھت پر کچھ دیر کے لئے آتی تھی۔ مگر اسے کبھی پتہ ہی نہ چلا کہ ہال والے کمرے کا روشن دان چھت کی طرف کھلتا ہے۔ جہاں جالی لگی ہوئی تھی ابھی بھی پیپر کو دیکھتے وہ کچھ سوچ رہی تھی جب...... "ہم یہ کام بھی آسانی

سے کر لیں گے خالہ جانی! آپ فکر ہی نہ کریں۔'' مون کی آواز پر وہ جھک کر جالی سے اندر دیکھنے لگی۔ جہاں مون اور نینا کے علاوہ اور بہت سے انجانے چہرے بھی موجود تھے۔ مون ایک سجی ہوئی پکی عمر کی عورت کے پاس بیٹھا مسکرا رہا تھا۔

''مجھے صرف اس کرائم رپورٹر کی وجہ سے غصہ آ رہا ہے۔ اس نے تو آج کل ہمیں ہی اپنا ٹاپک بنا رکھا ہے۔ سجو! سجو! سجو! اس کے علاوہ تو اسے کچھ اور سوجھتا ہی نہیں۔ میں تو کہتی ہوں اسے بھی سجو کے پاس پہنچا دو۔ سوچو تو اگر ہم سجو کو نہ مرواتے تو یہ کرائم رپورٹر اور انسپکٹر عمران ہمارے سروں پر پہنچ جاتے۔''

چشمہ درست کرتے وہ آدمی مسکرا دیا۔

''نور بائی! کیوں ٹینشن لیتی ہو؟ ہم ہیں ناں۔''

''کیا ہم ہیں ناں؟ کرتے تو کچھ نہیں انسپکٹر شاہد تم۔''

''ارے! ارے! اور کیا کروں؟ سجو کو مار دیا۔ اس ڈاکٹر وکرم کے لئے سازش تیار کی اور...... اور وہ ڈاکٹر جے کمار کے بیٹے کا پلان میں نے ہی بنایا تھا۔ اور تو اور وہ......''

''اچھا اچھا بس کر اب۔ سوچنے دے مجھے کچھ۔ ایک بندہ ٹپکا دیا ہے سالے پولیس والے نے میرا۔ کمینہ کہیں کا۔ بس جو کہا ہے وہی ہو گا۔ اے حوالدار تو نے مجھے مکمل انفارمیشن دینی ہے پل پل کی۔ صبح فجر سے پہلے ہم اپنا ٹھکانہ بدل دیں گے، اور خرم تو اپنا سامان یہاں سیٹ کر لے۔ اب یہ گھر تیرا ہے۔ بلکہ تیرا گفٹ ہے۔'' خرم نے باچھیں کھول دیں منہ سے رال ٹپکنے لگی۔

''ہاں! ہاں! بھجوا دیا کروں گی روز تیرے لئے کسی سندریا کو۔'' نور بائی آنکھ مار کر ہنسیں۔ خرم کا دل بلیوں اُچھلنے لگا۔

''اور شیرو تو بتا کوئی اور بات۔ کوئی خطرہ، کوئی نئی چال؟''

''نہیں کچھ نہیں سرکار! بس یہ کام ہے بڑا مشکل صاحب جی؟ عمران نے اپنے بندے ہر جگہ پھیلا رکھے ہیں، اور ہر قسم کی ٹریجڈی کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔'' عمران کے ملازم نے کہا تو مون بے ساختہ ہنس پڑا۔

''تو کیا اس کمینے نے اسٹیشن پر بھی نظر رکھی ہوئی ہے؟'' شیرو مون کی بات پر داد دیتے ہنسا تو باقی سب بھی ہنس دیئے۔ نور بائی نے پیار سے بھانجے کی ذہانت کو دیکھا تھا۔

''نہیں سرکار! نہیں۔ اس پر تو بم بلاسٹ کے بعد ہی نظر رکھے گا ناں بیچارا۔''
شیرو اور شاہد ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہنس دیئے۔

''یہ کام میں خود کروں گا۔ خرم بریف کیس میرے حوالے کر کے خود اپنی گاڑی میں آجاؤ گے اور میں......'' نینا نے فوراً مون کی بات کاٹ دی۔

''مگر تم اکیلے؟'' ماں کے گھورنے پر وہ یکدم چپ کیے بیٹھ گئی۔

''اور میں جیسے ہی گاڑی اسٹیشن سے 15 منٹ کے فاصلے پر ہو گی وہاں بریف کیس رکھ کر اپنی گاڑی میں واپس آجاؤں گا۔ میرے ساتھ صرف دلاور ہو گا، اور بس کام ختم۔'' مون نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ایسے مارا جیسے ابھی ابھی فتح نصیب ہوئی ہو۔

''اوہو بھئی! اسٹیشن پر تو پولیس موجود ہو سکتی ہے۔''

''میری جان! پولیس صبح فجر سے پہلے کون سا پہرہ دیتی ہے؟ سالے سارے ہی دھت پڑے ہوتے ہیں۔ بیویوں کی بانہوں میں۔'' کہہ کر ہنستے ہوئے مون نے شراب کا گلاس اٹھا لیا۔ کتنے غرور سے وہ اپنی نشست پر بیٹھا انسانوں کی زندگیوں کا حساب کر رہا تھا۔

''اسٹیشن پر جیسے ہی گاڑی آ کر رُکے گی تقریباً 10,8 منٹ بعد بم بلاسٹ۔'' منہ پر ہاتھ رکھے اس نے اپنی چیخوں کو روکا تھا۔ ہاتھ میں پکڑے کاغذ کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس نے ہوا میں اچھال دیئے اور آہستگی سے وہاں سے اٹھ آئی آنکھوں میں ڈھیر سارے آنسو لیے، اگلے دن وہ چمکیلی، نینا، دلاور، ثاقب سفر کے لئے نکل پڑے۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ کہاں جا رہے ہیں۔ مگر اتنا تھا کہ وہ اس دشمن جاں سے سخت خفا ہو چکی تھی۔ جو کتنا ظالم تھا اور کھٹور بھی کہ اس کے معصوم دل کو خبر ہی نہ تھی۔ اپنے پرس کو ساتھ لٹکائے جب وہ چمکیلی کے ہمراہ نکلنے لگی تھی۔ تب اس نے اس کی کلائی تھام کر اسے روک لیا تھا۔ نینا منہ بناتی فوراً باہر نکل گئی باقی سب بھی آگے پیچھے نکل چکے تھے۔ وہ اتنے دنوں سے اس سے ناراض تھا، اور جب منانے کے لئے آگے بڑھا تھا تو وہی اس سے خفا ہو چکی تھی۔ تلخی سے اس کی آنکھوں میں گھورتے گونگی نے فوراً اپنی کلائی چھڑا لی اور جھٹکے سے مڑ کر گاڑی میں جا بیٹھی۔ اسے مون سے خوف محسوس ہونے لگا۔ اس کے معصوم دل نے تو کتنا بلند درجہ دیا تھا مون کو۔ مگر وہ تو اس قابل ہی نہ تھا۔ اداس دل، بجھے بجھے چہرے کے ساتھ وہ آ تو گئی تھی مگر

آگے ٹرین دیکھ کر اسے کپکپی طاری ہو گئی۔ بہ مشکل وہ چمکیلی کے ساتھ چپکی ٹرین میں سوار ہوئی تھی۔ سارے راستے وہ خوفزدہ رہی اوپر سے ثاقب کی نظریں تھیں جو کسی مشین کی طرح اس کے ایکسرے کر رہی تھیں۔ سب ہی ہلتی ہوئی، ہچکولے لیتی گاڑی میں مزے کی نیند سو رہے تھے۔ جبکہ وہ چمکیلی کی ٹانگوں سے چپکے ہولے ہولے لرزتے روئے جا رہی تھی۔

☆......☆

دوسرے دن جیپ میں سوار وہ سب خوبصورت ہرے بھرے علاقے میں موجود تھے یہ ایک گاؤں تھا۔ درختوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ گھروں کی صرف چھت ہی دور سے دکھائی دیتی تھی۔ جنگل میں کچا مگر ایک صاف ستھرا مکان تھا جو دوسرے گھروں سے کافی فاصلے پر تھا۔ تھوڑی دیر میں وہ سب وہاں موجود تھے۔ جیپ سے سارا سامان لا کر گھر کو سیٹ کر دیا۔ صحن میں بنا کچا چولہا اسے کام کرنا بے حد مشکل لگا۔ لکڑیوں کو جلانا اور پھر ان پر کچھ پکانا، اور دھواں اُف توبہ۔ شکر تھا کہ پانی کنویں سے دلاور بھر کر لاتا تھا ورنہ وہ تو دوسرے دن ہی بیمار پڑ جاتی۔ کام ختم کر کے اس نے شکر ادا کیا ہاتھ دوپٹے سے صاف کرتے اس نے مڑ کر چمکیلی کو دیکھا جس کا ریڈیو چل کے نہیں دے رہا تھا۔ دوسرے کمرے میں نینا اور ثاقب ساتھ لائے ہوئے اخبار پر مارکر سے مارکنگ کر رہے تھے۔ جس کے بعد چائے پی کر دونوں جیپ لیتے جنگل کی سیر کو نکل گئے۔ دلاور باہر کلہاڑی لیے لکڑیاں کاٹ رہا تھا۔ چمکیلی ریڈیو پر آنے والے گانے کے میوزک پر ناچ رہی تھی۔ وہ آہستگی سے اٹھ کر اندر چلی گئی، اور اخباریں دیکھنے لگی۔ جن پر مارکنگ کی گئی تھی۔ کچھ چوری اور کچھ قتل کی تھیں جن پر مارکر پھیر کر انہیں واضح کیا گیا تھا۔ وہ سب کچھ سمجھ گئی کہ یقیناً یہ ان کے کالے کرتوت ہیں۔'' آنکھ سے آنسو نکل کر اخبار میں گم ہو گئے۔ تبھی اس نے انسپکٹر عمران کی تصویر دیکھی جو کسی بم دھماکے کے سلسلے میں کھینچی گئی تھی۔ اس کا دل مزید دکھ سے بھر آیا کہ یقیناً جس بم دھماکے کی مون بات کر رہا تھا وہ پلان کامیاب ہو چکا ہے۔ صفحہ پلٹا تو نظر اس چہرے پر پڑی جو اب اس کا واحد سہارا تھا یہ ایک کالم تھا جس کے آخر میں کچھ نمبر بھی درج تھے وہ تیزی سے دوسرے اخبار میں بھی وہی کالم ڈھونڈ کر پڑھنے لگی۔ تبھی مون اچانک اندر آ گیا اسے یوں اپنے سامنے دیکھ کر وہ گھبرائی سی کھڑی ہو گئی اور پھر چمکیلی کے آنے پر فوراً باہر چلی گئی۔ جبکہ مون کوٹ رکھ کر وہی صفحہ کھولے پڑھ رہا تھا۔ جسے پڑھتے پڑھتے گونگی اٹھ

کر چلی گئی تھی۔

☆......☆

''کھانا کب ملے گا؟'' موڑے کو ٹھیک کر کے بیٹھتے مون نے ایک نظر اسے دیکھا جو دھواں دار چولہے میں کب سے آگ جلانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ بار بار پھونکیں مارتی اور پھر فوراً پیچھے ہو کر آنکھوں سے آنسو صاف کرتی۔ نیلی نیلی آنکھیں دھوئیں سے سخت خفا لگ رہی تھیں۔ جانے وہ کس کس سے خفا تھیں۔ مون نے مسکراتے ہوئے ہاتھ آگے کر دیا۔

''لاؤ میں کوشش کرتا ہوں۔'' گونگی نے فوراً پھونکنی اس کی طرف بڑھا دی۔ دو تین بار کوشش کے بعد آگ جل چکی تھی۔ جہاں اب وہ روٹیاں بنا رہی تھی، مون کی نظریں اس کے دونوں ہاتھوں پر ٹکی ہوئی تھیں۔

''میں تمہارے لیے کچھ لایا تھا۔ چمکیلی کے لیے بھی۔ تم چمکیلی سے اپنی چیزیں لے لینا۔'' اس کے دل نے یک دم چیخ کر کہا تھا۔

''نہیں اب نہیں! اس حرام کی کمائی سے کچھ بھی نہیں۔'' اس کے لب ساکت سے ایک دوسرے میں پیوست تھے۔ ''ویسے مجھے معلوم ہے تم مجھ سے کیوں ناراض ہو۔'' مون نے اس کے پاؤں کو دیکھا۔ جن کی خوبصورتی میں پائیلوں نے مزید اضافہ کیا تھا وہ مسکرا دیا۔

''میں خود کو روک نہیں سکتا یا شاید کہ دل کو۔ مگر میں روکنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ مجھے، میرے دل کو اچھا لگتا ہے تمہیں دیکھنا۔ تم سے باتیں کرنا، تمہارے لیے چیزیں خریدنا، تم سے پیار......!'' جانے کب اس نے آخری روٹی ڈالی اور برتن اٹھائے اندر چلی گئی۔ پائیل کی چھن چھن پر مون نے مڑ کر دیکھا تو وہ اندر چٹائی پر کھانا لگا رہی تھی۔ گھر پر کوئی بھی نہ تھا۔ چمکیلی دلاور کے ساتھ کنوئیں تک گئی تھی۔ باقی سب گھومنے گئے تھے۔ مون کو اس کا یوں بات کے درمیان میں اٹھ کر چلے جانا بے حد برا لگا تھا۔ برتن رکھ کر اس نے گیلے ہاتھ اپنے دوپٹے سے پونچھتے دروازے پر دستک دے کر کھانا لگنے کا اشارہ دیا۔ مون نے اٹھ کر اندر جانے کی بجائے قدم اس کی طرف بڑھا لیے۔ اس طرح اسے بالکل اپنے سامنے کھڑے دیکھ کر گونگی نے دوپٹے کا کونا دائیں ہاتھ سے پکڑ کر چہرہ چھپایا اور نگاہیں جھکا لیں۔ اس کا

دل سینے میں زور زور سے دھڑکنے لگا۔ مون کی گرم گرم سانسیں اس کے چہرے پر پڑنے لگیں۔ چھوٹے چھوٹے فوجی کٹ بال، سرخ و سفید چہرہ، سیاہ گہری براؤن آنکھیں، دبیز مونچھیں اس پر مکمل سیاہ ڈریس اور کندھے پر شال وہ کسی ریاست کا روٹھا ہوا مغرور شہزادہ لگتا تھا۔ وہ خوفزدہ سی سر جھکائے نیچے دیکھتی رہی۔

''تم سمجھتی کیا ہو خود کو؟ کیا ظاہر کرنا چاہتی ہو اپنے اس رویے سے؟ کہ تم مجھ سے نفرت کرتی ہو؟ بولو! جواب دو......! میں اپنی مرضی کا آپ مالک ہوں اور جو چیز میری ہوتی ہے اس پر میں مکمل اختیار رکھتا ہوں۔ سمجھیں تم!'' مون نے دروازے پر زوردار مکا مارا تھا۔ وہ مزید کنفیوژ ہوتی چلی گئی۔ وہ دشمن جاں جانے کیا چاہتا تھا اس سے۔

''یہ گھر یہ لوگ سب میرے ہیں اور میری مرضی ہی کے مطابق کام کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ سانس بھی میری مرضی سے لیتے ہیں۔ اور تم! کان کھول کر سن لو کہ تم بھی اب ان میں شامل ہو، اور اب تم بھی وہی کرو گی جو میں کہوں گا۔ جو میں چاہوں گا۔ بند کرو یہ رونا دھونا اور دفع ہو جاؤ میری نظروں کے سامنے سے۔ آئی سے شٹ اَپ! اینڈ گیٹ آؤٹ! گیٹ آؤٹ!'' مون زور سے دھاڑا تھا۔ جیسے بھوکا شیر دھاڑتا ہے۔ اس کے معصوم کانوں میں خطرناک آواز چیختی تھی۔ وہ سائیڈ سے ہو کر بھاگتی ہوئی اپنے اور چمکیلی کے مشترکہ کمرے میں جا گھسی۔ پیچھے مون نے غصے میں چٹائی پر سلیقے سے رکھے برتنوں کو اپنی کھیڑی سے زوردار ٹھوکر لگائی۔ روٹی سمیت برتن اِدھر اُدھر بکھر گئے۔

''روک تو لوں ان آنکھوں کو تجھے دیکھنے سے
اس دل کا کیا کروں جو دھڑکتا ہے تیرے لیے''

☆......☆

لاکھ بار چمکیلی نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی مگر وہ انکار کر گئی۔ مون کے غصے سے وہ خاموش بیٹھی تھی، دل تھا کہ بس پتے کی طرح لرز رہا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اپنے لیے کوئی بھی مصیبت کھڑی کر لے۔ کیوں کہ وہ مون زبیری کو جانتی تھی، اس کے غصے سے واقف تھی۔ پھر بھلا وہ کیسے یہاں سے کہیں اور بھاگ کر جا سکتی تھی۔

''ہیلو جانِ من! کیسی ہو تم! یہاں کیا کر رہی ہو؟ تمہیں تو سرمحل میں رانی ہونا چاہیے تھا۔'' ثاقب کی آواز پر وہ حیرانگی سے پلٹی، وہ اور چمکیلی گھومتے گھومتے ندی تک آ گئی

تھیں۔ پہلے اس نے چمکیلی پر پانی کے چھینٹے پھینکے اور پھر چمکیلی نے بدلہ لیا۔ اس طرح کرتے کرتے دونوں بہت بھیگ گئی تھیں اور اس نے خود ہی چمکیلی کو گھر کپڑے لینے بھیجا تھا۔ اس کا تمام جسم واضح طور پر دکھائی دے رہا تھا۔ تمام کپڑے گیلے ہو کر جسم کے ساتھ ہی چپک گئے تھے، اور ثاقب جانے کب سے اس کی تاک میں بیٹھا تھا۔ شراب کی بوتل کو منہ لگائے وہ اس کی طرف بڑھا۔ گونگی اٹھ کر حواس باختہ سی اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔

"ارے! کیوں دور بھاگ رہی ہو مجھ سے؟ کاش کہ تم میری ہوتیں تو میں......!" ثاقب مزید اس کے پاس ہوا وہ پیچھے ہوتے ہوئے گر گئی۔ ثاقب نے مسکراتے ہوئے اپنے 32 دانتوں کی نمائش کرواتے اسے اٹھانا چاہا جس کے نتیجے میں وہ رو پڑی۔ کیونکہ اب اس کا دوپٹہ بھی ثاقب کے ہاتھ میں تھا۔ بالوں سے پانی نچڑ رہا تھا۔ اسے اب اپنی حالت پر خود شرم آنے لگی۔

"نہیں! نہیں! خدا کے لیے مجھے چھوڑ دو۔ پلیز! میرے ساتھ ایسا مت کرو پلیز!"

"ارے! واہ! تم تو بول سکتی ہو!" ثاقب حیرت زدہ سا ہوتا ہنس پڑا۔

"وہ......" اسے اپنی بے وقوفی پر غصہ آنے لگا۔ ہنستے ہوئے ثاقب کو زوردار تھپڑ جڑتے وہ بھاگنے لگی تھی۔ ثاقب نے غصے میں اس کے بالوں کو پکڑنا چاہا۔ نتیجتاً پچھلا گریبان ثاقب کے ہاتھ میں آ گیا اور جس تیزی سے وہ بھاگنے کو تھی اسی تیزی سے گریبان پھٹتا ہوا ثاقب کے ہاتھ میں رہ گیا۔ خود کو چھپانے کی ناکام کوشش کرتے وہ چیخ چیخ کر روتے چمکیلی کو بلانے لگی۔ ثاقب خالی بوتل پھینک کر اس پر بھوکے گدھ کی طرح جھپٹ پڑا۔ اس کے کپڑے جگہ جگہ سے پھٹ چکے تھے۔ خود کو بچاتے ہاتھ پتھر پر پڑا اور اس نے سیکنڈ لگائے بغیر دو تین وار ثاقب کے سر پر کیے اور اسے پیچھے دھکیلتی خود اٹھ کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ جیسے ہی درخت کے ساتھ ہوتی ہوئی دوسری طرف مڑی بے حد برے طریقے سے کسی سے ٹکرا گئی۔ مون کو اپنے سامنے دیکھ کر اس سے کچھ بولا ہی نہ گیا۔ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپائے وہ رو دی۔ جبکہ مون نے حیران ہو کر اس کے بکھرتے وجود کو سرخ آنکھوں سے دیکھتے شرم سے نظریں دوسری طرف کر لیں، اور پھر اسے فوراً ساتھ لگا لیا۔ گونگی بھی اس کے چوڑے سینے پر سر ٹکائے آنسو بہانے لگی۔ نینا بھی پریشان ہو گئی کہ شاید گاؤں کے لوفر آوارہ لڑکوں نے گونگی سمجھ کر اس کی عزت سے کھیلا ہے۔ مگر دل ہی دل میں وہ بے حد خوش تھی۔ پیچھے

سے آتی لہراتی ہوئی چمکیلی پاس آتے ہی دھک سی رہ گئی۔ مون غصے سے اسے جھنجوڑتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

''کس نے کیا ہے یہ سب! وہ بولے مجھے بتاؤ گونگی! میں اس حرامی، کتے کو زندہ نہیں چھوڑوں گا بولو! جواب دو مجھے!'' وہ خاموشی سے روتی رہی اس کا جسم خوف کے مارے تھرتھر کانپ رہا تھا۔ مون کا بس نہ چل رہا تھا کہ کیا کر دے۔

''ہائے! ہائے اللہ ری گونگی! کیا ہوا؟ بتا مجھے کس کمینے کی حرکت ہے یہ؟'' چمکیلی کے گلے لگتی وہ پیچھے دیکھنے لگی۔ جہاں سے اب ثاقب ہاتھ میں گونگی کا دوپٹہ لیے نشے میں لہراتا آرہا تھا۔ مون نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے اپنی نظریں اس کے وجود پر گاڑ دیں۔ نینا کے طنزیہ چہرے پر ایک سایہ آٹھہرا۔ روتی ہوئی گونگی نے انگلی سے ثاقب کی طرف اشارہ کر ڈالا۔ ثاقب مارے خوف کے وہیں کا وہیں کھڑا رہ گیا۔

''یہ......! یہ کمینی جھوٹ بولتی ہے سرکار! یہ گونگی نہیں ہے بول سکتی ہے۔ سالی پولیس والوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ میرا یقین کرو نینا! نینا میں سچ کہہ رہا ہوں۔ یہ ہمیں دھوکا دے رہی ہے یہ بولتی ہے۔ میں نے خود سنا ہے۔ یہ...... یہ......!'' ثاقب بھاگتا ہوا آ کر مون کے قدموں میں گر گیا۔

''مم...... مجھے معاف کر دو سرکار! دوبارہ ایسی غلطی نہیں ہو گی کبھی نہیں۔ میری بہن گونگی۔ میں تیرے آگے ہاتھ جوڑ کر معافی......'' وہ کچھ اور بولتا کہ پیچھے سے مون کی لات لگتے ہی وہ دور جا گرا۔ اس کے بعد وہ رُکا نہیں۔ نینا مون کو روکنے کی ناکام کوشش کرتی رہی۔ وہ چمکیلی کے ساتھ کھڑی خوفزدہ سی ثاقب کو پٹتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ چمکیلی نے اسے ساتھ لگا لیا۔ نینا نے بھی منہ موڑ لیا۔ کیونکہ وہ کئی بار ثاقب اور توقیر کی مشترکہ خواہش کو ٹال چکی تھی۔ حالانکہ مون اسے کافی ڈرا دھمکا چکا تھا۔ مگر اب دوبارہ غلطی پر موت اس کا مقدر تھی۔ دوبارہ مڑ کر وہ ثاقب کو دیکھنے لگی۔ جو ہلکی ہلکی سانسوں کے ساتھ بے ہوش ہونے کو تھا۔ اس پر جھکتے مون زبیری نے دونوں ہاتھوں میں پکڑے پسٹل کا رخ ثاقب کی آنکھوں کی طرف کر دیا۔ ثاقب کی چیخیں نینا کے کانوں پر رکھے ہاتھ، وہ کھلے منہ کے ساتھ اس منظر کو دیکھ رہی تھی۔

''ٹھاہ ٹھا۔ کی آواز کے ساتھ وہ سانس تک لینا بھول گئی اور اگلے ہی پل وہ زمین پر آ گری۔

☆......☆

اس دن کے بعد سے اسے مون سے مزید خوف محسوس ہونے لگا، وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کوئی اتنے برے طریقے سے کسی کو مار سکتا ہے؟ بھلے غلطی ثاقب کی تھی مگر مون کا اسے اس طرح گولیاں مارنا اسے ہراساں کر گیا تھا۔ نینا مون سے لڑتی رہی کیونکہ ثاقب اس کا بہت گہرا دوست تھا۔ زیادہ غصہ اسے گونگی کی وجہ سے مارنے پر آیا تھا۔ دلاور مرغی صاف کر کے لایا تو وہ اور چمکیلی چولہے کے پاس جا بیٹھیں۔ مگر اندر سے آتی نینا کی تیز آواز اسے مزید خوفزدہ کر گئی۔

''کیا ضرورت تھی اس مصیبت کو گھر میں رکھنے کی؟ جس کی وجہ سے تمہارا دماغ آج کل بالکل کام نہیں کرتا ہے۔ ہر ایک کو تم سے شکایتیں ہونے لگی ہیں۔ آج ثاقب مرا ہے کل جانے کس کی باری ہو۔''

''جس کی غلطی تھی وہ مر گیا۔ منع کیا تھا اسے کہ دوبارہ آنکھ بھی اٹھا کر نہ دیکھنا اس کی طرف، اور وہ کمینہ سالہ اس کی عزت......!''

''اگر گونگی کی جگہ میں ہوتی تو کیا تب بھی تم......!'' نینا نے بے حد آہستگی سے کہا۔

''ہاں! تب بھی اسے مار ڈالتا، لیکن اسے تمہارے ساتھ زبردستی کرنے کی ضرورت ہی کیا پڑتی۔ تم خود ہی پیش کرتی ہو اپنا جسم دوسروں......''

''ہاں! تو سوواٹ؟ کیا تمہاری ماں ایسا نہیں کرتیں۔ یہ تو ہمارا پیشہ ہے جسے شاید تم بھولنے لگے ہو۔ اس گونگی کی وجہ سے......!'' اور یہ تم بھی اچھی طرح سُن لو کہ مما اس گونگی کو بھی کوٹھے کی زینت......!'' نینا کی بات بیچ میں رہ گئی۔

''نینا! آ......آ......آ......!'' مون اتنی زور سے دھاڑا تھا کہ...... گونگی نے پہلے کوٹھے کے نام پر چھری مرغی کی بجائے ہاتھ پر چلا دی، اور پھر مون کے دھاڑنے پر یکدم ''سی...... ای...... ای......'' کرتے دوپٹے سے ہاتھ کو پکڑنے لگی۔ جبکہ اندر نینا نے خوفزدہ ہو کر سرخ آنکھوں میں آتے جاتے رنگ دیکھے۔

''میں تو نہیں......! یہ...... یہ......تو مما...... آ......'' نینا جلد بازی میں گڑبڑا گئی۔

''بس ایک لفظ اور نہیں ورنہ......'' مون نے دانت پیس ڈالے۔

''ورنہ......؟''

''ورنہ میں یہ بھول جاؤں گا کہ تم نینا ہو۔'' مون مڑ کر جانے لگا۔

''اس گونگی کے لیے تم مجھ سے...... مجھے......!'' نینا اپنی توہین پر سرخ ہوگئی۔

''ہاں! کیونکہ میں گونگی سے پیار کرتا ہوں۔'' باہر چمکیلی اس کے ہاتھ پر پٹی کرتے مسکرا دی۔ جبکہ اسے اپنے زخم میں مزید تکلیف ہونے لگی ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔

''دیکھ لینا! مون! اس گونگی کا پیار ایک دن تمہیں لے ڈوبے گا۔ کمینی پولیس والوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے، اور اس نے جان بوجھ کر ثاقب کو مروایا ہے۔ یہ تمام پلان بنا کر آئی ہے یہاں۔ سالی......! مجھے...... مجھے نینا کو راستے سے ہٹا......!'' نینا شراب پیتے ہوئے الٹا سیدھا بول رہی تھی۔ تیزی سے باہر آتے مون نے رُک کر کچن میں بیٹھی گونگی کو دیکھا اس سے سر ہی نہ اٹھایا گیا۔ جبکہ اس کے روتے ہوئے پریشان چہرے کو دیکھتے ہوئے ہاتھ میں بندھی پٹی کو دیکھنے لگا۔ مون کے جاتے ہی چمکیلی نے زور زور سے ہنسنا شروع کر دیا۔ جبکہ وہ ہونق بنی چمکیلی کو ہنستے ہوئے دیکھتی رہی۔

☆......☆

پر اب! کیا میں اس کوارٹر کی تلاشی لے سکتی ہوں؟'' راحیلہ نے کچھ سوچتے ہوئے عمران سے کہا جو کوڈ 3 کے بندے کی انفارمیشن دیکھ رہا تھا۔

''کیا کرو گی راحیلہ؟ اسے دیکھ کر؟ میں ہر طرح سے چیک کر چکا ہوں اس کوارٹر کو۔ وہاں ایک عام سا شخص رہتا ہے۔ جس کا نام خرم ہے ایک نوکرانی ہے ادھیڑ عمر کی۔ ساتھ ہی دکان ہے کریانے کی اس پر ملازم ہے۔ کافی پوچھ گچھ کر چکا ہوں۔ مگر کوئی فائدہ نہیں۔'' عمران کافی مایوس تھا۔

''کوڈ 3 نے ہمیں انفارمیشن تو ٹھیک دی تھی پھر کیوں؟''

''کوڈ 3 بہت وفادار ہے ہمارے ساتھ۔ بندہ ان کا ہے، رہتا ان کے ساتھ ہے مگر کام ہمارے لیے کرتا ہے بغیر ڈرے۔ کیونکہ اسے موت سے کوئی خوف نہیں۔ یقیناً اس نے انفارمیشن تو ٹھیک دی تھی۔ مگر نور بائی کے بندوں نے ٹھکانہ تبدیل کر لیا، وہ کسی گونگی کا بھی ذکر کر رہا تھا۔ جواب سرکار کی کمزوری بن چکی ہے۔ فرض کرو اگر وہ گونگی ہمارے ہاتھ لگ جائے تو سرکار کو اریسٹ کرنا پھر کوئی مشکل کام نہ ہوگا۔ مگر وہ گونگی ہاتھ آئے کیسے؟'' عمران مختلف زاویوں سے کوئی حل تلاش کرنے لگا۔

''کوڈ 3 ہوسکتا ہے ہماری مدد کر دے اس سلسلے میں؟''

''اوں ہوں......! سرکار کے بندے ہر وقت گونگی کی تاک میں بیٹھے ہوں تو کوڈ 3 کیا کرلے گا۔ اور پھر......!'' شور ہونے پر وہ رُک کر حوالدار سے پوچھنے لگا۔

''کیا بات ہے حوالدار! کیسا شور ہے یہ؟''

''سَر! حادثے میں مرنے والوں کے لواحقین نے ہڑتال کر دی ہے۔''

''ٹھہرو! میں خود بات کرتا ہوں۔'' عمران اٹھتے اٹھتے پھر بیٹھ گیا۔ حوالدار کہہ رہا تھا۔

''نہیں سَر! آپ چھوڑیں ہم لاٹھی چارج کر کے قابو پالیں گے۔ ساتھ ساتھ سَر! وہ پتھراؤ بھی کر رہے ہیں۔ یہ نہ ہو کہیں آپ کو نقصان پہنچا دیں۔'' عمران مزید پریشانی میں ڈوب گیا۔ صبح فجر سے پہلے ایکسپریس میں بم دھماکے نے تو اس کی کمر ہی توڑ کر رکھ دی تھی۔ دوسرا دن تھا اسے کچھ کھائے ہوئے، سمجھ نہ آتا کہ کرے تو کیا کرے۔ لوگوں کو کیسے سمجھائے کہ ''ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھے ہیں۔'' راحیلہ اس کوارٹر کی تلاشی کی دوبارہ اجازت لے کر پچھلے دروازے سے باہر نکل گئی۔

☆......☆

کیا ہے؟ پہلے پولیس والے تنگ کرتے تھے اب صحافی بھی اٹھ کر آنے لگے ہیں۔ چلی جاؤ! جا کے اپنا کام کرو!'' دروازہ بند ہونے لگا تھا جب حوالدار آگے ہوا۔

''یہ انسپکٹر عمران کی پرمیشن سے آئے ہیں۔'' حوالدار نے پیپرز آگے کر دیا۔ خرم نے دروازہ کھول دیا۔ راحیلہ، خرم کو گھورتی اندر آ گئی۔ فوٹو گرافر ساتھ ساتھ تصویریں کھینچتا جا رہا تھا۔ تمام گھر کی تلاشی لے کر وہ مایوسی سے موبائل پر عمران کا نمبر ملانے لگی۔ عمران سے باتیں کرتی وہ چھت پر آ گئی۔ عمران نے اسے فوراً واپس آنے کو کہا تھا۔ وہ موبائل آف کر کے نور بائی اور اس کی چالاکیوں کو سوچنے لگی۔ ٹہلتے ہوئے جیسے ہی وہ جانے کے لیے واپس مڑی اس کی نظر روشن دان کے پاس پڑی تصویر تک گئی اور راحیلہ نے فوراً جا کر وہ تصویر اٹھالی اور پھر نظر پڑتے ہی خوشی کے بھرپور لہجے میں چیخی تھی۔ ''ایشال۔''

☆......☆

توقیر اور صدف صبح سویرے آ پہنچے۔ چمکیلی نے اسے جگایا تو وہ بھی اٹھ کر جلدی جلدی ان کے لیے ناشتہ تیار کرنے لگی۔ ناشتہ رکھتے اس کی نظر نینا اور مون پر پڑی۔ جو ٹی

وی پر کچھ سیٹ کر رہے تھے۔
''کیا صبح صبح انہیں فلم کی پڑ گئی۔'' ناشتہ کرتے سب کی توجہ ٹی وی کی طرف تھی۔
''ہفتہ 11 جون، اچانک بلیک اسکرین کی جگہ ریل گاڑی نے لے لی اور جیسے ہی ریل گاڑی رُکی زور دار طریقے سے دھماکہ ہوا، اور اگلے 10 ڈبے دھواں دھواں ہوتے اڑ گئے۔ وہ جو نیند میں تھی۔ اس کی نیند بھک سے اڑ گئی۔ منہ کھلا اور آنکھیں دنگ رہ گئیں۔ لوگوں کی لاشیں اِدھر اُدھر بکھری پڑیں تھیں۔ پٹڑی پر ڈبے کے ٹکڑوں کے ساتھ انسان خون میں لت پت پڑے تھے۔ لوگ لاشوں کی قریب حواس باختہ سے جمع ہونے لگے۔ آس پاس کے لوگ بھی آ پہنچے لوگوں کی چیخ و پکار، بچاؤ بچاؤ کی آوازیں، بچوں کا رونا، عورتوں کا پیٹنا عجیب سا سوگ کا منظر تھا۔ لوگ اپنے اپنے عزیزوں کے ٹکڑے اٹھائے انہیں پہچاننے کی کوشش کر رہے تھے جو مر چکے تھے وہ پہچانے نہ جا رہے تھے، اور جو زندہ تھے وہ مدد کے لئے چلا رہے تھے۔ کوئی خون میں لت پت کسی ٹوٹے ہوئے ڈبے کے نیچے سے ''بچاؤ بچاؤ'' چلا رہا تھا، کوئی کسی کھڑکی سے آدھا باہر آدھا اندر لٹکے ہوئے آخری سانسیں لے رہا تھا۔ عجیب سا عالم تھا وہاں پر۔ وہ منہ کھولے اپنی آنکھوں سے تمام منظر سانس روکے دیکھ رہی تھی جبکہ وہ سب ناشتہ کرتے ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے قہقہہ لگاتے ہنس رہے تھے۔ پلان کامیاب ہونے پر ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے۔ سوائے چمکیلی کے جو کچھ غصے اور حیرانی سے بیٹھی تھی۔ وہ مڑ کر حیرت زدہ سی مون کو دیکھنے لگی۔
''اپنا ننھا سا کانچ جیسا نازک دل کس کو دے ڈالا تھا؟ کتنا سفاک، ظالم، بے حِس، بے رحم تھا وہ!'' آنسوؤں اور حیرتوں سے بھرپور نظریں اس پر ٹکائے رنج وغم کی کیفیت میں گھری بیٹھی تھی۔ ہنستے ہنستے مون کی نظر اس پر پڑی وہ ہنستے ہنستے رک سا گیا، اور وہ فوراً اٹھ کر گھر سے باہر کھیتوں کی طرف بھاگتے ہوئے ندی کے پاس سکھ چین کے درخت کے ساتھ لگتے ہوئے رو دی۔
''گونگی! اے گونگی! پلیز! میری بات تو سن!'' مون زبیری نے جیسے ہی آ کر اسے اپنی طرف موڑنا چاہا۔ جواباً کچھ سوچے بغیر اسی تیزی سے اس کا ہاتھ اٹھ گیا۔ چٹاخ کی آواز کے ساتھ ہی مون نے غصے میں اس کے بالوں کو اپنی مٹھی میں سختی سے پکڑا تھا۔ زندگی میں پہلی بار تھپڑ پڑا تھا۔ مارے غصے کے اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔

''دوبارہ مجھ پر ہاتھ مت اٹھانا ورنہ دونوں ہاتھ توڑ دوں گا میں تمہارے۔ میں تمہیں پسند کرتا ہوں اس کا مطلب یہ نہیں کہ......!'' نیلی نیلی کانچ کی مانند آنکھوں سے موتی کی لڑیاں سی بہنے لگیں۔ ایسا لگا جیسے کہ سمندر غمگین ہے۔ آنکھوں کے کنارے خشک ہونے کو ہوئے کہ دوبارہ سمندر کی مانند پانی ٹھاٹھیں مارتا آ کر کناروں سے ٹکراتا۔ موتیوں کی لڑیاں بہہ بہہ کر اس کے گالوں پر سے پھسلتیں، خشک ہوتے کپکپاتے لبوں میں گم ہو جاتیں۔ اس کی آنکھوں میں ڈوبتے مون زبیری نے اسے اپنے بے حد قریب کر لیا۔ اس کے رونے اور تڑپنے کا مون پر کوئی اثر نہ ہوا وہ یوں ہی اس کی قید میں مچلتی رہتی۔ اگر چمکیلی نہ آ جاتی۔ اسے دیکھ کر مون نے گونگی کو پیچھے دھکیلا اور انگلی سے وارن بھی کیا اس کے جاتے ہی وہ مون کو گالیاں دیتی رونے لگی۔ چمکیلی کا تو اسے خیال ہی نہ رہا۔ پاس آتی چمکیلی اس کی آواز سن کر ٹھٹھکی، لیکن وہ کوئی پرواہ کیے بغیر چمکیلی کے گلے لگتے بلک بلک کر رونے لگی۔

''میں......مم...... میں یہاں نہیں رہنا چاہتی چمکیلی! پلیز! مجھے میری دوست کے پاس لے چلو۔'' چمکیلی اسے ساتھ لگائے تسلیاں دیتی رہی۔ یہ شکر تھا کہ چمکیلی نے اس کا پردہ رکھ لیا تھا۔ یہ ہی اس کے لئے بہت بڑی بات تھی۔ اگلے دن سب جیپ لیے سیر کو نکل گئے تب چمکیلی اخباروں کا بنڈل اٹھائے بیٹھ گئی۔ کافی دیر بعد وہی ویڈیو چمکیلی نے اٹھا کر لگا لیا۔ وہ بھی کام ختم کر کے وہیں آ بیٹھی۔ چمکیلی کچھ اخبار لے کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ ٹی وی پر بہت سے لوگ اپنے اپنے تاثرات بیان کرتے رو رہے تھے۔ ایک عورت جو چیخ چیخ کر روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''اللہ کا غذاب نازل ہو گا ان ظالموں پر۔ خدا کرے خوشی ان کی زندگی میں کبھی نہ آئے۔ اے میرے خدا تو ان ظالموں کے ظلم سے دنیا کو بچا لے۔ اللہ کرے ان کے ہاتھ ٹوٹیں۔ ہائے! میرا ایک اکلوتا بیٹا تھا۔ ظالموں نے وہ بھی چھین لیا۔ ہائے! میرا واحد سہارا بھی چھین کر لے گئے۔ اب میں کس کے لئے جیوؤں، کس کے لئے روؤں؟ تم لوگ کیوں کچھ نہیں کرتے؟ رے! کیوں چپ کر کے بیٹھے ہو؟ کیوں؟ کیوں انہیں پھانسی نہیں دیتے؟ کیوں؟'' کسی انسپکٹر کا گریبان پکڑے وہ عورت بال کھولے بین کر رہی تھی۔ اس نے روتے ہوئے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے۔ ٹی وی بند کرنے لگی کہ نظر پولیس والوں کے ساتھ کھڑی اس

لڑکی پر پڑی جوسب کے تاثرات ٹیپ ریکارڈر میں محفوظ کرتی جا رہی تھی۔ ٹی وی بند کرنے کے بجائے وہ تیزی سے اسے پہچان کر بلانے لگی۔

''راحیلہ! راحیلہ......! راحی......! میری جان کہاں ہو تم؟'' روتے ہوئے وہ ٹی وی کی اسکرین پر ہاتھ پھیرتی رہ گئی۔

☆......☆

''آ گیا نہ یقین! لو دیکھ لو اچھی طرح اپنی آنکھوں سے تمام اخباروں کی کٹنگ کی گئی ہے۔ حالانکہ میں نے پرسوں ہی خاص خاص خبروں پر مارکر سے انڈر لائن کی تھیں۔ مگر اب سب ہی غائب ہیں۔'' نینا غصے میں برانڈی کا ڈھکن سختی سے کھولتے مون کو دیکھنے لگی۔ جو سر جھکائے اخباروں کی صفائی سے کی گئی کٹنگ دیکھ رہا تھا۔

''گونگی! گونگی......!'' نینا اسے آوازیں دینے لگی۔ مون خاموش سا بیٹھا رہا۔ وہ تیزی سے صابن والے ہاتھ اپنے دوپٹے سے پونچھتی بھاگی آئی۔ پائل کی چھن چھن کمرے کے وسط میں آ کر رک گئی۔ مون نے بے اختیار اس کے پیروں کو دیکھا۔

''یہ تم نے کٹنگ کی ہیں؟'' اخباروں کو کٹا ہوا دیکھ کر اسے خود جھٹکا لگا۔ حالانکہ اس نے صبح تمام اخبار ٹھیک کر کے رکھے تھے۔ نفی میں گردن ہلاتے وہ ہاتھوں سے بھی اشارہ کرنے لگی۔ نینا نتھنے پھلائے اس کے معصوم چہرے کو گھورتی رہی۔

''زیادہ چالاک بننے کی کوشش مت کرو۔ سچ سچ بتاؤ ورنہ......!''

''ہائے! ہائے میں صدقے میں قربان......! کیوں معصوم کو کوستی ہو؟ مجھ سے پوچھو میں نے خود ان خوبصورت آنکھوں سے توقیر کو دیکھا تھا۔ ہاں! چل گونگی تو جا کر اپنا کام کر۔'' چمکیلی کے کہنے کی دیر تھی وہ فوراً کچن میں جا گھسی۔

''توقیر کو؟ کیا بک رہی ہے تو چمکیلی؟''

''ارے! کاہے کو میں جھوٹ بولوں گی؟ کاہے کو؟ سرکار کی قسم۔ جو جھوٹ بولوں تو کافر ہو جاؤں۔ ہاں آں!'' چمکیلی اب مون کے پاس بیٹھی رازدارانہ انداز میں اسے ساری بات بتا رہی تھی۔

''تو سچ کہہ رہی ہے چمکیلی؟'' مون کو حد درجہ حیرت نے آلیا۔

''ہاں! ہاں سچ نہیں تو کیا جھوٹ بولوں گی؟''

''مگر مون! مجھے توقیر ایسا نہیں لگتا ہے، اور وہ بھلا ایسا کیوں کرے گا؟ اس میں اسے کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟'' نینا کسی طرح بھی مان نہیں پا رہی تھی۔ جبکہ مون کچھ کچھ چمکیلی کی بات سے اتفاق کرتا جا رہا تھا۔

☆......☆

''تھینک یو مون! تم کتنے اچھے ہو۔ آئی لو یو سو مچ!'' نینا نے کلائی بھری چوڑیاں چھنکاتے پاس آ کر مون کے کانوں پر پیار کر ڈالا۔ لال چوڑیاں، لال کپڑے، خوبصورت نفیس گلوبند اور...... پائیل۔'' جو وہ لایا کسی اور کے لیے تھا مگر پہن نینا نے لی تھیں۔ اسے پیار کرتی نینا تو توقیر کے پیچھے باہر جا چکی تھی۔ وہ تمام چیزیں پہن چکی تھی۔ سوائے پائیل کے۔ نینا کو پائیل پسند نہ تھی اس لیے وہ چمکیلی کو گفٹ دیتے خود مسکراتی چلی گئی، اور پیچھے مون غصے میں اس کے پر جا چڑھا۔

''میں سب کچھ تمہارے لیے لایا تھا اور تم نے......!'' وہ جو رو رہی تھی خاموش ہو کر اسے دیکھنے لگی۔ پیچھے پیچھے چمکیلی بھی چلی آئی۔

''کیا ہوا ہے اسے؟ کیوں رو رہی ہے یہ؟'' اس کے سرخ ہوتے چہرے پر نظر پڑتے ہی وہ غصہ چھوڑ کر چمکیلی سے پوچھنے لگا۔

''یہ کہتی ہے کہ اپنی دوست کے پاس جانا ہے۔ یہاں نہیں رہنا ہے۔ ہائے! بے چاری......! ڈرتی ہے، معصوم سی تو ہے۔'' چمکیلی اسے ساتھ لگاتی ہوئے بولی۔

''کہاں ہے اس کی دوست؟'' مون نے ابرو اُچکا کر اسے دیکھا۔ جو کہ اس کا مخصوص اسٹائل تھا۔

''لو! تو ڈھونڈیں گے ناں ہم! کون سا مشکل کام ہے۔ کب سے بے چاری......''

''شٹ اَپ! چمکیلی! زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تو اچھی طرح جانتی ہے مجھے بھی اور میرے اصولوں کو بھی۔ یہاں یہ آئی اپنی مرضی سے ہے۔ مگر اب جہاں جائے گی، جو کرے گی صرف میری مرضی سے۔ اچھی طرح سُن لو تم بھی کان کھول کر! بھول جاؤ دوست کو اور یہاں سے جانے کو بھی۔ سمجھا دینا اسے اچھی طرح چمکیلی! ورنہ یہ کام بھی مجھے ہی کرنا پڑے گا۔'' چمکیلی کے ساتھ لگتی وہ اور زور سے رونے لگی۔ مون اس کی پرواہ

کیے بغیر جا چکا تھا۔

☆......☆

دو دن بعد وہ سب پھر ٹرین میں بیٹھے شہر کی طرف جا رہے تھے۔ وہ خود بھی یہاں پانی بھر بھر کے، لکڑیاں جلا جلا کر تھک چکی تھی۔ شکر کیا تھا کہ یہاں سے جا رہی ہے۔ مگر آگے ٹرین دیکھ کر اس کی کیفیت پہلے سے زیادہ خراب ہو چکی تھی۔ اسے لگا یہ گاڑی بھی دھماکے سے اڑ جائے گی۔ چمکیلی کے ساتھ بیٹھی وہ ٹکر ٹکر ایک ایک شے کو دیکھنے لگی سب سو گئے۔ چمکیلی کے سوتے ہی اسے مزید خوف محسوس ہونے لگا۔ ایک تو ٹرین کا خوف تھا جو تیز دوڑی جا رہی تھی، ٹھکا ٹھک ٹھکا ٹھک کی آواز کے ساتھ ساتھ اس کا دل ڈوبنے لگتا دوسرا مون کی نشیلی آنکھیں تھیں جو اسی پر ٹکی ہوئی تھیں، وہ ان کے بالکل سامنے والے برتھ پر بیٹھا سگریٹ پیئے جا رہا تھا۔ ایک پل کے لئے بھی مون زبیری کی نظریں اس معصوم اور خوفزدہ چہرے سے نہ ہٹیں تھیں۔

''سو جاؤ جانِ من! یہ گاڑی ضرور اپنی منزل تک پہنچے گی۔ فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ہوں ناں! سو جاؤ شاباش۔'' وقفے وقفے سے جاری ہوتی گفتگو پر اسے غصہ آ جاتا اور کبھی سہارا ہوتا کہ کوئی تو ساتھ ہے۔ ساری رات وہ خوفزدہ سی بیٹھی رہی اور مون زبیری مسکراتے ہوئے اس کے پریشان چہرے کو دیکھتا رہا۔

☆......☆

خرم کو پولیس نے پکڑ لیا، پوچھ گچھ کی وجہ سے رات کو بھی اسے وہیں رکھا جاتا۔ حالانکہ اسے سلاخوں کی بجائے آفس میں رکھا گیا تاکہ ان کے سوالوں کے صحیح صحیح جواب دے، لیکن مون زبیری کے لیے یہ خبر کسی خطرے سے کم نہ تھی۔ کیونکہ خرم زیادہ مار کھا کر ساری داستان سناتا چلا جاتا اور اگلے دن پولیس ان کے سر پر ہوتی۔ اس خبر نے تو نور بائی کی راتوں کی نیندیں اڑا کے رکھ دی تھیں۔ مون کو اس بات پر تاؤ تھا کہ آخر کس شک پر خرم کو پکڑا گیا ہے۔ جبکہ نور بائی، توقیر کو ختم کرنے کا کہہ رہی تھیں۔ جس پر اب کسی کو بھی بھروسہ نہ رہا تھا۔ اب جس جگہ انہوں نے گھر لیا وہ بالکل عام سی بستی تھی۔ گھر باہر سے کسی عام سے شخص کا لگتا تو اندر بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔ چمکیلی کام سے باہر گئی تھی۔ دلاور گیٹ کے پاس بیٹھا اونگھ رہا تھا، وہ اٹھ کر فون کے پاس آ گئی۔ اخبار سے نمبر نوٹ کر کے ملاتے

ریسور کان سے لگا لیا دوسری طرف مردانہ آواز پر وہ تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہوگئی۔

''ہیلو! ہیلو! کون ہے بھئی؟ بولو بھی! اوہو......!''

''وہ......وہ راحیلہ سے بات کرنی تھی۔'' وہ ہچکچائی۔

''جی! وہ تو اس وقت کسی کام کے سلسلے میں باہر گئی ہوئی ہیں۔ آپ کون بات کر رہی ہیں؟'' دوسری طرف سے پوچھے جانے والے سوال پر اس نے فوراً ریسور رکھ دیا۔

☆......☆

وہی ہوا جس کا نور بائی اور مون کو ڈر تھا۔ خرم کے کہنے پر انہوں نے سرمحل (کوٹھے) کی مخصوص جگہوں پر چھاپہ مار کر بھاری مقدار میں چرس اور ہتھیار برآمد کرنے کے بعد نور بائی کو اریسٹ کر لیا تھا۔ یہ خبر سب کے لیے کسی دھماکے سے کم نہ تھی۔ سب ہی پریشان تھے۔ نور بائی ہر بات پوچھنے پر انکار کرتی رہتی، اور یہی کہتی۔

''یہ کسی اور کا کام ہے، کسی دشمن کی سازش ہے۔ پولیس والے مل کر مجھے بدنام کرنا چاہتے ہیں۔ جو کام میں نے نہیں کیا زبردستی مجھے قبول کروانا چاہتے ہیں۔'' وہ اسی قسم کی باتیں کہتی رہی، لیکن انسپکٹر عمران کے کہنے پر اس کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہ برتی گئی۔ عمران اور راحیلہ بے حد خوش تھے کہ اب کوئی سرا تو ہاتھ آیا۔ مگر یہ ان کی بھول تھی۔ مون زبیری جیسے شاطر شخص کی تیار کی گئی سازش نے سب کیے کرائے پر پانی پھیر دیا۔ انسپکٹر شاہد نے زلفی نامی آدمی کو گرفتار کیا جس نے اقرار کر لیا کہ اسی نے یہ سب کیا ہے اور تمام مال جو برآمد ہوا ہے وہ اسی کا تھا۔ زلفی جو نور بائی کا وفادار ملازم تھا۔ نور بائی کو سخت افسوس ہوا۔ مگر کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ سو چند دن یہ خبر اخبار کی زینت بن کر اختتام پذیر ہوگئی۔ ضمانت پر نور بائی کو چھوڑ دیا گیا۔ مگر جو درگت تھانے میں اس کی بنی تھی وہ اسے ہمیشہ یاد رہنی تھی۔ زلفی نے اقرارِ جرم کرتے ہوئے کہا۔

''وہ ہی چھپ کر لوگوں کے ہاتھوں مال فروخت کرتا تھا جس کا کسی بھی طرح سے نور بائی سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کے علاوہ زلفی نے اور بھی لوگوں کے نام بتانے کا وعدہ کیا اور کہا کہ وہ ہی سرکار ہے جو روپ بدل کر لوگوں کو لوٹتا ہے۔'' عمران کسی بھی طرح سے اس پر یقین کرنے کو تیار نہ تھا۔ پھر بھی زلفی سے کچھ نہ کچھ اگلوانا چاہتا تھا۔ مگر مون کے پلان کے مطابق اگلے دن دوپہر کے کھانے کے بعد خرم اور زلفی ابدی نیند سو

گئے۔ یہ کام انسپکٹر شاہد اور حوالدار نے خاص نگرانی میں کروایا تھا۔ جس کے لیے سرکار نے انہیں مالا مال کیا تھا۔ ایک بار پھر بات تھانے کی حدود اور عملے پر آ گئی۔ کیونکہ زہر پیس کر کھانے میں ملا کر دیا گیا تھا۔ نور بائی نے اس بات کو بے حد اچھالا۔ اخباروں میں سرخیاں چھپنے لگیں کہ تمام کیا کرایا پولیس والوں کا ہے۔ انسپکٹر عمران کا پارہ ہائی ہونے لگا۔ تھانے میں قریب کے ہوٹل سے کھانا آتا تھا۔ جو گیٹ پر چیکنگ کے بعد مجرموں تک پہنچتا تھا۔ ہوٹل سے لے کر گیٹ کے چوکیدار تک کو عمران نے بری طرح جھنجوڑ ڈالا تھا۔ دو دن تک ہوٹل بند رہنے کے بعد دوبارہ کھل گیا البتہ وہاں کے ملازم شاہ زمان جو کھانے پکانے کا ماہر تھا اسے عمران نے بند کر رکھا تھا۔ ساتھ ہی چوکیدار اشرف رحمٰن کو بھی اس وقت شدید پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ دوسری طرف مون پولیس کو نچا کر خود اپنے پلان کے کامیاب ہونے پر خوش تھا۔ مگر اسے اپنے وفادار ملازم زلفی اور خرم کا دکھ تھا۔ اپنے بندوں کو خود ہی مار دیا تھا۔ اگر انہیں نہ مارتے تو اپنا آپ کیسے بچا پاتے مون کو ان کی وجہ سے غصہ بھی تھا اور وہ اس کا بدلہ بھی لینا چاہتا تھا۔ کئی دنوں تک مون نے اس قسم کی سرگرمیوں میں حصہ نہیں لیا۔ البتہ ایک مہینے بعد بینک ڈکیتی کے کیس میں وہاں کے مینجر نے جو حلیہ بتایا وہ اخباروں کی زینت بنا، یہ خود مون تھا۔ ڈکیتی کے بعد اس نے بال فوجی کٹ کروا لیے اور داڑھی بھی کٹوا لی۔ زیادہ تر حلیہ اصلی تھا۔ جبکہ باقی سب بناوٹ۔ مون اس گیٹ اَپ میں بالکل بھی نہیں پہچانا جا رہا تھا۔ موٹی بھدی ناک اور اس کے ساتھ دو بڑے بڑے دانت لگائے وہ واقعی کوئی بدمعاش لگ رہا تھا۔ گلی گلی، ہر سڑک کے موڑ پر یہ تصویر چسپاں تھی اور ساتھ ہی انعام کی رقم بھی۔ گزرتے گزرتے اس کی نظر پڑی تو وہ زوردار قہقہہ لگا کر ہنس پڑا، اور مونچھوں کو تاؤ دیتا آگے بڑھ جاتا۔

☆......☆

چمکیلی! تم کچھ پریشان ہو؟'' تکیہ درست کرتے اس نے چمکیلی کو دیکھا جو رو رہی تھی۔

''کیا مون کی وجہ سے؟'' اس کی بات پر چمکیلی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ کیونکہ مون نے چمکیلی، گونگی، صدف، رشید کو کام سے کام رکھنے کو کہا تھا۔ اب اگر میٹنگ ہوتی تو ان سب کو وہاں پھٹکنے بھی نہ دیا جاتا۔ بس خاص خاص لوگ ہوتے جو اس میٹنگ میں شریک ہوتے۔ 3,2 بجے تک یہ میٹنگ چلتی رہتی۔ ایک دن اس کی اچانک آنکھ کھل گئی تو چمکیلی کو

چھپ چھپ کر ان کی باتیں سنتے ہوئے پایا۔

''کیا کر رہی تھی؟ کسی نے دیکھ لیا تو؟'' چمکیلی کمرے میں آئی تو وہ پریشانی سے بولی۔

''ہائے! یہ دیکھنے تو دو......! میں تو گزرتے کان لگا بیٹھی کہ کون سی ایسی باتیں ہیں جو ہم سے چھپ کر ہونے لگیں۔ ہاں! چل چھوڑ آ ہم کچھ کھا لیں۔ قسم سے بڑی سخت بھوک لگی ہے ہاں!'' چمکیلی کے چلنے اور بولنے کے انداز سے اسے ہنسی آ گئی۔

''تم بیٹھو میں لے کر آتی ہوں۔'' وہ ہنستے ہوئے کچن کی طرف چل دی۔

☆......☆

''راحیلہ......! راحی......! میں......ایشال......تمہاری شالی۔''

''شالی......! شالی...... کہاں سے بول رہی ہو تم؟ کیسی ہو؟ کہاں چلی گئی تھیں؟ کتنا ڈھونڈا ہے میں نے تمہیں۔'' ایشال رو دی۔ کتنے عرصے بعد کسی اپنے کی آواز سنی تھی۔

''راحیلہ! مجھے خود نہیں معلوم میں کہاں ہوں؟ یہ کون سی جگہ ہے؟ تمہارا نمبر اخبار سے لیا ہے۔ تبھی تمہیں فون کر رہی ہوں۔''

''تم اپنا نمبر دو مجھے شالی۔ کیونکہ C.L.I پر تمہارا نمبر نہیں آ رہا ہے۔''

''مم...... مجھے خود نہیں معلوم ہے۔ راحی......! راحی! مجھے بچا لو پلیز! پلیز! راحی!۔ میں تمہیں...... کک کوئی آ رہا ہے۔ میں فون رکھ رہی ہوں۔ موقع ملا تو پھر فون......''

فون رکھ کر تیزی سے اپنے کمرے کی طرف چل دی۔ اسے بے حد ڈر لگ رہا تھا کیونکہ 2 دن سے مون اسے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایسا کچھ ضرور تھا کہ گونگی چائے رکھتے ہوئے گڑبڑ اسی گئی تھی۔ دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں کے گرد لیے وہ مون کو سوچنے لگی۔ آنکھوں میں جگنو چمکنے لگے اور ہاتھ بے اختیار پائل کے گھنگروؤں سے کھیلنے لگے۔

''اتنے چپ چاپ کہ رستے بھی رہیں گے لاعلم
چھوڑ جائیں گے کسی روز نگر، شام کے بعد
رات بیتی تو گنے آبلے اور پھر سوچا،
کون تھا باعث آغازِ سفر شام کے بعد

تو ہے سورج تجھے معلوم کہاں رات کا دُکھ

تو کسی روز میرے گھر میں اتر شام کے بعد......''

وہ یوں ہی مسکراتی ہوئی پائیل سے کھیلتی رہتی اگر مون نہ آ جاتا۔

''تمہاری پائیل کہاں ہے؟'' سرد سا لہجہ، سرخ سی آنکھیں۔ وہ چونکی اور پاؤں میں بندی پائیل کو دیکھا۔ چوری کر کے چور گھبراتا بھی ہے۔ اسے ڈر کے مارے پسینے آنے لگے۔

''اور دوسری؟'' گونگی نے فوراً دوسرا پاؤں آگے کر دیا، لیکن یہ کیا؟ مسکراہٹ ختم اور منہ حیرت سے کھل گیا۔ کیونکہ پاؤں خالی تھا۔ وہ اٹھ کر اِدھر اُدھر پائیل ڈھونڈنے لگی۔ مون نے اس کے پاس آ کر ہاتھ آگے کر دیا۔

''یہ رہی تمہاری گمشدہ پائیل۔ جو کل سے غائب ہے اور تمہیں خبر بھی نہیں۔'' پائیل لیتے ہوئے وہ سر اٹھا کر مون کو دیکھنے لگی جو اسے نگاہوں میں رکھے ہوئے تھا۔

''یا شاید تمہیں اپنے کاموں میں ہوش ہی نہیں رہتا کہ اس کی بھی خبر رکھو۔'' مون اس کے اور قریب آ گیا اس کا ایک فولادی تھپڑ اسے پڑ جاتا تو یقیناً وہ ڈر کر بولنے لگتی۔

''نینا! کہتی ہے کہ تم مخبری کرنے آئی ہو ہماری۔ پولیس والوں کے ساتھ ملی ہوئی ہو۔ لیکن میں...... میں یقین نہیں کرتا۔ کیونکہ میں تم سے...... میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں۔ مجھے جانے کیوں اتنا یقین ہو چکا ہے تم پر کہ...... خیر......! لیکن تم یاد رکھنا کہ اگر یہ یقین ٹوٹا، مجھے دھوکہ دیا یا غداری کی تو اس کی تمہیں بہت بڑی سزا ملے گی بہت بڑی۔''

مون کے جاتے ہی وہ رُکی ہوئی سانسیں بحال کرتی رو دی، اور خود پر بے تحاشہ غصہ آیا کہ پائیل ٹیلی فون والے کمرے میں ہی چھوڑ آئی اور کچھ ہوش تک نہیں وہ دیر تک اپنی بے وقوفی کی وجہ سے خود کو کوستی رہی۔

❁

وہ اس گھٹن زدہ ماحول سے تنگ آ چکی تھی۔ نہ گھر سے باہر جانے دیا جاتا اور نہ وہ چمکیلی کے علاوہ کسی اور سے بات کرسکتی تھی اپنی آواز روک روک کر اسے لگتا تھا کہ کہیں واقعی وہ گونگی نہ بن جائے۔ دوسرا مون کا خوف تھا جس کی وجہ سے دوبارہ فون کرنا تو دور ایسا سوچا بھی نہ تھا۔ چمکیلی ان دنوں اسے کچھ پریشان سی لگی اسے تو خود خبر نہیں تھی کہ میٹنگ میں کیا باتیں طے پائی گئی ہیں، لیکن جب ان پر عمل ہوا تو ایک بار پھر وہ حیرت سے گنگ رہ گئی اور پھر یہاں سے بھاگنے کا سوچنے لگی۔ وہ تو کیا اس کی نیلی نیلی دلربا سی آنکھیں بھی یہ منظر دیکھ دیکھ کر تھک چکی تھیں۔ یہ جمعہ کا دن تھا چمکیلی صبح سے غائب تھی دوپہر کو کہیں جا کر اس کی شکل نظر آئی۔ وہ بے حد خوش اور پُرسکون لگ رہی تھی۔ گونگی بھی مسکراتے ہوئے کھانا کھا کر نماز پڑھنے لگی۔ چمکیلی آج بہت خوش تھی۔ اچانک ہی اس کا موبائل بجا خوشی سے چمکیلی نے کال اٹینڈ کی اور پھر اچانک ہی اس کا منہ لٹک گیا۔

”ہائے! ہائے اللہ! یہ کیسے ہو گیا۔ ہائے! میں مر گئی۔ میری ماں...... ہائے! ہائے!“ چمکیلی بھاگتی ہوئی جا کر جیو نیوز لگا کے بیٹھ گئی۔ گونگی بھی پریشان ہو کر اس کے پیچھے وہیں آ بیٹھی۔ چمکیلی ٹی وی پر نظریں جمائے روتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو آپس میں مسل رہی تھی۔ اس کی بے چینی و اضطراب کا اندازہ لگانا کوئی مشکل نہ تھا۔ اس وقت 31 ستمبر جمعہ جامع مسجد فاروق میں بم دھماکے سے شہید ہونے والے غازیوں کی تعداد 60 کے قریب بتائی جاتی ہے۔ 70 سے زائد زخمیوں میں سے 30 کی حالت نازک بتائی جاتی ہے۔ عوام صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ دہشت گردوں کو پکڑنے کی کوشش ضرور کی جائے گی آپ مطمئن رہیں۔ ویسے یہ دھماکہ کسی سنی اور شیعہ کا فعل نہیں بلکہ مشترکہ اور ازلی دشمن کا کیا دھرا ہے۔“ ٹی وی پر ہونے والی باتیں اور ساتھ ساتھ مسجد کا اندرونی حصہ جہاں سب کچھ درہم برہم ہو چکا تھا، دکھایا جا رہا تھا۔ چھت پر لگے پنکھے جن پر اعضاء اور آنتیں چمٹی ہوئی تھیں۔

جنہیں وہاں موجود لوگ تیزی سے جمع کر رہے تھے۔ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتے گونگی نے دائیں ہاتھ سے دل کو مسلا جو رونے لگا تھا۔

''لواحقین اسپتالوں سے زبردستی نعشوں کے ٹکڑے لے گئے جس کی وجہ سے اسپتال کے عملے کے ساتھ منہ ماری اور جھڑپ، آج شہر میں سوگ کا سماں، کاروبار بند، ٹریفک برائے نام، مشتعل افراد کے ہاتھوں جلائی جانے والی بسیں اور دیگر گاڑیاں تباہ ہو گئیں۔ جبکہ پولیس رینجرز کی بھاری نفری کو کسی بھی ممکنہ صورتحال سے نمٹنے کے لیے الرٹ کر دیا گیا۔ یہ سانحہ جمعہ کے مبارک دن اس وقت ہوا جب تمام نمازی جمعہ کی نماز......!''
اس نے گھبرا کر کانوں پر ہاتھ رکھ لیے آنکھیں بھینچ لیں۔

''نہیں! نہیں......! کیا...... کیا یہ سب بھی مون نے؟ نہیں......نہیں......! اے میرے رب! انہیں سیدھا رستہ دکھا۔ انہیں...... انہیں...... مون کو......!'' بددعا دیتے دیتے رک کر رونے لگی۔ تیز تیز اور پھر تیز وہ چیخ چیخ کر رونے لگی۔ چمکیلی نے بہ مشکل تمام اسے خاموش کروایا اور دوسرے کمرے میں لے گئی۔

☆......☆

''اے گونگی! چل فوراً کھانا لگا۔'' نینا چٹکی بجاتی کمرے میں چلی گئی۔ جہاں نور بائی، انسپکٹر شاہد، حوالدار اور صدف پہلے سے موجود تھے۔ چمکیلی دوپہر سے غائب تھی وہ خود ہی کھانے لے جا کر ٹیبل پر سجانے لگی۔ انسپکٹر شاہد نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے اسے قاتل نگاہوں سے دیکھا۔ ٹی وی پر وہ بکھرے اعضاء تڑپتے مچلتے ہوئے زخمی لوگ، معصوم بچے دیکھ کر رو رو کر اس کی آنکھیں سرخ اور سوج چکی تھیں۔ حسن مزید نکھر گیا تھا۔ سنہرے چہرے پر سرخی آ گئی تھی۔ نور بائی نے انسپکٹر شاہد کی طرح اسے للچاتی نگاہوں سے دیکھا۔ مون سر پر تولیہ رگڑتا باہر آیا۔ تب اس کی نظر نینا پر پڑی جو گونگی کی طرف اشارہ کرتی آنکھوں ہی آنکھوں میں منع کر رہی تھی۔ وہ پل بھر میں سمجھ گیا تھا۔ اس لیے اب دروازے کے پاس کھڑا تھا۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ گونگی کی وجہ سے اب کوئی جھگڑا ہو۔

''تو قیر کو تم نے موت کی سزا دے کر اچھا کیا مون! وہ سالہ ہماری مخبری......!''

''نہ انسپکٹر نہ! وہ بے قصور تھا یا نہیں لیکن میں نے غلط کیا اسے مار کر۔ اس سے تمام انفارمیشن لے لیتے تو اچھا ہوتا۔ شِٹ! میں نے بہت جلد بازی سے کام لیا۔''

دروازے کے پاس آ کر وہ رُک گئی۔ کیونکہ مون نے جو ہاتھ بڑھا دیا تھا۔ اس نے بھی منہ پھیرتے ہوئے ٹرے آگے کر دی اور خود واپس مڑ گئی۔

''کیا مطلب ہے؟ کیا ابھی بھی کوئی ہے جو ہمیں......!''

''ہاں! بالکل اور اسی لیے میں نے صبح اپنا پروگرام چینج کر لیا تھا۔ جس پر تم سب مجھے کوس رہے تھے، ڈانٹ رہے تھے۔ کیونکہ اگر ہم جامع مسجد فاروق کی جگہ امام بارگاہ پر ہی بم بلاسٹ کرتے تو اس وقت ہم سب جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہوتے۔''

''کیا؟ مگر کیوں......؟ کیسے ہوتا یہ سب؟'' مون کی بات پر سب چونک پڑے۔

''ہاں! کیوں کہ پولیس والوں کو کسی نے مخبری کر دی تھی کہ ہمارا اگلا ٹارگٹ امام بارگاہ ہے اور وہاں بھاری تعداد میں سول پولیس پہلے سے موجود تھی۔ ہر جگہ ہر گیٹ پر خفیہ کیمرے فٹ کر رکھے تھے۔ بس مجھے شک پڑ گیا اور اسی شک کی وجہ سے میں نے اس مسجد کے بجائے دوسری کو نشانہ بنا ڈالا۔ اچھا مزا چکایا ہے میں نے پولیس والوں کو اور خوب نچایا ہے۔ انہیں۔'' مون ہنس دیا۔ باقی سب بھی مسکرا دیئے کہ بال بال بچ گئے۔ کچن سے ڈش بھر کر لاتی وہ وہیں رک گئی آنسوؤں کا گولہ سا حلق میں اٹکا۔ قدم ہل ہی نہ سکے ٹرے رکھ کر وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑے نیچے بیٹھے رو دی۔ جبکہ دوسری طرف مون اس کا انتظار کر کے خود ہی ٹرے لینے کچن میں چلا آیا۔ اس نے سر نہیں اٹھایا۔ مون کچھ خاموش سا ہو گیا۔ تبھی نظر پاس پڑی پائیل پر پڑی جو گونگی نے غصے میں اتار کر دور پھینک دی تھیں۔ جھک کر پائیل اٹھاتے وہ اسے دیکھنے لگا اور پھر ٹرے اٹھائے خاموشی سے باہر چلا گیا۔

☆......☆

دسمبر کی دس کو مون کی سالگرہ بڑی دھوم دھام سے منائی گئی۔ وہ پھیکی ہنسی ہنس دی۔

''سب کو دکھ دے کر کتنا خوش رہتا ہے یہ شخص۔ یا شاید وہ تمام دکھ میرے حصے میں آ چکے ہیں۔'' وہ دیوار سے ٹیک لگائے پچھلے دنوں کو سوچتی اور روتی رہی۔ اسے دکھ تھا بے حد دکھ حزن و ملال سے اس کے بدن کا رُواں رُواں رو رہا تھا کہ کیوں وہ اتنی بڑی بھول کر گئی تھی۔ خوبصورت سے کیک کو اس نے بڑی بے رحمی سے پرے پھینکا تھا۔ جو جا کر سیدھا مون کے پاؤں میں گرا تھا۔ چمکیلی لمحے بھر کو خاموش ہو گئی۔ یہ ان کا حصہ تھا جو مون نے کیک کاٹنے کے بعد ان کے لئے علیحدہ علیحدہ پلیٹوں میں ڈالا تھا۔ مون سے منہ موڑے

وہ بیٹھی رہی وہ بارہا چمکیلی کے ذریعے بھی کہلواتی رہی کہ اسے یہاں نہیں رہنا ہے وہ جانا چاہتی ہے جواباً ہمیشہ کی طرح وہی بات کر کے منع کر دیتا۔ اب بھی وہ اسے موڈ خراب کرنے پر غصہ سے دیکھتا رہا، اور پھر پلیٹ کو لات مار کر دوبارہ اسی کی طرف پھینکتا چلا گیا۔ جس کے بعد وہ دو دن تک گھر ہی نہیں آیا۔ کمرے کی صفائی کرتے جو ڈائری ملی اسے پڑھ کر وہ مزید کشمکش کا شکار ہوگئی۔ سب سے اوپر مون زبیری لکھا تھا۔

''10 دسمبر، میری زندگی کا بہت خوبصورت دن۔ جسے ہمیشہ سب نے خوشی خوشی سلیبریٹ کیا مگر اس بار ''وہ'' میرا موڈ خراب کر گئی۔ جانے مجھے اس سے اتنا پیار کیوں ہو چلا ہے کہ مجھے اس کی کوئی حرکت بری نہیں لگتی۔ وہ مجھے اتنی اچھی لگتی ہے۔ کہ...... کہ میرا جی چاہتا ہے میں اسے اپنی بانہوں میں بھرلوں اور اتنا پیار کروں، اتنا پیار کروں کہ......! مگر یہ سب تو ایک خواب سا لگتا ہے۔ کیونکہ وہ جو مجھ سے دور بھاگتی ہے۔ یا شاید وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے۔ یہاں سے بھاگنا چاہتی ہے اور اگر اس نے ایسا کیا تو...... تو میں...... میں!''
آگے کے تمام حرف کچھ گرنے سے پڑھے نہ جا رہے تھے۔ یقیناً چائے گری تھی یا پھر شراب۔ ڈائری کے پاس مڑا تڑا سا پیپر وہ اٹھا لائی تھی۔ جسے بار بار پڑھتے وہ گزرتی رات کو دیکھتی رہی۔

''میری زندگی تو مذاق ہے وہ ازل سے دل میں مکیں سہی
وہ نگاہِ شوق سے دور ہیں، رگِ جاں سے لاکھ قریب سہی
ہمیں جان دینی ہے ایک دن وہ کسی طرح کہیں سہی
ہمیں آپ کھینچئے وار پر، جو نہیں کوئی، تو ہمیں سہی
نہ ہوا ان پہ میرا بس نہیں کہ یہ عاشقی ہے ہوس نہیں
میں ان ہی کا تھا میں ان ہی کا ہوں وہ میرے نہیں تو نہیں سہی
اسے دیکھنے کی جو لو لگی پھر، تو دیکھ ہی لیں گے ہم
وہ ہزار آنکھ سے دور ہو وہ، وہ ہزار پردہ نشین سہی''

بار بار پڑھتی، کبھی مسکرا دیتی اور کبھی رو پڑتی۔ اس کا سارا دھیان مڑے تڑے سے اس کاغذ پر لکھی غزل پہ نہیں بلکہ جگہ جگہ مٹے حرفوں پر گرے آنسوؤں پہ تھا۔ مزید حرف اس کے آنسوؤں سے مٹنے لگے۔ دو دن سے وہ بے چین تھی۔ کسی طرح بھی چین نہ آرہا

تھا۔ بس دل تھا کہ اسے دیکھنا چاہتا تھا۔ جبکہ وہ اسے بھولنا چاہتی تھی۔ آج تیسرا دن تھا کہ رات یوں ہی آسمان کو تکتے چاند سے باتیں کرتے گزر جاتی۔ آج کل تو اس کی پائیل بھی اس کے پاس نہ تھی۔ جس سے وہ اس کے بارے میں ساری باتیں کر جاتی تھی۔ کبھی ناراض ہوتی اور کبھی راضی ہو جاتی۔ صبح کی اذانیں ہونے کو تھیں۔ دیوار سے ٹیک لگائے اس نے تھکن سے چور ہوتے آنکھیں موند لیں۔

''ہاتھ الجھے ہوئے ریشم میں پھنسا بیٹھے ہیں
اب بتا کون سے دھاگے کو جدا کس سے کریں''

☆......☆

بہت سوچ سمجھ کر اس نے فون کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ بس اب وہ یہاں سے چلی جانا چاہتی تھی۔ گھر پر کوئی نہ تھا۔ چنبیلی بھی ابھی ابھی کسی کام سے باہر گئی تھی وہ نمبر ملانے لگی، دوسری طرف کافی دیر بعد کال اٹینڈ کی گئی۔ وہ بلاشبہ راحیلہ تھی۔

''شالی......! تم......تم ٹھیک تو ہو ناں! رو کیوں رہی ہو؟ میں ہوں ناں! پلیز مت روؤ۔ ہم تمہاری مدد کریں گے۔ بولو! کہاں ہو تم؟ یہ کیسی جگہ ہے جہاں تم ہو؟''

''مجھے نہیں معلوم راحی! تم پریشان مت ہو میں بالکل ٹھیک ہوں۔ بس تم......تم کیسی ہو؟ آواز کیوں اتنی خراب آرہی ہے تمہاری؟''

''میں تو ٹھیک ہوں لیکن میرے بہنوئی جو میرے کزن بھی تھے۔ تمہیں یاد ہوں گے جو ہمیں پیپروں کے دنوں سینٹر چھوڑنے اور لینے آتے تھے......!''

''جعفر بھائی؟''

''ہاں! وہی......! ان کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔ بم بلاسٹ میں جو جمعہ کے دن ہوا تھا۔ بس کیا بتاؤں شالی! باجی پریگننٹ ہیں۔ شادی کو تو ایک سال بھی نہیں ہوا کہ......!''
دوسری طرف راحیلہ بہن کے غم پر رو پڑی تھی۔

''وہ...... وہ جامع مسجد فاروق والے بم بلاسٹ میں......!'' اس کی آواز کپکپائی۔

''ہاں! ہاں! تمہیں معلوم ہے اس کے بارے میں؟''

''ہاں! راحیلہ! وہ بم بلاسٹ تو......! ہیلو راحی! راحیلہ! راحیلہ!'' دوسری طرف

سے فون شاید کٹ گیا تھا، وہ مایوسی سے بٹنوں پر انگلیاں مارتے ہوئے پلٹی اور گنگ سی رہ گئی۔ رسیور ہاتھ سے چھوٹ چکا تھا۔ مون اس کے بالکل سامنے کھڑے پھولے نتھنوں سے اسے گھورے جا رہا تھا۔ آگے بڑھ کر مون نے اسے زوردار تھپڑ دائیں بائیں مارے تھے وہ لڑکھڑاتی ہوئی دروازے کے ساتھ جا لگی اور ایک چیخ کے ساتھ وہیں ڈھیر ہوگئی۔

☆......☆

جیسے ہی آنکھ کھلی خود کو بندھے ہوئے پایا۔ کھنڈر سی چارپائی پر دونوں ہاتھ باندھ کر بڑی بے دردی سے پھینکا گیا تھا۔ پاؤں میں بندھی پائیل دیکھ کر وہ سمجھ گئی تھی کہ یہاں لا کر کس نے اسے باندھا ہے۔ یہ کون سی جگہ تھی؟ وہ گھر کہاں گیا؟ اسے خبر نہ تھی۔ مون نے جانے اسے کہاں پرانے گرد سے اٹے مکان میں لا پھینکا تھا۔ وقت بیتتا گیا بھوک سے پیٹ میں چوہے دوڑنے لگے۔ مگر پانی کو ایک بوند تک پلانے والا کوئی نہ تھا۔ وہ چمکیلی کو آوازیں دیتے ہوئے چیخنے لگی۔

☆......☆

تصویر کو عمران نے غور سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

''ویسے تمہاری دوست ہے بہت خوبصورت۔ یقیناً اس کا نام مسکان ہوگا۔''

''جی نہیں! اس کا نام ایشال ہے۔ ایشال مصطفیٰ۔'' راحیلہ نے تصویر زبردستی کھینچنا چاہی۔

''دوناں بھئی! کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ؟''

''مسئلہ بہت گھمبیر ہے کہ یہ دل تمہاری دوست پر اٹک گیا ہے۔'' عمران ہنس دیا۔

''خبردار! سرکار نے سن لیا تو تمہیں گولی مار کر راستے سے صاف کر ڈالے گا۔'' راحیلہ ہنسی۔

''ہاں! جیسے میں اس کے سامنے سر جھکائے گولی لگنے کا منتظر رہوں گا۔ ہونہہ......! کمینہ کہیں کا۔'' عمران کا موڈ آف ہوگیا۔ راحیلہ بھی چپ ہوگئی۔ اسے رہ رہ کر ایشال کی فکر ہو رہی تھی۔ جس نے دوبارہ فون ہی نہ کیا تھا، اور نہ ہی کوڈ 3 رابطے میں تھا۔

''عمران! جانے شالی کس حال میں ہوگی؟ کس طرح رہ رہی ہوگی؟ اس ظالم شخص کے ساتھ۔ اُف گاڈ!'' سر پکڑے راحیلہ پریشان ہوگئی تب عمران اسے تسلیاں دیتے

کوڈ 3 سے رابطے کی کوشش کرنے لگا۔

☆......☆

جانے کب سے وہ بھوک سے بے حال پڑی تھی، کہ چہرے پر پانی کے چھینٹے پڑنے پر اس نے کسمسا کر آنکھیں کھول دیں۔ نڈھال سی وہ اسی طرح پڑی ہوئی مون کو دیکھتے رو دی جو اس پر جھکا سخت غصے میں تھا۔

''جی تو چاہتا ہے کہ یہیں تمہیں بھوکا مرنے دوں، لیکن میں چاہ کر بھی نہیں کر سکتا۔ اٹھو! کھانا لایا ہوں میں تمہارے لیے۔'' مون نے چارپائی سے بندھی رسی کھول دی اور اسے بازوؤں سے پکڑ کر بٹھا دیا۔ مگر کمر کی طرف بندھے ہاتھوں کی رسی نہیں کھولی۔

''پپ...... پانی......!'' مون نے رک کر اس کے خشک ہنوز لبوں کو دیکھا اور پھر پانی کا گلاس اس کے منہ سے لگا دیا۔ جسے اس نے فوراً ختم کر دیا۔ شال درست کرتے وہ کھانا نکالنے لگا۔

''مم...... مجھے بھوک نہیں ہے......!'' وہ جو کھانا نکال رہا تھا سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگا۔

''زیادہ نخرے کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سمجھ آئی ناں! فوراً کھانا کھا لو ورنہ......!''

''میں نہیں کھاؤں گی کھانا۔ مجھے میری دوست کے پاس جانا ہے۔'' بار بار کے انکار پر مون نے اسے تھپڑ جڑ دیا۔ وہ اور تیزی سے رونے لگی۔ مون نے اس کے ہاتھوں کو کھول کر ٹرے آگے کر دی۔

''چپ چاپ کھانا کھا لو ورنہ دوسرا ہاتھ پڑ گیا تو دو دن تک ہوش نہیں آئے گا پھر۔ سنا نہیں تم نے؟ کیا کہہ رہا ہوں میں؟ ابھی اگر تم نے 5 منٹ کے اندر اندر کھانا نہیں کھایا تو دوبارہ خدا کی قسم بھیک مانگوگی تب بھی لا کر نہیں دوں گا۔'' غصے سے وہ سامنے والے دروازے کو لات مار کر کھولتے ہوئے اندر چلا گیا تھا۔ روتے ہوئے ایشال نے آہستہ آہستہ کھانا کھا لیا۔ مون واپس آیا تو وہ بیٹھی رو رہی تھی۔ مون نے برتنوں کو سامنے سے ہٹا دیا اور ہاتھ میں پکڑی تصویریں اس کی طرف کیں۔

''اسے جانتی ہو تم؟'' وہ سر اٹھا کر انسپکٹر عمران کی تصویر دیکھنے لگی۔ جسے وہ اخباروں اور ٹی وی پر دیکھ چکی تھی، لیکن پھر بھی اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ مون نے دوسری

تصویر آگے کر دی۔ جو راحیلہ کی تھی۔ اثبات میں سر ہلانے پر موں نے تھپڑ مارتے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ لیا۔

''تو تمہیں اس کمینی نے بھیجا تھا۔ میرے پاس مخبری کے لیے۔ تم کیا سمجھتی ہو مجھے دھوکہ دے کر، مجھ سے نمک حرامی کر کے واپس جا سکو گی؟''

''م...... مجھے راحیلہ نے نہیں بھیجا تھا یہاں...... وہ مجھے جان بوجھ کر کبھی ایسے ویسے لوگوں کے پاس نہیں بھیج سکتی تھی۔ وہ تو میری بچپن کی دوست ہے۔ اور بس......! پلیز مجھے چھوڑ دو۔ میں سچ کہہ رہی ہوں......تم......تم چمکیلی سے پوچھ لینا۔ میں جھوٹ نہیں بول رہی ہوں۔ پلیز......!'' موں نے اس کے بال چھوڑ دیئے وہ پیچھے ہوتے ہوئے رو دی۔

''تو چمکیلی بھی دھوکہ دے گئی مجھے......!'' وہ کچھ کہتی کہ چمکیلی بھاگتی چلی آئی۔

''نہیں! نہیں اللہ کی قسم لے لیں سرکار! میں اور دھوکہ نہیں! نہیں!۔''

''چمکیلی! پلیز! مجھے بچالو۔ م...... میں نے کچھ نہیں کیا ہے۔''

''یہ...... یہ سچ کہہ رہی ہے سرکار! یقین کر لیں ہاں! بے چاری نے قسم دے کر زبان پر تالہ لگا دیا اور خود سوچیں کہ یہ گونگی نہ ہوتی تو کاہے کو ہم اسے اپنے ساتھ رکھتے۔ بے چاری بھابھی کے ظلم وستم سے بھاگی تو ہم سے آ ٹکرائی اور اب اخبار سے پرانی دوست کا پتہ چلا تو خوش ہو گئی بے چاری! اس دنیا میں راحیلہ ہی اس کا واحد سہارا ہے، اور بے چاری نے کہاں جانا ہے؟ کیا کرنا ہے؟ معصوم پر ویسے ہی ظلم کیے جا رہا ہے تو۔'' چمکیلی نے اسے ساتھ لگا لیا تو وہ رو دی۔ سر جھکائے موں نے سر موڑ کر اسے دیکھا۔

''اسے کہو چمکیلی! دوبارہ راحیلہ کے پاس جانے کی یا فون کرنے کی ہمت تو کیا سوچے بھی نہ ورنہ پھر اسے میرے ظلم سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ چلو! فوراً باہر آؤ میں...... میں گاڑی اسٹارٹ کرتا ہوں۔'' غصے میں دانت پیستے وہ باہر نکل گیا۔

☆......☆

''میرا نام ایشال ہے۔ ایشال مصطفیٰ! مجھ سے بہت پیار کرنے والے مجھے شالی کہتے ہیں۔ جیسے میری اماں اور جیسے راحی! میری دوست راحیلہ۔ جب تک اماں زندہ رہیں آرام کی زندگی گزرتی رہی۔ میٹرک میں تھی کہ اماں نے مجھ سے آنکھیں پھیر لیں۔ اماں کے انتقال نے جہاں مجھے بے حد رنجور کر دیا وہیں بھابھی کے رویے پر دل ٹوٹ کر کرچی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-



کرچی ہو گیا۔ بھائی ان کی ہاں میں ہاں ملاتے، مجھے ہی قصوروار سمجھتے۔ روز بھابھی طرح طرح کے الزام مجھ پر لگاتی۔ انہوں نے تو میری زندگی ہی اجیرن کر دی، اور اس وقت میرا ساتھ صرف اور صرف راحیلہ نے دیا۔ اگر راحیلہ نہ ہوتی تو یقیناً میں غموں سے ہی مر جاتی۔ میرا میٹرک بھی کمپلیٹ نہ ہو پاتا۔ راحیلہ بھابھی کے سخت اور برے رویے کے باوجود روز آجاتی اور پڑھائی میں میری مدد کرتی۔ جیسے تیسے کر کے میں نے میٹرک کر ہی لیا۔ ہم دونوں بچپن کی بیسٹ فرینڈز تھیں۔ پھر راحیلہ لوگوں نے کہیں اور گھر لے لیا اور بعد میں وہ مجھ سے ملنے بھی آئی۔ نمبر اور ایڈریس بھی دیا۔ بھابھی کو جانے مجھ سے خدا واسطے کا بیر تھا۔ مجھے اب ان سے ڈر لگنے لگا تھا۔ ایک دن مجھے سخت بخار نے آلیا۔ کام کر کے میں تھکن سے چور بستر پر آکر لیٹی ہی تھی کہ بھابھی نے اپنی زبان سے شعلے اگلنا شروع کر دیئے۔ مجھے سخت حیرانگی ہوئی جب انہوں نے کہا۔

’’شالی! اوہو تجھے تو بہت تیز بخار ہے۔ چل اٹھ میں تجھے ڈاکٹر انیلا کے پاس لے چلوں۔‘‘ میں یہ سوچ کر مسکرا دی کہ شکر ہے اللہ نے میری سن لی اور بھابھی کو مجھ پر ترس آہی گیا۔ بھائی کام کے سلسلے میں پنڈی گئے ہوئے تھے۔ دروازے پر تالا ڈال کر ہم چل دیئے۔ انجکشن لگوا کر دوائی لیتے ہم باہر آگئے۔ جہاں پہلے سے ٹیکسی موجود تھی۔ ہم اسی میں بیٹھ گئے۔ بخار کی وجہ سے میں غنودگی میں تھی۔ بھابھی نے مجھے ساتھ لگا کر کہا۔

’’ڈاکٹر انیلا کہہ رہی تھی کہ تو بہت جلد ٹھیک ہو جائے گی۔ لے! یہ دوائی پی لے چکر آنا بند ہو جائیں گے۔‘‘ پیار سے بھابھی نے مجھے دوائی کھلائی۔ جانے کیسی دوا تھی کہ پھر مجھے کچھ ہوش نہ رہا۔ جب آنکھ کھلی تو ٹیکسی والا خباثت زدہ چہرے کے ساتھ رال ٹپکاتے مجھ پر جھکا ہوا تھا۔ میں اسے ڈانٹتے ہوئے بھابھی! بھابھی......! پکارنے لگی۔ مگر وہاں تو کوئی بھی نہ تھا۔ ٹیکسی والے نے مجھ سے بہت بدتمیزی کی خود کو بچاتے ہوئے میرے ہاتھ لوہے کا ٹکڑا آگیا۔ جو اسے مار کے میں وہاں سے بھاگ آئی اور پھر گلیوں میں پھرتے آوارہ لڑکوں سے بچتے بچاتے یہاں آپہنچی۔ میں اتنی سہمی ہوئی تھی کہ تحفظ کے احساس نے مجھے گونگی بننے پر مجبور کر دیا، لیکن میں کسی کی بھیجی ہوئی نہیں یا مخبری کرنے نہیں آئی ہوں۔ میں تو خود حالات کی ستائی ہوئی راحیلہ کو ڈھونڈتی رہی اور راحیلہ تو صرف میری دوست ہے اور بس، اور اب اس کے علاوہ میرا کوئی بھی نہیں۔ جانا تو اسی کے پاس ہے آج نہیں تو کل۔

پلیز! میں...... میں یہاں گزارے وقت کو بھول جاؤں گی۔ کسی سے اس کا ذکر نہیں کروں گی۔ مجھ سے اماں، ابا کی قسم لے لو میں کسی کے بارے میں انہیں کچھ نہیں بتاؤں گی، لیکن پلیز! مجھے یہاں سے جانے دو۔ مجھے راحیلہ کے پاس جانا ہے۔''

''ضروری نہیں ہے کہ تم راحیلہ کے پاس ہی جاؤ، اور تم اگر مجھے اپنا سمجھو گی تو کبھی خود کو تنہا نہیں پاؤ گی۔ میں تم سے شادی......!'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''لیکن میں تو تم سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔'' مون نے زچ ہو کر اسے دیکھا۔

''یہ تو حقیقت ہے کہ میں نہیں چاہتا کہ اب تم کہیں بھی جاؤ۔ کیونکہ......!''

''لیکن میں......!'' دبیز مونچھوں کو درست کرتے وہ اس کی بات کاٹ گیا۔

''لیکن ویکن کچھ نہیں۔ بس جو کہا ہے وہی ہوگا۔'' ایشال سر پکڑے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔

''تم کیوں زبردستی کر رہے ہو میرے ساتھ؟ آخر کیا بگاڑا ہے میں نے تمہارا؟''

مون ہنس دیا۔ مون کی ہنسی میں عجیب سی کھنک تھی۔ بلیک شال کو کندھے پر سیٹ کرتے وہ سگریٹ سلگائے اسے دیکھنے لگا، وہ بے بسی سے بیڈ پر بیٹھی رو دی۔

''زبردستی کا میں قائل نہیں شالی! اور میں زبردستی کرنا بھی نہیں چاہتا، لیکن اب تم نے رہنا میرے ساتھ ہے۔ چاہے نوکرانی بن کر رہو یا رانی بن کر یہ تم پر ڈپینڈ (انحصار) کرتا ہے۔ کیونکہ بگاڑ تو تم مجھے چکی ہو۔ مائی سویٹ ہارٹ......!'' مون اسے پیار سے دیکھتے باہر چلا گیا اور وہ چمکیلی کے گلے لگی ہراساں سی رہ گئی۔

☆......☆

اسے نہیں معلوم تھا کہ چمکیلی نے اسے پچھلی کھڑکی کا راستہ کیوں بتایا۔ موبائل کیوں پکڑایا۔ تمام سامان بیگ میں ٹھونس کر خود کیوں باہر چلی گئی۔ وہ یوں ہی خوفزدہ سی بیٹھی رہی پھر جلدی سے راحیلہ کا نمبر ملایا۔ دوسری طرف تو جیسے وہ تیار بیٹھی تھی۔

''نیچے کچرا کونڈی ہے۔ تم فوراً کھڑکی سے کود جاؤ، اور جہاں کچرا کونڈی ختم ہو وہاں سامنے گلی کے ساتھ چار دیواری ہے اس کے پچھلی طرف چھپ کر بیٹھی رہو۔ میں بس پہنچنے والی ہوں۔'' وہ کچھ پوچھتی، کچھ کہتی دوسری طرف موبائل آف ہو گیا۔ وہ بھی فوراً پرس اور بیگ نیچے پھینک کر خود بھی نیچے کود گئی۔ مون کے خوف سے اس کا پورا جسم پسینے پسینے ہو

گیا۔ اگر وہ سر پر پہنچ گیا تو اس کی چمڑی ادھیڑ دے گا ہی ساتھ میں چمکیلی کی خیر نہیں۔ دل میں چمکیلی کو دعائیں دیتے وہ چاردیواری کے ساتھ جا بیٹھی۔ ابھی بیٹھے ہوئے ایک منٹ بھی نہ ہوا تھا کہ راحیلہ آ پہنچی، وہ مسکرا کر بھاگتی ہوئی جا کر راحیلہ کے گلے لگ گئی۔

☆......☆

''اسے پہچانتی ہیں آپ؟''

''نہیں!''

اوکے! اچھا اسے دیکھیں غور سے پلیز!''

''نہیں!''

اور یہ؟''

''نہیں! پلیز! مجھے کچھ نہیں پتہ ہے۔ میں کسی کو نہیں جانتی ہوں۔'' عمران نے مایوس ہو کر ٹیبل پر سے ساری تصویریں اٹھالیں۔ وہ راحیلہ کے گلے لگی بے بسی سے روتی رہی۔

''پلیز! عمران! اس سے فی الحال کچھ مت پوچھو، اور شاید کہ اس بے چاری کو کچھ پتہ ہی نہ ہو۔ یہ تو صرف کوڈ 3 کو جانتی ہے کہہ رہی ہے اس نے وہاں کسی اور کو صحیح طرح سے نہیں دیکھا ہے۔ تم نہیں جانتے عمران! کہ شالی نے ماں کے بعد کیسی زندگی گزاری ہے۔ اس کی بھابھی نے کیسے اسے......!'' راحیلہ، عمران کو پھر سے اس کے بارے میں تفصیلاً بتانے لگی۔ ایشال منہ دھو کر ناک رگڑتی راحیلہ کے پاس آ بیٹھی۔ عمران نے چھوئی موئی، ہراساں دکھی سی ایشال مصطفیٰ کا بغور جائزہ لیا۔ سرخ مترنم نیلی آنکھیں، پنک ہونٹ، ستواں ناک، سرخ گال، ماتھے پر آگے کٹنگ کیے بال اور باقی بالوں کی لمبی سی چٹیا جو بل کھاتی ہوئی فرش پر پڑی تھی۔ راحیلہ سے باتیں کرتے نظروں کی تپش پر ایشال نے چہرہ موڑا تو عمران نے مسکراتے ہوئے راحیلہ کو دیکھنا شروع کر دیا۔ راحیلہ کے ساتھ رہتے ہوئے اسے ہفتہ ہو گیا تھا، اور ان دنوں میں مون نے ایک بار بھی اسے تنگ نہیں کیا۔ وہ خوش ہو گئی کہ وہ اتنا تو سمجھتا ہے۔ اِدھر اس کے رونے کی وجہ سے راحیلہ اور عمران نے کچھ پوچھنا ہی چھوڑ دیا۔ راحیلہ کا کام رات گئے تک جاری رہتا۔ وہ تب تک ملازمہ کے ساتھ لگ جاتی جبکہ انسپکٹر عمران کے آنے پر وہ گھبرا کر کچن میں گھس جاتی۔ عمران وہاں بھی اس کی گھبراہٹ کو انجوائے کرنے آ جاتا۔

"جانے راحیلہ کب آئے۔ آئیں ہم آئسکریم پارلر چلتے ہیں۔ خوب مزہ آئے گا۔"

"نن......نہیں! نہیں! راحی نے کہا تھا کہ میرے باہر جانے میں خطرہ ہے۔"

"تو یہ کورٹ اسکارف کس کام آئے گا۔"

"یہ تو راحیلہ کا ہے۔"

"تو کیا ہوا؟ آپ بھی پہن سکتی ہیں میرے خیال میں آپ کے لمبے قد و خوبصورت جسامت پر خوب سجے گا۔" عمران کے کہنے پر وہ پھر اِدھر اُدھر دیکھتی گھبرا سی گئی اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ گاڑی میں عمران کے ساتھ تھی۔

"ایک سوال پوچھوں آپ سے؟"

"جی پوچھیئے۔"

"آپ نے کبھی محبت کی ہے؟"

"نن......نہیں......!" یکدم پاؤں میں پائیل چبھی اور وہ جھوٹ بولنے پر مسکرا دی۔

"لیکن آپ تو بہت خوبصورت اور حسین ہیں۔ آپ کا لب ولہجہ، آپ کی حیاء، آپ کا کردار دیکھ کر تو نہیں لگتا کہ آپ نے کبھی محبت نہ کی ہو؟"

"یہ ضروری تو نہیں۔" ایشال نے آہستگی سے کہا۔

"آئی تھنک! یہ ضروری ہے۔ مے بی (ہوسکتا ہے) کہ آپ نے کسی سے نہ کی ہو؟ لیکن کوئی آپ سے بہت محبت کرتا ہو۔ آپ کے بے حد قریب ہو۔ سانسوں سے بھی قریب تر، تو آپ کے کیا تاثرات ہوں گے؟" عمران مبہم سا مسکرا دیا۔ جبکہ آئسکریم کپ میں چمچہ چلاتی وہ کسی اور کے خیالوں میں گم تھی۔ آنکھ سے دو موتی بہہ کر آئسکریم کپ میں گم ہو گئے۔

"کوئی آ کر ہمیں پوچھے تمہیں کیسے بھلایا ہے۔
تمہارے خط کو اشکوں سے شب غم میں جلایا ہے
ہزاروں زخم ایسے ہیں اگر سلتے تو اچھا تھا
تم ہی کو ہم نے چاہا تھا تم ہی ملتے تو اچھا تھا"

☆......☆

ایک بات یاد رکھنا میڈم راحیلہ! کہ میں ایشال مصطفےٰ تک پہنچ کر ہی دم لوں گا۔ چین سے تو میں بیٹھوں گا نہیں کہہ دینا شالی سے، اور تمہاری تو تکہ بوٹی کر کے تمہارے گھر نہ بھیجی تو میں اپنے باپ کا نہیں۔''

''اچھا ویسے تمہارا کوئی باپ بھی ہے۔ ویری فنی۔ کیا کوٹھے والیاں بھی شوہر رکھنے لگی ہیں۔'' راحیلہ ہنسی دوسری طرف اس کا چہرہ اس توہین پر سرخ ہو گیا۔

''یو شٹ اپ! بلڈی بچ! سالی، کمینی۔ تجھے تو میں چھوڑوں گا نہیں۔ تو ایک بار......!''

''زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے اگر بہت بہادر ہو تو سامنے آ کر بات کرو۔ کیا لڑکیوں کی طرح گھر میں بیٹھے ہو؟ ہونہہ......! ایڈیٹ! بلڈی وولف۔'' راحیلہ نے فون آف کر دیا اور ایشال سے آواز پہچاننے کو کہا، وہ انکار کر گئی اور حواس باختہ سا چہرہ لیے خوفزدہ سی راحیلہ کے گلے چپکی بیٹھی رہی۔

☆......☆

''دل بے قرار سا رہتا ہے
تیرا انتظار سا رہتا ہے
یاد تیری روز آتی ہے
پائیل میری شور مچاتی ہے
دوری کا سوچ کر میری
دھڑکنیں تھم سی جاتی ہیں
کن من کن بارش مانند
آنکھیں برستی جاتی ہیں''

''واؤ! موسم کتنا خوبصورت ہو رہا ہے۔ ہیں ناں! ہیلو! ہیلو!'' پائیل پر جھکی وہ کہیں اور گم تھی۔ عمران کے ہاتھ ہلانے پر وہ فوراً اوپر ہو کر ہلکی ہلکی برستی بارش کو غور سے دیکھتی مسکرا دی۔ دور کوئی اسے روتا ہوا دکھائی دیا۔ مگر افسوس کہ وہ اس کے آنسو نہ پونچھ سکتی تھی۔

''آپ رو رہی تھیں! کیا میں پوچھ سکتا ہوں کیوں؟'' عمران نے سنجیدہ ہو کر

اسے دیکھا۔

''نن......نہیں تو بس ویسے ہی اماں کو سوچ کر رونا آ گیا۔ اگر آج وہ زندہ ہوتیں تو......!'' وہ رودی فوراً بہانہ بنالیا۔ ورنہ تو سوچا مون زبیری کو جارہا تھا جو دشمن جاں تھا۔

''میں ہوں ناں! میرا مطلب ہے کہ ہم ہیں ناں! پھر آپ کیوں خود کو تنہا محسوس کرتی ہیں؟'' عمران مسکراتے ہوئے اس کے پاؤں دیکھنے لگا۔

''آپ کی پائیل بہت پیاری ہے، یا شاید آپ کے پاؤں پر پیاری لگ رہی ہے۔'' وہ دھیرے سے مسکرا دی تو عمران بھی کھل سا گیا۔

''ویسے! آپ کوکنگ بہت اچھی کر لیتی ہیں۔'' عمران کے کہنے پر وہ زور سے ہنس دی۔

''جی! بالکل اور پکوڑے بنانا تو کوئی مشکل کام ہی نہیں ہے۔ صحیح کہہ رہی ہوں ناں میں؟'' اب کی بار عمران بھی زور سے ہنس دیا اور پھر اٹھ کر اس کے پیچھے پیچھے کچن میں چلا گیا۔ تا کہ اس کی ہیلپ بھی تو کر سکے۔ (سمجھا کریں ناں!'')

☆......☆

''مجھے بھی اس نے کچھ نہیں کہا راحی! اور نہ ہی میں اسے پسند کرتی ہوں۔''

''لیکن وہ تو لگتا ہے کہ تمہیں بہت چاہنے لگا ہے۔ اگر تم ڈرے بغیر ہماری ہیلپ کر دو تو یقیناً ہم بہت کچھ کر سکیں گے شالی! وہ شخص بے حد گرا ہوا، گھٹیا اور......!''

''میں جانتی ہوں راحیلہ! سب کچھ لیکن۔ آئی ایم سوری! میں کچھ نہیں کر سکتی۔ اچھا چھوڑو اسے اور اس کے باتوں کو۔ تم بتاؤ ناں کب کر رہی ہو منگنی اور کون ہے وہ جس کا تم کہہ رہیں تھیں۔'' ایشال نے فوراً موضوع بدلہ۔ راحیلہ مسکرا دی۔

''عمران! اور کون ہوسکتا ہے شالی! عمران شروع سے ہی مجھے پسند ہے، اور میں چاہتی ہوں کہ وہی میرا ہمسفر بنے، لیکن جانے وہ میرے جذبوں کو پہچانتا ہے، جانتا بھی ہے کہ نہیں؟ وہ بھی مجھ سے میری طرح محبت کرتا ہے کہ نہیں؟ لیکن میں اسے دل کی گہرائیوں سے چاہتی ہوں شالی!'' راحیلہ زور سے ہنس دی تو شالی بھی اسے چھیڑنے لگی۔ شالی کو عمران کا خود بھی دلچسپی لینا اچھا نہیں لگتا تھا۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ وہ راحیلہ کی پسند ہے، اور خود وہ وہ مون زبیری کی۔ مگر وہ عمران کو روک نہیں سکتی تھی، لیکن اس سے دور ہونا تو اس کے بس

میں تھا۔ سو وہ عمران کے ساتھ زیادہ باتیں ہی نہ کرتی۔ دوسری طرف کئی دن سرخیوں میں سرکار اور اس کے گینگ کی خبریں چھپتی رہیں۔ سرکار بہت تیز، چالاک وشاطر تھا۔ جس سے بڑے بڑے بیوروکریٹ تک پناہ مانگتے تھے۔ وہ جہاں جاتا ہنگامہ مچا کر آتا۔ جس کے نام پر انگلی رکھ دیتا اس کی زندگی کی گھڑیاں ختم ہو جاتیں۔ پولیس ڈیپارٹمنٹ کے بہت سے لوگ بیچ میں ملے ہوئے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ مزید کارروائیاں کرنے میں کامیاب ہو جاتا تھا، لیکن اس کے باوجود ڈیپارٹمنٹ میں ابھی کچھ ایمان دار آفیسرز موجود تھے جو ملک سے دہشتگردی کا خاتمہ کرنا چاہتے تھے۔ کئی لوگ اپنی جان گنوا چکے تھے، لیکن سرکار نامی شخص تک کوئی نہ پہنچ سکتا تھا۔

☆......☆

''میں خیال ہوں کسی اور کا مجھے سوچتا کوئی اور ہے
سرِ آئینہ میرا عکس ہے، پسِ آئینہ کوئی اور ہے
میں کسی کے دستِ طلب میں ہوں تو کسی کے حرفِ دعا میں ہے
میں نصیب ہوں کسی اور کا مجھے مانگتا کوئی اور ہے''

ایشال نے عمران کے دیئے ہوئے پھول کو قریب لا کر اس کی خوشبو کو دل میں اتارا۔ کبھی وہ ہاتھ میں پکڑے سرخ پھول کو دیکھتی کبھی کارڈ پر نظریں دوڑاتی اور کبھی نظریں پائیل کے اداس گھنگھروؤں پر ٹک سی جاتیں۔ پھول کو کارڈ کے پاس رکھ کر وہ پائیل کو اتارے قریب سے دیکھنے لگی۔

''میری روشنی تیرے خدوخال سے مختلف تو نہیں مگر
تو قریب آ، تجھے دیکھ لوں تو وہی ہے یا کوئی اور ہے''

کارڈ پر چند مصرعوں کے علاوہ کچھ نہ تھا اور نہ ہی اس کا نام کہیں لکھا تھا وہ مسکراتے ہوئے اب راحیلہ کے کمرے میں تھی ایسا کرتے ہوئے وہ مسلسل مسکراتی رہی۔

''تجھے دشمنوں کی خبر نہ تھی مجھے دوستوں کا پتہ نہ تھا
تیری داستان کوئی اور تھی میرا واقعہ کوئی اور ہے......''

کارڈ اور پھول کو راحیلہ کی ڈائری کے اندر رکھتے وہ جھک کر پائیل باندھنے لگی۔

''کبھی لوٹ آئیں تو پوچھنا نہیں دیکھنا انہیں غور سے

جنہیں راستے میں خبر ہوئی کہ یہ راستہ کوئی اور ہے
سر آئینہ میرا عکس ہے پس آئینہ......!"

مہدی حسن کے بعد وہ خود ہی دوبارہ گانے لگی کمرے میں اِدھر اُدھر لہراتے ہوئے پائیل کے گھنگھروؤں کے شور پر وہ اداس سی مسکراتی رہی۔ نظروں میں وہ حسین شخص سمایا ہوا تھا۔

☆......☆

"لے سرکار! چائے پی لے!" چمکیلی نے کپ آگے رکھ کر اسے دیکھا۔ جو آسمان کی وسعت پر نگاہیں جمائے بیٹھا تھا۔ بارش کے قطروں کے ساتھ ساتھ اسے دور کہیں سے پائیلوں کا مدھر شور سنائی دے رہا تھا۔ چمکیلی کے بلانے پر وہ چونک کر مڑا۔ بکھرے بالوں کو پیچھے کرتے اس نے سگریٹ نکالا۔ بڑھی ہوئی شیو، سرخ مخمور آنکھیں، اداس چہرہ، سیاہ پڑتے ہونٹوں میں اس نے سگریٹ کو سختی سے دبا لیا۔ چمکیلی اس کا حلیہ دیکھ کر اداس ہوتے ہوئے اس کے بال سنوارنے لگی۔ مون نے اس کا ہاتھ پیچھے کر دیا۔

"چمکیلی! چائے واپس لے جاؤ! اور دوبارہ کوئی مجھے ڈسٹرب نہ کرے پلیز!"

"رے تو نے کل سے کچھ نہیں کھایا۔ دیکھ تیرے لیے پاپڑ تل کر لائی ہوں۔ اچھا ایسے تو نہ گھور جا رہی ہوں۔ پر کھا لینا اور چائے بھی پی لینا سردرد کم ہو جائے گا۔" مون کو غصے میں دیکھ کر چمکیلی چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد اس کے کمرے سے گانے کی تیز آواز پر مون نے مڑ کر اس کے اور شالی کے مشترکہ کمرے کو دیکھا۔ ہر جگہ وہ اپنے نشان چھوڑ گئی تھی۔ مون نے سختی سے آنکھوں کو بند کر کے آنسو پینا چاہے۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کہیں سے شالی کو لائے اور لا کر کمرے میں بند کر دے۔

"ملیں کچھ پل یہ قربت کے...... فقیر ہم تیری چاہت کے
رہے بے چین دل کب تک ملیں کچھ پل تو راحت کے"

"چاہت پے...... عشق پے ہاں لٹا دوں...... لٹا دوں میں اپنی خودی
یار پے ہاں لٹا دوں، مٹا دوں میں یہ ہستی۔"

"شالی! تم نے اچھا نہیں کیا۔ تمہیں اس غداری کی سزا ضرور ملے گی۔ ضرور ملے گی۔ اتنا تڑپاؤں گا، اتنے زخم دوں گا جتنے تمہاری اس جدائی سے مجھے ملے ہیں۔" سر کو ٹیبل

پر رکھ کر وہ ہر شے سے آنسو چھپانے لگا۔ پہلی بار وہ کسی کے لیے، کسی کے پیچھے اس طرح رویا تھا۔ نینا، صدف، نور بائی سب نے کس کس طرح سے اس کا مذاق اڑایا تھا کہ وہ خود کو بالکل تنہا، بے بس محسوس کرنے لگا تھا۔ اسے ڈھونڈ کر دوبارہ لانے کے لیے وہ پہلے سے بھی زیادہ سرگرم ہو چکا تھا۔ وہ اب اس کی ضد بن چکی تھی۔ اس کی وجہ سے کوئی کام بھی ٹھیک طرح سے نہ ہو پا رہا تھا۔ کسی کام میں بھی اس کا دماغ ٹھیک طرح سے کوئی فیصلہ نہ کر پاتا۔ پسٹل پہ ہاتھ رکھتا تو اس کے تصور میں بھول ہی جاتا کہ اس نے گولی بھی چلانا تھی۔ ڈیلنگ کرتے کرتے وہ دور کسی کی نیلی چمکتی آنکھوں کے خیال میں ڈوب جاتا۔ کسی کے پنکھڑی سے لب اور ان پر سیاہ تل یاد آتے ہی وہ باتیں کرتے کرتے بھول کر ماتھے پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ گولیوں کی آواز کے بجائے اسے پائیلوں کا شور اچھا لگنے لگا تھا۔ کسی کے من اور تن کی خواہش نے باقی تمام خواہشوں کو کسی پاتال میں گم کر دیا تھا اور وہ اپنی بدلتی ہوئی حالت کی وجہ سے غصے میں ہر چیز توڑ پھوڑ دیتا۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی بھی اس کی کمزوری کو جان کر اس کا مذاق اڑائے۔

بنا تیرے نہ اک پل ہو...... نہ بن تیرے کبھی کل ہو
یہ دل بن جائے پتھر کا...... نہ اس میں کوئی ہلچل ہو
یا عالی رحم عالی...... یا عالی یار پے قرباں ہیں سبھی''

شراب کی بوتل کو منہ سے لگائے مون شالی کو اپنے بہت قریب دیکھ رہا تھا۔ بہت قریب۔

☆......☆

پرانی دوست کی انگیجمنٹ کے لیے راحیلہ نے بہت سارا اہتمام کر ڈالا تھا۔ شالی کے بالوں کو کھلا چھوڑ کر وہ اسے ستائشی نظروں سے دیکھنے لگی۔

''آج تو تم بے حد پیاری لگ رہی ہو شالی! ویسے اگر سرکار تمہیں دیکھ لے اس خوبصورتی سمیت تو یقیناً وہیں دل پکڑے بیٹھا رہ جائے۔'' راحیلہ پر پرفیوم چھڑک کر ہنس دی۔ شالی خاموشی سے کھڑی خود کو آئینے میں دیکھتی رہی۔ واقعی راحیلہ نے اسے کتنا خوبصورت تیار کیا تھا۔ چھوٹی سی شرٹ، بیل بوٹم کے ساتھ بڑا سا جالی کا دوپٹہ، اس پر اس کے لمبے سلکی بال، مسکراتے ہوئے اس نے چوڑیاں پہنیں۔

''تم بھی اچھی لگ رہی ہو راحی! اللہ کرے عمران آ جائے اور تمہیں اس طرح اس حلیے میں دیکھ کر دنگ رہ جائے۔'' راحیلہ بلش ہوتے ہنس دی۔ شالی بھی اسے دیکھ کر مسکرا دی۔

''ہائے! میری ایسی قسمت کہاں! انسپکٹر عمران اور رومانس دونوں الگ الگ شے کے نام ہیں۔ میں تو دو جملوں کے لیے ترس ہی جاؤں گی شالی!'' راحیلہ کہہ کر کچھ سوچنے لگی۔ شالی خاموش ہو کر دل ہی دل میں عمران کے محبت بھرے جملے یاد کرتے مسکرا دی۔ عمران اور راحیلہ کے لیے دل سے دعا کرتی وہ مسکراتی ہوئی گاڑی میں آ بیٹھی۔ تبھی اس نے راحی سے کہا تھا۔

''راحی! جانے کیوں مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔'' یکدم دل گھبرانے پر اس نے خوفزدہ ہو کر کہا۔

''کیوں شالی!'' راحیلہ نے بال سیٹ کر کے اسے گھورا۔

''بس پتہ نہیں کیوں......!'' وہ دل کے خوف سے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔

''چھوڑو اگر مگر کو شالی! بہادر بنو بہادر۔ ابھی تو تمہیں بھابھی کو فیس کرنا ہے۔ میں تمہیں دوبارہ تمہارے گھر لے کر جاؤں گی۔ تمہارے بھائی سے اچھی طرح پوچھوں گی اور پھر......!''

''نہیں! نہیں راحی! پتہ نہیں بھابھی نے انہیں میرے بارے میں کیا اُلٹا سیدھا کہا ہوگا......''

''تم فکر ہی نہ کرو شالی! اور ہم ہیں ناں! تمہارے ساتھ پھر کیوں تم......!'' وہ باتوں میں مگن تھی جب ڈرائیور نے موڑ کاٹا اور گاڑی کو نامکمل سڑک پر لے گیا۔

''ڈرائیور کہاں جا رہے ہو تم؟ یہ سڑک تو کچی ہے ابھی راستہ بھی مکمل نہیں ہوا ہے۔ ابھی تو اس کی تیاری میں......!'' وہ جھک کر ڈرائیور سے کچھ کہہ رہی تھی کہ وہ گاڑی کی چابی نکالتے ہوئے گاڑی سے اتر گیا۔ وہ اور ایشالی بھی پیچھے پیچھے اتر آئیں ابھی وہ کچھ پوچھتیں کہ دو گاڑیاں اور ایک جیپ بھی موڑ کاٹ کر کچی سڑک پر آ کر رک گئیں۔ مون کو جیپ سے اترتے دیکھ کر خوفزدہ سی وہ راحیلہ کے پیچھے ہو گئی۔ راحیلہ اس طرح سب کو دیکھ کر شالی کو تسلیاں دینے لگی۔

''بہت شوق تھا ناں مجھے دیکھنے کا۔ آ دیکھ لے! اور اچھی طرح سے دیکھ لے۔ کیونکہ آج کے بعد تو کسی اور کو نہیں دیکھ سکے گی۔'' چٹاخ'' قریب آ کر ایک زوردار فولادی تھپڑ راحیلہ کے گال پر پڑا وہ لہراتی ہوئی گاڑی کے ساتھ جا لگی۔ ایشال چیختی ہوئی راحیلہ کے پاس جانے لگی تھی کہ مون نے اس کا بازو اپنی گرفت میں لے کر اسے روک دیا۔

''اور تم اب ہر سزا کے لیے خود کو تیار رکھنا۔ کیونکہ میں......!''

''نہیں! چھوڑ دو مجھے پلیز! پلیز! مون مجھے چھوڑ دو......!''

''چھوڑنا ہی تو نہیں ہے تمہیں سوئیٹ ہارٹ!'' جھک کر مون نے ایشال کے گالوں کو چھوا وہ تیز رونے لگی۔

''دیکھو سرکار! جو کہنا ہے مجھے کہو اس بے چاری پر ظلم کر کے کیا ملے گا تمہیں؟ کیوں تم......!'' مون نے ایشال کو پرے دھکیلا اور خود راحیلہ پر برس پڑا۔ وہ بھاگتی ہوئی جا کر پٹتی ہوئی راحی کے آگے جا بیٹھی اور دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر روتے ہوئے مون سے التجا کرنے لگی۔

''خدا کے لیے اسے مت مارو۔ اس کا کوئی قصور نہیں ہے میں خود بھاگ کر آئی تھی۔'' وہ مڑ کر بے سدھ راحیلہ کو تیزی سے ہلاتے وہ تھرتھر کانپ رہی تھی۔ مون نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اسے اوپر اٹھایا۔ کرب و درد سے اس کی چیخیں نکل گئیں۔

''یہ پہلی و آخری بار تھا۔ اس کے بعد تم نے کبھی بھاگنے کی کوشش تو کیا سوچو گی بھی نہیں۔'' وہ چلاتی رہ گئی مگر مون بے دردی سے اسے گھسیٹتا گاڑی تک لے گیا۔

''باندھو اس کمینی کو اور اسی کی گاڑی میں ڈال دو اسے۔'' حکم ملتے ہی دلاور نے آڑی ترچھی پڑی راحیلہ کو باندھ کر اسے اسی کی گاڑی میں ڈال دیا۔ چیختے چیختے اس کا گلا بیٹھ گیا تھا۔ مگر مون تو جیسے بہرہ ہو چکا تھا۔ مون نے گاڑی میں آ کر بیٹھتے ہی گاڑی اسٹارٹ کر لی۔

''نہیں! نہیں خدا کے لیے مون ایسا مت کرو۔ راحی کو ہاسپٹل لے چلتے ہیں ورنہ وہ مر جائے گی۔ خدا کے لیے میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں، پاؤں پکڑتی ہوں راحیلہ کو......!'' وہ جو ہاتھ جوڑ کر مون سے معافی اور مدد مانگ رہی تھی، ہچکیاں لیتے دھماکے کی آواز پر ساکت سی رہ گئی۔ سانس روکے بغیر اس نے مڑ کر آگ کے شعلے اور دھوئیں کو دیکھا

مارے خوف وحیرت کے سکتے کی کیفیت لیے وہ پچھلی سیٹ پر ڈھے گئی مون سر جھٹکتے اسے مڑ کر دیکھتا مسکرا دیا۔

☆......☆

''تو نہیں تو زندگی میں اور کیا رہ جائے گا
دُور تک تنہائیوں کا سلسلہ رہ جائے گا
آنکھ تازہ منظروں کی آس میں کھو جائے گی
اور دل پرانے موسموں کو ڈھونڈتا رہ جائے گا''

آئینے کے سامنے وہ اپنا بکھرا ہوا مٹی سے اٹا ملگجا سا حلیہ ساکت بیٹھے دیکھ رہی تھی۔ راحیلہ نے کتنے پیار سے اسے تیار کیا تھا۔ کتنی خوش تھی وہ۔ راحیلہ نے تمام چوڑیاں کتنے پیار سے اسے پہنائی تھیں جواب کچھ ہی ہاتھ میں رہ گئی تھیں۔ اس کے لمبے بال جنہیں راحیلہ نے سلجھایا کتنے پیار سے اور اب پھر سے بکھرے ہوئے تھے۔ ڈریسنگ ٹیبل پر وہ سر ٹکائے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''مجھے معاف کر دو راحی! مجھے معاف کر دینا!''

''کچھ لوگوں کی زندگی میں خوشیاں ہی خوشیاں بکھری پڑی ہوئی ہیں۔ مگر انہیں پھر بھی غم اچھے لگتے ہیں، آنسوؤں سے انہیں دلی لگاؤ ہو جاتا ہے۔ اپنے لیے خود مصیبتیں اکٹھی کر کے ان پر بین کرنا ان کی فطرت میں شامل ہوتا ہے۔'' وہ سر اٹھا کر اپنے پیچھے کھڑے مون کو بھیگی پلکیں لیے دیکھنے لگی۔

''کاش میں تم سے نفرت کر سکتی۔ کاش کہ میں تم سے راحیلہ کا بدلہ لے سکتی۔ کاش......!'' وہ روتے ہوئے راحیلہ کو سوچتی رہی۔

''تم نے اچھا نہیں کیا! میں اس کے لیے تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔ کبھی نہیں!''

''اور جو تم نے کیا تھا وہ؟ جانتی ہو مجھ سے غداری کی سزا صرف موت ہے وہ بھی بھیانک موت۔'' مون نے پاس آ کر اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ جہاں سیلاب موجزن تھا۔

''اور مجھے موت سے ڈر نہیں لگتا۔'' وہ نظریں جھکائے بنا کچھ کہے منہ موڑ گئی۔

''تمہیں سزا ضرور ملے گی لیکن موت نہیں۔ ''چٹاخ......!'' مون نے اس کے منہ پر طمانچہ جڑ دیا وہ بیڈ پر جا گری اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ مون زبیری جیسے باکسر کا مقابلہ کر پاتی، وہ روتے ہوئے راحیلہ کو سوچنے لگی جس نے ایک نہیں کئی تھپڑ کھائے تھے۔

''میرے بارے میں انفارمیشن دینے گئی تھی ناں؟ لیکن میں تمہاری اور ان کی کسی چال کو کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔ سمجھیں تم!'' مون نے بھرے جگ کو ایشال پر اُلٹ دیا۔

''تمہیں سزا ضرور ملے گی۔ معصوموں کے خون سے رنگے ہیں تمہارے ہاتھ۔ تمہیں ان سب کی آہیں لگیں گی۔ جو تمہاری وجہ سے لٹ گئے ہیں۔ جب تمہارے گلے میں پھانسی کا پھندا پڑے گا۔ تب تمہیں...... آہ......!'' مون نے اس کے بال مٹھی میں جکڑے۔

''کون دے گا مون زبیری کو سزا؟ تم! یا تمہارا وہ اندھا قانون؟ اونہہ......! ایسی کوئی ہتھکڑی، کوئی پھندا ابھی نہیں بنا جو ان ہاتھوں اور اس گلے میں پڑے۔''

''خدا کے قہر سے ڈرو۔ جس دن ان سب کی بددعائیں تمہیں کہیں کا نہ چھوڑیں گی۔ تب تمہیں احساس ہوگا اور اس دن وہ احساس تمہیں کہیں کا نہ چھوڑے گا۔ دیکھنا بہت جلد تم سلاخوں کے پیچھے اپنے کئے......!'' مون نے دائیں بائیں تھپڑ مارتے اس کے سفید گال سرخ ٹماٹر کر ڈالے تھے۔ وہ بیڈ پر گرتے ہی ہچکیاں لینے لگی۔ آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے تھے۔ جسم ہولے ہولے لرزنے لگا تھا۔

''میری فکر مت کرو اپنی سوچو اپنی! تمہارے ساتھ جو ہوگا وہ......!''

''کیا کرو گے؟ زیادہ سے زیادہ مار ڈالو گے تو مار ڈالو مجھے۔'' وہ مڑ کر زور سے چلائی تھی۔ بند گلے سے نکلتی آواز میں جو درد تھا، جو تکلیف تھی وہ مون کے دل پر آرے چلانے لگی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ رات کی تاریکی میں بہت سارے بلے چیخ رہے ہوں۔

''یا...... یا پھر...... میری عزت پر ہاتھ ڈالو گے۔ روز روز کے مرنے سے بہتر ہے کہ میں ایک بار ہی مر جاؤں۔'' روتے ہوئے ایشال نے دوپٹہ گلے سے نکال کر دور پھینکا اور اپنا گریباں خود چاک کر ڈالا۔ مون نے کھلے منہ اور حیرت بھری آنکھوں سے اس کے دودھیا چمکتے جسم کو دیکھا اور فوراً نگاہیں پھیر لیں۔

''شالی! پلیز تم......!''

''لوٹ لو مجھے! منہ کیوں پھیر رہے ہو؟ کر لو اب اپنی تمام خواہش پوری۔

ساری زندگی کوٹھے والیوں کے ساتھ رہ رہ کر بھی تمہارے جیسے گھٹیا شخص کی ہوس......!''

''ایشال!'' مون مڑ کر غصے سے چیخ پڑا۔ ایسا تو کبھی اس نے سوچا تک نہ تھا۔

''خبردار! جواب ایک لفظ بھی کچھ ایسا اور کہا ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔''

''تم سے برا کوئی اور اس دنیا میں، ہو بھی نہیں سکتا۔ آئی...... آئی ہیٹ یُو! میں حد سے زیادہ نفرت کرتی ہوں تم سے۔ تمہارے بھیانک وجود سے۔ آئی ہیٹ یُو......!'' وہ بیڈ پر گرتے ہی دونوں بازوؤں سے خود کو چھپاتی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ مون نے ایک پل کے لیے اس کے ہلتے وجود کو دیکھا۔ اس کی ہچکیوں و کراہوں کو سنا اور دوسرے ہی پل اس نے پسٹل سے کمرے میں کئی فائر کر دیئے۔ شیشے، شوکیس، لائٹ، ٹیبل، گلدان، شوپیس، تمام ہی چکنا چور ہو گئے۔ وہ چونک کر لمحہ بھر کو مڑ کر اسے دیکھنے لگی جواب پسٹل کا رخ اس کی طرف موڑے شعلہ بار نگاہوں سے اسے گھور رہا تھا۔

''مار ڈالو مون مجھے! کیونکہ میں تمہاری اس دنیا میں نہیں رہنا چاہتی۔ جہاں انسانوں کی حیثیت چیونٹی کے برابر ہے، جہاں تمہارے گولی سے کسی کی چلتی سانسیں تھم جائیں، جہاں خوشیاں پل بھر میں ہی بارود کے دھوئیں میں چھپ کر موت کا سوگوار ماحول بن جاتی ہیں۔ پلیز! مار ڈالو مجھے بھی! میرے جسم کے ساتھ بھی بم باندھ کر میرے اس جسم کے چیتھڑے چیتھڑے کر ڈالو مجھے بھی! مجھے بھی......!'' وہ منہ چھپائے سسک رہی تھی۔ مون نے آنکھیں بند کر پسٹل میں بچی گولیاں بھی ضائع کر دیں۔

''کل کے سرکار اور آج کے سرکار میں بہت فرق آ گیا ہے، اور یہ فرق آج کل واضح نظر آنے لگا ہے۔ تیرے پہلے کے اور اب کے کاموں میں بھی فرق آ گیا ہے مون بچے! ذرا سنبھل کر کام کر ہماری ریپوٹیشن گرنے کا بھی خطرہ ہے۔ تو سمجھ رہا ہے نا میری بات کو؟'' نور بائی نے پان منہ میں رکھ کر اسے دیکھا۔

''ہماری مخالف پارٹی جسے ہم نے مال بیچنا تھا وہ بھی ناراض ہو گئی ہے۔ تیری وجہ سے، کیا ہوتا جا رہا ہے تجھے؟ اگر کوئی پریشانی ہے تو مجھ سے شیئر کر لے۔'' نور بائی کافی دیر تک انتظار کرتی رہیں کہ وہ کچھ کہے گا۔ مگر وہ نظریں اپنے سیاہ جوتوں پر مرکوز کیے بیٹھا تھا۔ جیسے کوئی بے بس لاچار ہو۔

''اگر میں کہوں کہ میں شادی کرنا چاہتا ہوں تو......!''

''تو ہم تمہاری بارات بڑی دھوم دھام سے لے کر جائیں گے اور ایسی شان سے لے کر جائیں گے کہ لوگ صدیوں تک کہتے رہیں گے۔ جہاں جہاں سے بارات گزرے گی وہاں وہاں پھولوں کی پتیاں بچھا دیں گے ہم۔'' نور بائی کے جواب پر مون نے قہقہہ لگایا تھا۔ نور بائی نے اسے گلاس چڑھاتے دیکھ کر گھورا۔ نینا اندر سے آ کر ماں کو غصے سے دیکھتے ہوئے بولی۔

''یہ بھی پوچھ لو ماں! کہ کون ہے اس کی پسند؟ یقیناً وہ گونگی ہی ہو گی۔ ہونہہ دو ٹکے کی نوکرانی ہے اور......!'' نینا طنزیہ کہتے ہوئے ہنسی۔ مون نے اس کی بات بیچ میں کاٹ دی۔

''بس کرو نینا! اب اگر تم نے کچھ اور کہا تو اچھا نہیں ہو گا۔'' مون کا غصہ دیکھ کر نینا ناراضگی سے واپس مڑ گئی۔

''یاد ہے مون بچے! تم نے کہا تھا کہ تم کبھی جورو نہیں رکھو گے۔ کیونکہ جورو

کمزوری بن جاتی ہے، اور تم کبھی کسی کو اپنی کمزوری نہیں بننے دو گے، تو پھر کیسے اور کیوں ہوا یہ سب؟'' مون کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔ وہ کافی دیر تک سر جھکائے وقفے وقفے سے گلاس چڑھاتا رہا۔ نور بائی نے پان کی گلوری کو منہ میں دوسری طرف منتقل کرتے ہوئے اسے گھورا۔

''بول! چپ کیوں لگ گئی ہے تجھے؟ سچ سچ ساری حقیقت بتا دے اپنی خالہ کو۔''

''مجھے وہ...... وہ بہت اچھی لگتی ہے۔ اس کی آنکھیں، اس کے ہونٹ، اس کا ہر ہر انداز مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ اس کے بغیر جانے کیوں میں خود کو بہت ادھورا محسوس کرتا ہوں۔ جانے کیوں؟ کیوں مجھے وہ اچھی لگتی ہے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ...... کہ...... کہ میں...... میں......!'' روتے ہوئے نشے میں ڈوبتا وہ نور بائی کی گود میں سر رکھے ایشال کے خیالوں میں گم ہوتا چلا گیا۔

''جب موسموں میں خوشبو بکھر جائے
''جب بادلوں کی گرج دل میں اتر جائے
''جب بے وجہ ہی دھڑکن مچل جائے
تو سمجھ لینا کہ میں نے تمہیں یاد کیا ہے''

☆......☆

عمران نے افسردگی سے راحیلہ کی ڈائری کو بند کر دیا اور وہ کارڈ اٹھا لیا جو اس نے ایشال مصطفیٰ کو بھیجا تھا۔ مگر ہائے ری معصومیت کہ اس نے راحیلہ کی ڈائری میں رکھ دیا۔ اسے یاد آیا اگلے دن راحیلہ نے اسے پھول اور ایک خوبصورت سا کارڈ بھیجا تھا اور وہ بہت حیران ہوا تھا کہ راحیلہ بھی اسے پسند کرتی ہے۔ پھر وہ کتنا خوش نظر آ رہی تھی۔ شرمائی شرمائی سی مسکراتی ہوئی۔ عمران، راحیلہ کو یاد کرتے پھول کی سوکھی پتیوں کو علیحدہ کرتے مسکرا دیا۔ راحیلہ کی وجہ سے ڈیپارٹمنٹ کے سب لوگ افسردہ اور دعا گو تھے۔ عمران کے دل میں سرکار کے لیے نفرت مزید بڑھ گئی تھی۔ اسے ایشال کی فکر ستانے لگی۔ مڑ کر عمران نے پروین شاکر کی ''خوشبو'' اٹھا لی۔ وہ ہولے سے مسکرا دیا۔ اسے یاد آیا کہ جس دن وہ پھول اور کارڈ دے کر گیا تھا۔ اس کے دوسرے دن راحیلہ کی فرمائش پر بریانی بناتے وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی تھی۔ جو کب سے کچن کے دروازے سے ٹیک لگائے اسے دیکھ رہا تھا۔

''وہ...... وہ راحیلہ! ابھی ابھی باہر گئی ہے کہہ رہی تھی آٹھ بجے تک واپس آجاؤں گی۔'' عمران اسے کنفیوز ہوتے دیکھ کر مسکرانے لگا۔

''تو......؟''

''تو! تو کچھ نہیں! کچھ بھی نہیں!'' وہ مڑ کر بوکھلاتے ہوئے سلاد سجانے لگی۔

''اگر بریانی تیار ہے تو اس خادم پر رحم کر کے اسے عنایت کر دیں۔ بے چارا کب سے کھڑا ہے۔''

''بس پانچ منٹ انتظار کرلیں۔ دم پہ رکھی ہے۔''

''پانچ منٹ کیا میں تو ساری زندگی انتظار کر سکتا ہوں۔'' وہ مڑ کر عمران کو گھورنے لگی۔

''بریانی کا۔'' کھینچ کر بولتے وہ ہنسا تو ایشال بھی مسکرا دی۔

''ویسے میرا جواب ابھی تک مجھے نہیں ملا۔ کیا اس کا بھی انتظار کروائیں گی؟''

''نہیں! بہت جو آپ کو جواب مل جائے گا۔'' عمران اس کی بات پر مسکرا دیا تھا اور ٹھیک دو دن بعد راحیلہ ہمیشہ کے لیے چلی گئی اور ایشال پھر سے کہیں کھو گئی لیکن جانے سے پہلے وہ جواب دے گئی تھی۔ ایک پیپر تھا جو ''خوشبو'' کے اندر تہہ کیے رکھا تھا۔

''راحیلہ کے حوالے سے آپ بہت اچھے لگے ہیں۔ یقیناً آپ راحیلہ کے ساتھ خوش رہیں گے۔''

''میں سمندر کا مزاج ہوں ابھی اس ندی کا پتہ نہیں\
سبھی ندیاں مجھ سے ملیں، مگر میں کسی سے جا کے ملا نہیں\
میرے دل کی سمت نہ دیکھ تو، کسی اور کا یہ مقام ہے\
یہاں ''اس'' کی یادیں مقیم ہیں، یہ کسی کو میں نے دیا نہیں......''

عمران نے پین اٹھا کر ادھورے سے کاغذ کو غور سے دیکھا اور آخری لائنوں میں لکھ ڈالا۔

''مجھے دیکھ کے نہ جھکا نظر، نہ کواڑ دل کے تو بند کر\
تیرے گھر میں آؤں گا کس طرح، کہ میں آدمی ہوں ہوا نہیں

میرے دل کی خوشبو سے بھر گیا وہ فریب یوں کر گیا
وہ میری نظر میں تو پھول ہے اسے لگا پتہ نہیں"

☆......☆

"میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" مون نے سگریٹ کا کش لے کر دھواں چھوڑتے ہوئے اسے کہا تھا مگر وہ ویسے ہی بیٹھے منہ موڑے کھڑکی سے باہر آزاد فضا کو دیکھتی رہی۔

"تم نے سنا نہیں ہے یا پھر تم جواب نہیں دینا چاہتی ہو؟" مون نے ابرو اُچکا کر اس کے جامد لبوں کو بغور دیکھا جو ایک دوسرے میں ایسے پیوست تھے جیسے انہیں سی دیا گیا ہو۔

"ایشال! میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور تم ہو کہ......!"

"تو بجھوا دو رشتہ......!" مون نے نہ سمجھتے ہوئے اسے گھورا۔

"کس کے پاس بجھواؤں؟"

"اماں، ابا کے پاس۔" مون نے سگریٹ مسل کر پھینکتے اور چیختے ہوئے کہا۔

"کیا بکواس کر رہی ہو ایشال؟ کون سے اماں ابا؟ کیا رشتہ؟ تمہارے اماں ابا تو!" ایشال نے مون کی بات فوراً کاٹی۔

"تو صرف فرض کرلو۔ تمہارا رشتہ میرے لیے اگر اماں، ابا کے پاس جائے یا پھر کسی اور کے لیے کسی کے بھی گھر جائے تو کیا جواب ہوگا ان کا؟"

"آئی ڈونٹ نو۔" مون نے بیزاری سے منہ پھیرنا چاہا مگر ایشال کے یکدم چلانے پر مڑ کر وہ اسے گھورنے لگا تھا جو جانے کیا کہنا چاہتی تھی اور کیا کہہ رہی تھی۔

"اس میں نہ جاننے والی کون سی بات ہے؟ ہونہہ...... ظاہر ہے انکار ہی ہوگا۔ کون دے گا تم جیسے چور، ڈاکو، دہشت گرد کو اپنی بیٹی کا رشتہ؟"

"مگر میں کسی کے گھر پر نہیں جا رہا ہوں۔ میں تم سے بات کر رہا ہوں ایشال! تم سے۔" مون نے بھی جواباً تیزی سے کہا۔

"یقیناً میرے اماں، ابا انکار کر دیتے تو بس! میری طرف سے بھی انکار ہے۔"

مون کسی بھوکے شیر کی مانند دھاڑتا ہوا اس تک گیا تھا۔

"ایشال! تم میرے صبر کا امتحان لے رہی ہو۔ اگر میں......!"

''تو تم کیا سمجھتے ہو کہ میں...... میں تم سے شادی کر لوں گی؟ تم سے! جس کے ہاتھ کئی نہیں کروڑوں کے خون سے رنگے ہیں۔ جس نے کئی ہنستے بستے گھر اجاڑے ہیں۔ جو کئی لوگوں کے قتل کا ذمہ دار ہے۔ جو میری عزیز از جان دوست کا قاتل ہے۔ نہیں کبھی نہیں! مون زبیری! اس سے تو بہتر ہے کہ میں اپنا گلا خود گھونٹ کر مر جاؤں۔''

''تم چاہتی ہو کہ میں تم سے زبردستی کروں؟'' مون ابرو اُچکائے غصے سے سرخ ہو چکا تھا۔

ایشال کے اندر کچھ ٹوٹ کر چکنا چور ہوا تھا۔ آنکھوں سے آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر کناروں سے نیچے جانے لگتے تھے، اور خود جب وہ بولی تو آواز میں پہلے جیسی سختی، تیزی نہ تھی۔ اس دشمن جان سے نہ تو محبت کر سکتی تھی اور نہ ہی نفرت۔

''ہاں! بھلا کون روک سکتا ہے تمہیں ایسا کرنے سے؟ لیکن یاد رکھنا مون زبیری! اس سے تمہیں ایشال مصطفیٰ کا تن تو مل سکتا ہے مگر اس کا من نہیں۔'' مون زبیری نے دانت پیستے ہوئے غصے سے اسے سر سے پیر تک دیکھتے ہوئے نیا سگریٹ سلگایا تھا۔

''مون زبیری! نے بھلا اس جسم کا کیا کرنا ہے ایشال! ایسے جسم تو بچپن سے دیکھتا اور ان سے کھیلتا آ رہا ہوں۔ اس سرکش، ضدی سرکار کو تمہارا من چاہیے۔ صرف تمہارا من۔ جو دوسروں سے بے حد مختلف اور مسحور کن ہے۔'' مون زبیری کچھ سوچ کر یکدم مسکرایا تھا۔ دبیز مونچھوں تلے پنک ہونٹ بڑے اچھے لگ رہے تھے۔

''اور یہ من! تم ساری زندگی بھی ترستے رہو تو نہیں نہیں ملے گا مون زبیری! جاؤ جتنی حرام کی کمائی دولت تم نے اکٹھی کی ہے لا کر یہاں ڈھیر کر دو۔ گلی گلی گھومو، چیخو چلاؤ، حکم دو زبردستی کرو، مگر یہ من تمہیں کبھی نہیں ملے گا۔ یقیناً آخر میں ناکامی تمہارا مقدر ٹھہرے گی۔ یہ بددعا ہے ایشال مصطفیٰ کی تمہارے لیے۔'' راحیلہ کا چہرہ نگاہوں میں آتے ہی وہ رو دی۔ مون زبیری نے سگریٹ پینے کے بجائے اسے ہتھیلی میں دبا کر مسل ڈالا۔ آنکھوں میں آنسو جگمگانے لگے، دل یکدم درد سے بھر گیا۔ چہرہ بے بسی اور مایوسی سے سرخ ہوا جا رہا تھا۔ دروازے تک جا کر وہ مڑتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''نہیں! ایشال مصطفیٰ! نہیں! نہ دولت سے نہ زبردستی، نہ بازار سے نہ سماج سے میں بھیک مانگوں گا اس من کی تم سے۔ اور مجھے یقین ہے یہ من مجھے خیرات میں ضرور ملے گا''

اور میں اسے حاصل کر کے رہوں گا۔ کیونکہ اسے اوپر والے نے صرف میری قسمت میں لکھا ہے صرف اور صرف مون زبیری کی، اور اگر...... اگر نہ حاصل کر سکا تو فنا کر دوں گا ہر شے کو، محبت کو، زندگی کو، خود کو۔ صرف تمہیں چھوڑوں گا تنہا، تم تنہا جل جل کر تڑپ تڑپ کر مروگی اس دیوانے کی یاد میں۔ یہ میری مون زبیری کی پہلی اور آخری دعا ہو گی تمہارے لیے۔'' ہتھیلی کی پشت سے آنکھیں صاف کرتے ہوئے وہ فوراً باہر نکل گیا اور اس کے جاتے ہی ایشال نے فوراً پہلے دروازہ بند کیا۔ پھر کھڑکی بند کی اور پھر بھی جب دل کا خوف ختم نہ ہوا تو اس نے گھبرا کر آنکھیں ہی بند کر لیں۔

''میرے دل میں کئی گھاؤ ایسے بھی ہیں
جن کا درماں تیری دسترس میں نہیں
ایک غم جس کی شدت ہمہ گیر ہے
تیرے بس میں نہیں میرے بس میں نہیں''

☆......☆

''تمہیں تو بہت سمجھایا تھا میں نے، لیکن تم نے تو میری ایک نہ سنی۔ کیا فائدہ ہوا ہے تمہیں اس کام میں؟ اُلٹا ہمارا ہی نام لیا جا رہا ہے۔'' نیتا اخبار رکھ کر مون کو دیکھنے لگی۔ آج کل راحیلہ کی وجہ سے اخبار والے کافی سرگرم تھے۔ جس کا نیتا نے سارا قصور گونگی پر ڈال دیا۔ مون کوئی جواب دیئے بغیر خاموش بیٹھا رہا۔

''دیکھو مون! ہم جو کام کرتے ہیں ایک دوسرے کے بھروسے اور اعتماد پر کرتے ہیں، اور سوچو بھلا ہم کس طرح کسی کو اپنے اتنے قریب رکھ رکھتے ہیں؟ اور کس طرح کسی پر اعتماد کر سکتے ہیں؟ نہیں مون! اس طرح تو ہم خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار رہے ہیں۔''

''اس کا مجھے بھی احساس ہے لیکن اب تم سب کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسا ویسا کچھ بھی میں کسی کو کرنے نہیں دوں گا، اور رہی بات گونگی کی تو...... وہ اب کبھی دوبارہ ایسی حرکت نہیں کرے گی۔ یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔'' کچھ سوچ کر مون نے کہتے ہوئے مڑ کر اخبار اٹھا لیا۔

''اور اگر اس نے پھر ایسا کیا تو......؟'' نیتا نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''تو پھر وہ بہت پچھتائے گی...... بہت زیادہ۔'' مون کہہ کر اخبار پڑھنے لگا۔ جبکہ

نینا مسکرا دی کہ کبھی نہ کبھی تو گونگی کا بھوت مون کے سر سے اُترے گا ہی۔

☆......☆

''شالی! شالی؟! شالی؟ آخر تم چاہتی کیا ہو؟''

''میں کیا چاہتی ہوں؟ یہ تم سے زیادہ بہتر اور کوئی نہیں جان سکتا۔''

''اُف گاڈ! مجھے صرف اتنا بتا دو کہ میرا قصور کیا ہے شالی! اگر میں دہشت گرد ہوں، چور، ڈاکو، لٹیرا ہوں تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟ جو اصول، جو رویے، حالات و واقعات جو طور طریقے مجھے آنکھ کھلنے پر ملے ہیں۔ میں نے وہی اپنائے ہیں۔ میں...... میں ماں کے پیٹ سے تو مجرم نہیں پیدا ہوا تھا۔ مجھے مجرم معاشرے اور اس کی ناانصافیوں نے بنایا ہے اور حقیقت میں تو میرے مجرم بننے میں پولیس والوں اور بیوروکریٹ کا سب سے بڑا ہاتھ ہے۔''

''ہونہہ...... معاشرہ، ناانصافیاں۔ یہ تو سب کے ساتھ ہوتا ہے۔ میرے ساتھ بھی یہی ہوا تو کیا میں اس کا بدلہ لوگوں سے لینے لگ جاؤں؟ ہتھیار اٹھا لوں اپنے ان ہاتھوں میں؟ جھوٹ...... جھوٹ بولتے ہو تم!'' ایشال نے منہ موڑتے ہوئے چیخ کر کہا تھا۔

''نہیں شالی! اگر مجھے بھی اچھا ماحول، اچھی تربیت اور اچھے لوگ ملتے تو شاید میں بھی انسپکٹر عمران ہوتا نہ کہ سرکار۔ پیدا ہوا تو ٹھوکریں ملیں، لیکن نور بائی نے مجھے بیٹا سمجھ کر میری تربیت کی۔ مجھے پالا تمام آسائشیں دیں اور اگر وہ ایسا نہ کرتی تو شاید آج میں بھیک مانگ رہا ہوتا۔ کتوں کی طرح کچرا کونڈی سے اپنا پیٹ بھرتا اور پھر......''

''اچھا ہوتا اگر تمہاری ماں تمہیں لاوارثوں کی طرح پھینک دیتی کم از کم تمہیں نور بائی کے حوالے نہ کرتی جس نے تمہیں حیوان بنا دیا ہے۔ ارے! تم تو اس کتے سے بھی بدتر ہو جو کچرا کونڈی سے اپنا پیٹ!''

''شٹ اَپ ایشال!'' ناچاہنے کے باوجود مون کا ہاتھ اٹھ گیا۔ وہ منہ پر ہاتھ رکھے پھیکی سی ہنسی ہنس دی۔ مون نے گھور کر اسے اور پھر اس کے سرخ ہوتے گال کو دیکھا۔

''ہونہہ......! سچ برا لگا ناں! لیکن یہ سچ ہے اصل میں تمہیں مجرم نور بائی نے بتایا ہے جس کے لیے تم صرف ایک کھلونا ہو کھلونا۔ وہ تمہیں استعمال کر رہی ہے۔ ایک ریموٹ کی طرح اور تم ٹی وی کی طرح اس کے اشاروں پر چلتے رہتے ہو۔ دیکھ لینا جس دن یہ کھلونا

کسی کام کا نہ رہے گا اس دن تمہاری یہ خالہ جان ریموٹ کا وہ بٹن دبا دے گی جس سے چند ٹی وی بند ہو جائے گا اور تم......''

''بس! بس......! زیادہ بک بک کرنے کی ضرورت نہیں۔ نہ سنایا کرو مجھے اپنی یہ بکواس روزانہ۔ ہونہہ......! دیکھ لوں گا میں تمہیں۔'' مون نے سگریٹ مسل کر پھینک دی اور نئی سگریٹ سلگا لی۔ بے چینی اور گھبراہٹ سے اس کا دل گھبرانے لگا وہ ایشال کو تیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے باہر چلا گیا۔

☆......☆

''میرے درد کی کوئی دوا نہیں ہے چمکیلی! اے! کاش......! مجھے موت آ جائے۔''

''ہائے! ہائے! ایسا تو نہ بول! دیکھنا بہت جلد......!''

''بہت جلد کیا چمکیلی؟ اب کوئی مجھے لینے بھی آئے گا تو میں نہیں جاؤں گی۔ پہلے گئی تھی اور دوست کو کھو دیا۔ تم نہیں جانتی چمکیلی! مون نے کیسے......! میری جان راحیلہ کو کس بے دردی سے مار ڈالا۔ کاش میں اس کے لیے کچھ کر پاتی کاش!'' وہ رونے لگی۔ چمکیلی نے اسے بہلانے کے لیے تسلی دیتے ساتھ لگایا تھا۔

''یہ لوگ بہت ظالم ہیں ری! تو مان جا مون کی بات ورنہ جانے وہ کیا کر بیٹھے۔''

''نہیں! کبھی نہیں! اب تو میں کبھی اس کی بات نہیں مانوں گی۔ چاہے کچھ بھی جائے۔''

''ایک راستہ ہے جان چھڑانے کا ری! اگر میں بتاؤں تو......!'' اور پھر چمکیلی نے سے کہا وہ سن کر وہ مطمئن سی ہو کر کچھ سوچنے لگی۔

☆......☆

''میں تم سے شادی کے لیے تیار ہوں۔''

''کیا......؟ کیا واقعی تم......! او رگاڈ!'' خوشی سے مون کا چہرہ کھل اٹھا۔

''لیکن! میری ایک شرط ہے؟''

''شرط؟ کیسی شرط؟'' مون کی گہری مسکراہٹ میں حیرانگی ابھری۔

''تم خود کو قانون کے حوالے کر دو۔''

''اسٹاپ اِٹ ایشال! یہ کیا مذاق ہے؟''

''یہ مذاق نہیں حقیقت ہے۔''

''مگر ایشال! میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ جیل میں چکی نہیں پیسنا چاہتا۔''

''آئی ڈونٹ نو!'' ایشال نے لاپروائی سے کندھے اُچکائے۔

''نو...... نیور! کبھی نہیں!'' مون کے چہرے کے زاویے بگڑنے لگے۔ مگر وہ اپنی بات پر ڈٹی رہی۔

''تو جب تمہیں میری شرط منظور نہیں تو میں بھی تمہاری بات نہیں مان سکتی۔''

''تم چاہتی کیا ہو ایشال! پلیز! مجھے اس طرح مت آزماؤ۔'' وہ یکدم بے بس سا ہو گیا۔

''مون! پلیز......! کیا تم میرے لیے یہ سب چھوڑ نہیں سکتے؟ کیا میری خاطر تم یہ قربانی نہیں دے سکتے؟ پھر تم جیسا کہو گے میں ویسا ہی کروں گی۔ پلیز مون! خدا کے لیے میری بات مان لو پلیز! پلیز......!''

''کیسی بچوں جیسی باتیں کر رہی ہو تم؟ اس قربانی کا، یہ سب کچھ چھوڑنے کا مطلب سمجھتی ہو تم! موت...... صرف موت ملے گی مجھے، تم نہیں۔ ایشال! جسے تم آسان سمجھتی ہو یہ اتنا بھی آسان نہیں بہت مشکل ہے۔ یہ بہت مشکل، اور میں کم از کم یہ رسک نہیں لے سکتا۔''

''یہ کیوں نہیں کہتے ہو کہ تمہیں موت سے ڈر لگتا ہے؟''

''ہاں شاید......!'' مون کو اپنی ہار اپنی بے بسی پر سخت غصہ آ رہا تھا۔

''شاید نہیں یقیناً۔ دوسروں کا خون کرنے والے ہمیشہ موت سے......!''

''پلیز ایشال! تم......!''

''مت نام لو میرا نام اپنی اس زبان سے۔'' وہ رونے لگی۔ مون یکدم اس کے پاس آیا۔

''دیکھو ایشال! ہم بہت خوش رہیں گے۔ میں یہ ملک ہی چھوڑ دوں گا۔ میرے اصلی نام اور شکل وصورت سے کوئی واقف نہیں۔ میں اور تم......!''

''لیکن میں تو جانتی ہوں ناں!'' وہ آہستگی سے کہتی رو پڑی۔

''بس! مجھے اور کچھ نہیں سننا۔ میں تم سے ہی شادی کروں گا۔ کیونکہ میں تم سے

عشق کرتا ہوں۔"

"اور میں تم سے شادی نہیں کروں گی۔ کیونکہ میں نفرت کرتی ہو تم سے۔" مون نے قدرے زچ ہو کر اس کے سپاٹ چہرے پر نظریں دوڑائیں پھر اچانک ہی اسے بازوؤں سے دبوچ کر اپنے قریب، بہت قریب کر لیا، اور یکدم جھنجوڑتے ہوئے اس کا چہرہ اپنی طرف موڑا۔ گرم گرم سانسیں اس کے چہرے پر پڑتے ہی ننھے ننھے قطرے اس کے چہرے پر چمکنے لگے۔ وہ مون کو اس طرح بالکل اپنے پاس دیکھ کر گھبرا ہی گئی۔ وہ شرم سے سرخ ہوتی نظریں موڑ گئی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے مون! چھوڑو مجھے۔کوئی آ جائے گا۔ پلیز! چھوڑو مجھے!"

"کیا تم مجھ سے محبت نہیں کرتیں؟" مون نے اپنی نظریں اس کے چہرے پر گاڑدیں۔

"مون پلیز!......مم! مجھے درد ہو رہا ہے۔ میرا بازو...... آہ......!" وہ مون کی مضبوط گرفت سے اپنا بازو چھڑاتے مزید کنفیوژ ہونے لگی۔

"نہیں! پہلے مجھے جواب دو! میری طرف دیکھو۔ میری نظروں سے نظریں ملا کر کہو کہ تم مجھ سے نفرت کرتی ہو، بے حد نفرت۔" اگر وہ کافی فاصلے پر ہوتی تو چہرہ موڑ کر مبالغہ آرائی کر سکتی تھی۔ مگر اس طرح بالکل قریب کھڑے اس سے جھوٹ بولا ہی نہ گیا۔ یہ کیسی کشمکش تھی جس نے اس کے دل کی دنیا کو تہہ و بالا کر دیا وہ رونا نہیں چاہتی تھی مگر......!"

"کاش! بھابھی نے مجھے گھر سے بے گھر کرنے کی بجائے زہر دے کر مار ڈالا ہوتا۔ کاش......! کاش کہ میں تم سے نہ ملی ہوتی، کاش کہ میں...... میں......!" آنسوؤں کا گولہ سا حلق میں اٹک گیا اور وہ بلک بلک کر رو دی۔ مون نے ہولے سے مسکراتے ہوئے اس کا بازو چھوڑ دیا۔

"ہم اپنے آپ میں یوں گم ہوئے ہیں عرصے سے
ہمیں جیسے کسی کا بھی انتظار نہیں
کسی کو ٹوٹ کے چاہیں کہ چاہ کر ٹوٹیں
ہمارے پاس تو اتنا بھی اختیار نہیں"

☆......☆

''نہیں خالہ جانی! اب نہیں! بس مجھے یہ روپے نہیں چاہئیں اور نہ ہی آئندہ میں لڑکیوں کو ایک کوٹھے سے دوسری اور پھر تیسری جگہ پہنچانے کی ڈیلنگ کروں گا۔''

''ابے! اور کون کرے گا یہ کام؟ کیسی باتیں کر رہا ہے تو؟ کیا دماغ خراب ہو گیا ہے تیرا؟'' نور بائی نے تیکھی نظروں سے بھانجے کی طرف دیکھا تھا۔

''نہیں! دماغ بالکل ٹھیک ہے۔ آئندہ یہ کام کسی اور سے کروا لینا اب یہ میرے بس کا روگ نہیں۔ آئی ایم سوری خالہ جانی!'' وہ اٹھ کر تیزی سے باہر نکل آیا۔ حیران پریشان نور بائی کو تنہا چھوڑ کر۔

''کوچۂ کج کلہاں تیرے وہ ہجرت زدگاں
خودسری بھول گئے، خود گھر ہی بھول گئے
میں تو بے بس ہوں مجھے درد کا احساس نہیں
چارہ گر کیوں روشِ چارہ گری بھول گئے''

☆......☆

''پوچھو! اس گونگی سے یہی ہے سارے فساد کی جڑ۔ چھپ چھپ کر انفارمیشن دیتی ہے انہیں۔ میرا تو سارا شک ہی اسی پر ہے۔ ورنہ پولیس والوں کو کیسے علم ہوتا کہ ہم فلاں فلاں جگہ ڈکیتی کرنے جا رہے ہیں؟ سارا پلان ہی چوپٹ کر دیا، اوپر سے اپنا بندہ بھی ٹپکا دیا پولیس والوں نے۔'' کمرے میں یکدم خاموشی سی چھا گئی۔ نینا یکدم زور سے ہنسی تھی مون نے ابرو اچکا کر اسے گھورا۔

''میرا وعدہ ہے تم سب سے! اب گونگی ایسا ویسا کچھ نہیں کرے گی۔''

''ہونہہ...... غیر آخر غیر ہی ہوتے ہیں۔ مون زبیری! آخر دکھا گئی نہ اپنا رنگ۔ تمہارا ساتھ اچھا ہوا ہے اور رکھو اسے پاس، اور کرو اس کی تعریفیں۔ ہونہہ......فٹ۔'' نینا یکدم چیخنے لگی تھی۔ کچن میں برتن دھوتے وہ کانپ سی گئی۔ چمکیلی اِدھر اُدھر دیکھتے جلدی سے بولی تھی۔

''ہائے اللہ! گونگی بے چاری کا ہے کو انفارمیشن دے گی کسی کو؟ ...... کیا ملے گا یہ سب کر کے؟ ہاں! جھوٹ ہے یہ سب۔'' نینا منہ موڑتے اٹھ کر چل دی۔ دل اس کا بلیوں اچھل رہا تھا، کہ اب مون کے ہاتھوں گونگی کی خیر نہیں۔ پیچھے پیچھے صدف، جیا، شبیر

بھی اٹھ کر چل دیئے۔ انہوں نے اب اپنا ٹھکانہ تبدیل کر لیا تھا۔ یہاں پر اب چمکیلی اور مون کا وفادار ملازم دلاور رہتے تھے۔ مون سے اجازت لے کر چمکیلی اور دلاور بھی اٹھ کر سرمحل افسوس کرنے چل دیئے۔ مون ٹیبل پر ٹانگیں پھیلائے نینا کا طنز بھرا لہجہ یاد کر کے کافی غصے میں تھا۔ گہری سوچ میں ڈوبے وہ یہی سوچ رہا تھا کہ۔

''نمبر ملایا تھا تو کس نے وہ بھی انسپکٹر عمران کا؟'' شراب کا تیسرا گلاس بھی خالی کر کے پھینکتے ہوئے وہ کچن کی طرف دیکھنے لگا جہاں کھسر پھسر اور برتنوں کی آواز سے لگتا تھا کہ ایشال کچن میں ہے۔ ڈھیلے ڈھالے قدموں سے وہ کچن میں چلا گیا۔

''تم کیا سمجھتی ہو؟ ہر بار مجھے دھوکا دے کر بھاگ سکوگی یہاں سے؟'' وہ صابن سے بھرے ہاتھ دوپٹے سے پونچھ کر اسے دیکھتی گھبرا گئی۔ نینا کی ساری باتیں جو سن چکی تھی۔ اوپر سے چوری پکڑے جانے کا بھی خوف اسے مزید ڈرائے جا رہا تھا۔

''جھوٹ! ہر بار جھوٹ! دھوکا!'' مون نے اسے دھکا دیا وہ دیوار سے جا ٹکرائی۔

''نن......نہیں! نہیں......مم نے کچھ نہیں کیا۔''

''فون پر انفارمیشن دے کر کہتی ہو کہ میں نے کچھ نہیں کیا۔ یوڈفر ایڈیٹ!'' بالوں سے پکڑے مون نے بے دردی سے اسے کچن سے باہر نکالا۔

''نہیں! نہیں! مون! یہ جھوٹ ہے۔'' وہ چیختے جا رہی تھی مگر اس کی سنتا کون؟

''تم نے نہیں کیا تو یہ نمبر میرے باپ نے آ کر ملایا ہے؟ ہونہہ جھوٹ! وہ بھی مجھ سے......!'' مون زبیری فولادی جسم کا مالک وہ ایک باکسر تھا۔ عام حالت میں وہ بندے کو مارتا تو اس کی حالت گھمبیر ہو جاتی تھی اور نشے میں وحشت وہ اسے کسی جانور کی طرح مارے جا رہا تھا۔ بالوں کی لمبی چٹیا کھل چکی تھی۔ ہونٹوں سے خون رسنے لگا تھا وہ اس کے سامنے کسی بال کی طرح اِدھر اُدھر لڑھکتی جا رہی تھی۔

''نہیں! مت مارو مجھے! مون پلیز! مت مارو! چمکیلی مجھے بچا لو! خدا کے لیے چمکیلی! چم......کی......آہ......!'' مون اپنی پینٹ سے بیلٹ نکالے اسے مارتا چلا گیا۔ وہ چیختی ہوئی پٹتی جا رہی تھی۔ بغیر سوچے سمجھے جہاں آ رہا تھا وہ مارنے جا رہا تھا۔ چھوٹی موئی سی وہ فرش کے بیچوں بیچ آڑی ترچھی پڑی ہچکیاں لیتی ہانپ رہی تھی۔ مون زبیری نے ایک بار پھر اس کے کھلے بالوں کو سختی سے پکڑا اور اسے بیڈ پر دھکیلا تھا۔ اس کا ماتھا زور سے بیڈ کی

بیک سے جا ٹکرایا۔

''بول! کیوں کیا تھا فون! کیا بتایا ہے اس انسپکٹر کو؟ بول.....'' مون نے پوری قوت سے اس کے بازوؤں کو دبوچ اسے جھنجوڑ ڈالا۔

''مم...... میں...... میں نے ویسے ہی..... عم.....عمران سے بات......!'' ایشال کی بات نے آگ پر مزید تیل چھڑکا تھا مون نے ابرو اچکا کر دانت رگڑ ڈالے۔

''نمبر ملا دیا...... بات بھی کی اور سالی کہتی ہے کہ میں نے کچھ نہیں کہا۔'' شراب کے نشے میں مون نے آؤ دیکھا نہ تاؤ بیلٹ سے اس کے مارتا ہی چلا گیا۔ ایشال کی حالت غیر ہونے لگی۔ ماتھے، ہونٹ اور ناک سے خون رسنے لگا۔ بائیں بازو سے جان ختم ہو چکی تھی۔ لگتا تھا کہ جیسے ٹوٹ گیا ہے۔ سارا جسم نیل و نیل ہوتا پسینے میں شرابور تھا۔ کپڑے جگہ جگہ سے پھٹ گئے تھے اور بال بیڈ پر ایسے بکھرے پڑے تھے جیسے ناگ رینگ رہے ہوں۔ دوپٹہ دروازے کے پاس پڑا تھا۔ اور خود وہ بیڈ پر بری طرح پڑے کانپتے کراہ رہی تھی۔

مون کے ہاتھ سے بیلٹ نیچے گرا سر پر نشہ چڑھنے لگا سرخ انگارہ آنکھیں لیے وہ اس کی طرف بڑھا، جھک کر اس کے بال پیچھے کرتے نیلی آنکھوں کی شکایت کی بجائے وہ اس کے بکھرے بکھرے سے سراپے میں گم ہوتا چلا گیا۔ ایشال کے چیخنے چلانے اور احتجاج کرنے کے باوجود نشے میں گم مون زبیری نے اس کے سوجے، کانپتے لرزتے پھٹے ہوئے ہونٹوں پر اپنے لب رکھ کر اسے ساتھ بھینچ لیا۔

''نہ ہم ولی ہیں نہ پیغمبر، لوگ جانے کیوں
''قدم قدم پہ ہمیں آزمانے لگتے ہیں''

☆......☆

''ویل ڈن انسپکٹر عمران! ویل ڈن! آپ جیسے محنتی اور ایمان دار آفیسر سے مجھے یہی امید تھی۔''

''تھینک یُو سر! ویسے اصل تھینکس کا حقدار تو کوڈ 3 ہے جس نے ہماری ہیلپ کی۔''

''اوہ ہاں! رئیلی! اور کیا نام بتایا تھا آپ نے اس لڑکی کا؟''

''ایشال! سر! ایشال مصطفیٰ! سر وہ راحیلہ کی بیسٹ فرینڈ بھی ہے۔''

''اوہ یس! راحیلہ جیسی اچھی ساتھی کے اس المناک واقعے کا ہم سب کو سخت

افسوس ہے بٹ انشاء اللہ ہم بہت جلد دشمنوں پر غالب ہو کر فتح حاصل کریں گے۔''

''انشاء اللہ سر!'' ایشال کے معصوم سراپے کو سوچ کر وہ مسکرا دیا۔

☆......☆

''نہیں! نہیں! آہ......! نہیں! یہ نہیں ہو سکتا۔ نہیں! اوہ گاڈ! یہ میں نے کیا کر دیا۔'' دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپائے وہ چیخنے چلانے لگا۔ سر محل کی تمام لڑکیاں رات کی ڈیوٹیاں دے کر اب آرام فرما تھیں۔ مگر مون زبیری کے دھاڑنے پر سب ہی نیند سے بیدار ہو کر سہم سی گئیں۔

''کیا ہوا مون! مون......! کیوں رو رہے ہو تم! بات کیا ہے آخر؟'' نینا، صدف، جیا تینوں ہی اس کے پاس آ کر جھکتے ہوئے تیزی سے پوچھنے لگیں۔ وہ روتے روتے سجدے میں سر رکھے چلانے لگا انہوں نے کبھی بھی اسے اس طرح روتے نہیں دیکھا تھا۔ اس طرح روتے ٹوٹ کر بکھرتے دیکھ کر وہ سچ مچ گھبرا سی گئیں۔

''مون! کچھ تو بتاؤ! بات کیا ہوئی ہے آخر؟'' نینا اس کا سر اوپر کرنے لگی۔

''چلے جاؤ سب چلے جاؤ......! اکیلا چھوڑ دو مجھے......! جاؤ......!'' وہ سر اٹھائے بغیر دھاڑا تھا۔ سب لڑکیاں ڈر کر اپنے اپنے کمروں میں گھسنے لگیں۔ جبکہ نینا فوراً ماں کو فون ملانے لگی تھی۔ جو گھر پر نہ تھی۔ دلاور اور چمکیلی پہنچے تو نینا انہیں ساتھ لیے مون کے کمرے میں چلی گئی۔ جہاں وہ گھٹنوں کے بل جھکا روئے جا رہا تھا۔ دلاور فوراً آگے بڑھا۔ جبکہ چمکیلی یوں ہی کھڑی اسے گھورتی رہی۔

''میں...... میں اکیلا رہنا چاہتا ہوں......' لیو می الون......! پلیز!'' سب کے جاتے ہی وہ سر کو دونوں ہاتھوں سے دبوچے روتا چلا گیا۔ سب کچھ اس وقت وہ بھلانا چاہتا تھا سو سکون کے لیے سلیپنگ پلز لینے کے بعد وہ شراب کی بوتلوں پر جھک گیا۔

☆......☆

''میری وجہ سے ہوا ہے یہ سب۔ اوہ میرے ربا! ایشال! مجھے معاف کر دینا۔ معاف کر دینا! تمہاری بربادی کی ذمہ دار میں ہوں، صرف میں ہوں۔ اوہ میرے خدارا!'' وہ سر جھکائے خاموشی سے روتی رہی۔

☆......☆

افیون، شراب اور سلیپنگ پلز کا نشہ جب سر سے اترا تو وہ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہوا۔ نوربائی کو بہلا کر وہ سیدھا چھت پر آ گیا۔ پورے دو ہفتے بعد اٹھا تھا۔ سرخ سوجی ہوئی آنکھیں، موٹے اور سرخ پڑتے ہونٹ، چہرہ سونے کی وجہ سے پھول کر سوجا ہوا لگ رہا تھا۔ آنسو صاف کر کے اس نے گھر کا نمبر ملایا تھا۔ دلاور کو پیغام دے کر وہ چھت پر ہی بے قراری سے ٹہلتا رہا تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ نیچے چمکیلی کے سامنے بیٹھا تھا۔ سر جھکائے شرمندہ شرمندہ سا۔

''جلدی جلدی بول دے کیا کام ہے؟ مجھے ذرا جلدی گھر جانا ہے۔''

''کیوں؟'' سوال کرنے کے بعد وہ خود ہی خاموش سا ہو گیا۔

''وہ...... شالی! کی صحت کچھ ٹھیک نہیں ہے رے! اس لیے۔''

''کیوں؟'' اب کی بار چمکیلی نے مون کو گھورا تھا وہ نگاہیں چراتے مزید پستی میں چلا گیا۔

''تو نے اچھا نہیں کیا رے! اس کے ساتھ۔ سارا ہی جسم چھلنی چھلنی کر دیا رے! مجھ سے پوچھ کہ کیسے میں نے ان ہاتھوں سے وہ مرہم رکھا ہے اس کے زخموں پر۔'' اس کی تکلیف کا سوچ کر مون کی یکدم آنکھیں بھر آئیں۔

''بے چاری! کا رو رو کر برا حال ہے رے! سب کچھ چھین لیا تو نے تو اس سے۔''

''نہیں! میں بہت شرمندہ ہوں چمکیلی! میں کیا کروں چمکیلی؟ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔ میں نشے میں بہت بہک گیا تھا اور پتہ ہی نہ چلا کب، کیسے۔ لیکن غلطی اس کی بھی تھی۔ میں اس سے بہت محبت کرتا ہوں۔ اتنی زیادہ تو پھر وہ...... مجھ سے شادی کیوں نہیں کر لیتی؟ کیوں مجھے مجبور کرتی ہے یہ سب کرنے پر؟ کیوں...... آخر کیوں؟''

''ارے! یہ ہے تیری محبت؟ زخموں اور تکلیفوں والی محبت۔ اسے نہیں چاہیے رے!''

''تو نہیں جانتی چمکیلی میں اس کے بغیر مر جاؤں گا۔ ایک دن اگر میں اسے نہ دیکھوں تو میرا حال پاگلوں جیسا ہو جاتا ہے۔ سلیپنگ پلز کا عادی بنا دیا ہے مجھے اس نے۔ میرا دل کسی کام کو نہیں چاہتا۔ وہ روتی ہے تو میرا دل بھی رونے لگ جاتا ہے، وہ ہنستی ہے تو میرا دل خوشیوں سے بھر جاتا ہے۔ یہ دل کم بخت اب میرا نہیں رہا چمکیلی! اس کا ہو گیا

ہے۔ اس کا تاجدار ہو گیا ہے یہ۔ بس میرا جی چاہتا ہے کہ وہ مجھ سے پیار کرے۔ میں کہیں بھی جاؤں وہ واپسی پر میری منتظر ہو، وہ چلتی ہے تو میرا جی چاہتا ہے کہ میں زمین ہو جاؤں، وہ ہنسے تو مسکراہٹ، وہ روئے تو آنسو بن جاؤں۔ اس کے زخموں کی دوا بن جاؤں۔ اس کے دل کی دھڑکن ہو جاؤں میں۔ میرا جی چاہتا ہے چمکیلی! کہ میں پریشان ہوں تو وہ مجھے بانہوں میں لے لے میرے بکھرے بالوں کو اپنی نرم نازک انگلیوں سے سنوار دے لیکن...... لیکن وہ کبھی ایسا نہیں کرتی۔ اس نے کبھی مجھے وہ اختیارات نہیں دیئے جو میں چاہتا ہوں۔ وہ ہمیشہ وہی کام کرتی ہے جو میرے غصے کی انتہا بن جاتا ہے اور میں......!'' بے حد شرمندگی کے باوجود وہ شکایتیں کر رہا تھا۔ چمکیلی پھیکی سی ہنسی ہنس دی۔

''اور تو اس پر ظالم سرکار بن کر برس پڑتا ہے۔ تجھے اس کی رتی برابر پرواہ نہیں۔ ارے! مائی باپ! جا کر اس کا جسم دیکھ۔ سر سے لے کر پاؤں تک سارا جسم نیل و نیل کر دیا ہے تو نے۔ تیرے بیلٹ کے چھالوں سے بھر گیا ہے اس کا جسم۔ چہرہ تھپڑوں کی تمازت سے سرخ ہو کر سوجا ہوا ہے۔ آنکھیں رو رو کر پتھر بن چکی ہیں۔ لب ساکت ہو گئے ہیں اس کے، وہ تجھ سے سخت خفا ہے سرکار! اس کا دل، اور دھڑکنیں بھی تجھ سے ناراض ہو گئی ہیں رے! کیوں تو نے اس کی حرمت کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالا؟ کیوں رے......؟ میں جا رہی ہوں۔ بے چاری جانے اکیلی کیا کر رہی ہو گی۔'' چمکیلی اٹھ کر چلی گئی۔ پیچھے وہ ماتھے پر ہاتھ رکھے رو دیا۔ زندگی میں پہلی بار وہ اوپر والے سے مخاطب ہوا تھا، پہلی بار شکایت کے لیے اسے پکارا تھا۔

''کاش! میں نے محبت نہ کی ہوتی۔ کاش! کاش! خدا مجھے دل ہی نہ دیتا، کیوں دیا تو نے مجھے دل؟ اور کیوں ڈالی پھر اس میں اس سنگدل کی محبت؟ کیوں؟ کیوں میرے خدا؟ نہ دل دیتا نہ یوں برباد ہوتا۔ نہ روتا پھوٹ پھوٹ کر میرا دل اور نہ میں کمزور ہوتا یوں۔ کاش...... کاش......!'' وہ خدا سے شکوہ کرتے ہوئے ہر کسی سے ناراض تھا۔

''کاش ہم تم بھی اجنبی ہوتے
جس طرح اور لوگ ہوتے ہیں
بے تعلق سے، بے تعارف
کاش ہم تم بھی اجنبی ہوتے

بے قراری...... نہ بے کلی ہوتی
نامکمل نہ زندگی ہوتی
یوں نہ ہوتیں اذیتیں دل میں
زندگی بھی نہ ہوتی مشکل میں
آنسوؤں سے نہ دوستی کرتے
اپنے دل سے نہ دشمنی کرتے
یوں نہ لمحے ستاتے جدائی کے
دوسروں کی طرح ہم بھی خوش رہتے
کاش ہم تم بھی اجنبی ہوتے''

☆......☆

''سو جا نا ری! کب تک جاگے گی؟''

''نیند مجھ سے روٹھ گئی ہے چمکیلی!''

''درد ہو رہا ہے تو دوا لگا دوں؟''

''یہ زخم دوا سے نہیں بھرے گا۔ یہ درد بہت گہرا ہے چمکیلی! بہت گہرا۔'' چمکیلی سنی ان سنی کر کے اس کی شرٹ اتارنے لگی۔ مرہم لگانے کے بعد ہاتھ دھو کر ٹیبلٹ لے آئی۔ جانتی تھی کہ وہ سو نہ سکے گی اور بھلا سوتی بھی کیسے زخموں پر جلن اسے بستر پر لیٹنے ہی نہ دیتی۔ ہر طرح کی تکلیف سے نجات کے لیے وہ اسے نیند کی ٹیبلٹ دے رہی تھی۔

''میرے پیروں سے یہ زنجیریں اتار دو چمکیلی! یہ زخموں پر لگ لگ کر مزید جلن کا باعث بنتی ہیں، اور میرا جسم اب مزید کچھ سہنے کے قابل نہیں رہا۔'' چھت کو گھورتے وہ ساکت پڑی تھی۔ چمکیلی نے آگے بڑھ کر پائل اتاریں اور ٹیبل پر رکھ دیں۔ اسے قمیض پہناتے چمکیلی نے کہا۔

''وہ برا نہیں ہے شالی! بس غصے کا تیز ہے۔ نشے میں مزید بڑھ جاتا ہے، اور......!''

''اور جانور بن جاتا ہے وہ پھر انسان کی کوئی حیثیت نہیں رہتی اس کی حیوان جیسی آنکھوں میں۔ چمکیلی! اس نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا۔ سب کچھ چھین لیا مجھ سے۔ سب

کچھ......! اتنا دکھ تو مجھے اس وقت نہیں ہوا تھا جب اپنی سگی بھابھی نے چند روپوں کی خاطر کسی کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا۔ چمکیلی! یہ اس نے کیا کر دیا؟ کیا کر دیا......؟" وہ بلک بلک کر رو دی۔ چمکیلی شرمندہ ہوتی اسے سمجھاتے ہوئے چپ کروانے لگی مگر وہ بکھر چکی تھی اسے سمیٹنا بے حد مشکل تھا۔ بے حد مشکل۔

"اس کے سوا سمٹ سکوں گی نہ کسی سے میں
جس آنکھ نے بکھیرا ہے، مجھے انتظام سے"

☆......☆

خود سے لڑتے لڑتے تھک چکا تھا سو سزا کے لیے اسی کے پاس آ پہنچا۔ پورے ایک ماہ بعد آیا تھا، اور یہ دن اس نے ایک بند کمرے میں نشہ کر کے گزارے تھے ورنہ وہ ایک دن بھی اس کے بناء نہ رہ پاتا۔ سرخ آنکھیں، تھکا ہوا شرمندہ سا سر جھکائے وہ معافی مانگ رہا تھا۔ شاید کہ زندگی میں پہلی بار مانگ رہا تھا ورنہ کہاں وہ مغرور شہزادہ سرمحل کا اور کہاں معافی کی درخواست والتجا۔

"آئی......ایم سوری......ٹو......سے ڈیٹ!" وہ معافی چاہتا تھا مگر۔

"تھو" اس پر تھوکتے ایشال کا ہاتھ بھی اٹھ گیا۔ سرخ گال پر جلن نے اس کی آنکھیں بھر دیں۔ یہ دوسرا تھپڑ تھا جو اس کی زندگی میں چہرے پر پڑا تھا۔ تھا تو نحیف و کمزور سا تھپڑ۔ مگر اس کے درد کو دل سے محسوس کرتے بہت رویا تھا۔ وہ سر جھکائے اس کے پائل سے عاری پاؤں دیکھ رہا تھا۔

"ہونہہ......سوری......! کیوں کر رہے ہو ان لفظوں کا احسان مجھ پر؟ کیا سوری کہہ دینے سے میرے آنسو میرا دکھ، میری عزت واپس مل سکتی ہے مجھے؟ بولو! جواب دو مجھے! تم نے تو کر لی ہے اپنی خواہش پوری پھر کیا لینے آئے ہو میرے پاس؟ اب کیا باقی بچا ہے؟ چھوڑ آؤ اب مجھے بھی اس سرمحل میں جہاں باقی سب میرے اس جسم سے کھیلنے کے......!"

"نن......نہیں......نہیں! ایشا آ......" مون کا سر جھٹکے سے اوپر ہوا اسے لگا جیسے تیز دھار والی چھری سے اس کا دل آہستہ آہستہ ذبح کیا جا رہا ہو۔

"خبردار جو میرا نام بھی اپنی اس گندی، ناپاک زبان سے لیا تو؟ میں نفرت کرتی

ہوں تم سے۔ کیوں کیا تم نے ایسا؟ کیوں میرے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے؟ جنہیں سمیٹنا بہت مشکل ہے؟ کیوں مون! کیوں......؟" وہ مون کا گریبان پکڑے نیچے بیٹھتی چلی گئی۔

مون کا بس نہ چل رہا تھا کہ اسے اپنی بانہوں میں بھر لے۔

"غلطی تمہاری تھی شالی! نہ تم عمران کو فون کرتیں، نہ انفارمیشن دیتیں، نہ ہمارا پلان ناکام ہوتا، نہ نینا کو موقع ملتا، نہ میں شراب پی کر بہکتا اور نہ میں...... میں تم سے" کہتے کہتے رُک کر وہ اس کے بکھرے وجود کو سمیٹنے لگا۔

"میں نے تو صرف نمبر ملایا تھا مون! صرف نمبر۔ انفارمیشن تو کیا بات تک نہیں ہوئی تھی میری کسی سے۔ جس کی تم نے مجھے اتنی بڑی سزا دی۔" وہ رو دی۔

"کیوں؟ کیوں کیا تھا تم نے اس کمینے انسان کو فون؟ کیا تعلق ہے تمہارا اس سے؟" مون دوبارہ بپھر گیا۔ ایشال آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔

"اس لیے کہ وہ بہت اچھا اور پیارا شخص ہے۔ مگر میں نے اس سے کوئی بات نہیں کی تھی۔"

"جھوٹ بول کر کب تک میری آنکھوں میں دھول جھونکتی رہو گی آج کیوں نہیں کہتیں کہ تم ملی ہوئی ہو پولیس کے ساتھ؟" نینا کے طنز اور باتوں نے مون کے دماغ پر اثر کیا تھا۔ مون کے اس طرح شک کرنے پر وہ روتے ہوئے چیخ پڑی۔

"ہاں! یہاں! ملی ہوئی ہوں میں اس کے ساتھ......! اور تم سب کو پھانسی کے پھندے تک پہنچا کر ہی دم لوں گی میں۔ سمجھے تم؟" مون نے زچ ہو کر اسے دیکھا لڑائی پھر شروع ہو چکی تھی۔

"میں تو نہیں! لیکن انسپکٹر عمران کے اوپر جانے میں وقت اب کم رہ گیا ہے۔ اس کے ٹکڑے میں تمہیں منہ دکھائی میں گفٹ کروں گا...... ہونہہ......!" مون غصے میں بپھرا جانے کے لیے مڑ گیا۔ سیاہ براؤن آنکھیں غصے سے بپھر چکی تھیں۔

"تھو...... میں تھوکتی ہوں تم پر اور تمہارے گفٹ پر۔ اللہ کرے تمہیں کسی کی گولی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سلا دے۔ میری آہ لگے گی تمہیں، اللہ کرے گا تو تم قدموں پر سلامت لوٹ کر نہ آسکو گے۔ کسی بم کے پھٹتے ہی تم بھی......" مون زور دار طریقے سے دروازہ پٹختے ہوئے باہر نکل گیا۔ پیچھے روتی ہوئی ایشال نے گلدان پر ہاتھ مارا۔ گلدان کے گرتے ہی وہ

خود بھی گر کر رونے لگی۔ باہر دلاور کو اس کا خاص خیال کرنے کا کہا وہ اس کی آواز پر چیخی چلاتی۔ رونے کی آواز صاف سن رہا تھا۔ دلاور سر ہلا کر ادب سے پیچھے ہوا تو وہ نکلتے نکلتے نم دیدہ نگاہوں سے پلٹ کر بند دروازے کو دیکھنے لگا۔ جہاں سے ابھی تک بددعاؤں اور رونے کی آواز صاف آ رہی تھی۔ کچھ سوچ کر وہ اداسی اور غصے میں بھی نفی میں سر ہلاتے مسکرانے لگا۔

کوئی اچھی سی تم سزا دو مجھے
چلو ایسا کرو بھلا دو مجھے
تجھ سے بچھڑوں تو موت آ جائے
دل کی گہرائیوں سے دعا دو مجھے......''

☆......☆

اس رات باوجود تھکن کے عمران کو نیند ہی نہ آئی۔ ایک طرف بی جان (عمران کی دادی جو اپنے پرانے گاؤں میں ہی رہ رہی تھیں) اسے شادی کے لئے کہہ رہی تھیں اور دوسرا ایشال مصطفیٰ کا غم۔ کمرے میں ٹہلتے ٹہلتے تھکتا تو لاؤنج میں آ بیٹھتا۔ شراب اور سگریٹ پی پی کر وہ اس غم سے دور بھاگنا چاہتا تھا۔ مگر جانے کیسی آگ تھی۔ کیسی جلن تھی کہ ختم ہی نہ ہو پاتی۔ جب سے اسے کوڈ تھری نے کوڈ ایس (سرکار کو فائلوں میں آفیسرز نے کوڈ ایس کا نام دیا تھا) کے بارے میں انفارمیشن دی تھی کہ ''اس نے میری وجہ سے (کوڈ تھری کی وجہ سے) میری ہی غلطی کی سزا ایشال کو دی ہے اس کی عزت پر ہاتھ ڈالنے کے ساتھ ساتھ بے حد جسمانی تشدد بھی کیا ہے۔'' تب سے انسپکٹر عمران کی رات کی نیندیں حرام ہو گئی تھیں اور دن کا سکون غائب۔

''ایک دفعہ وہ حرام زادہ میرے ہاتھ تو لگے۔ ایسی چھترول کروں گا کہ تمام کس بل نکل جائیں گے اس کے۔ اوہ گاڈ ایشال...... ایشال...... ایشال پلیز کم بیک۔'' عمران دونوں ہاتھوں سے سر تھامے ٹیبل پر ڈھے سا گیا۔

☆......☆

''میں کہتا ہوں کہ خود کو میرے حوالے کر دو۔ اتار دو چہرے سے یہ نقاب ورنہ...... ورنہ میں گولی چلا دوں گا۔'' انسپکٹر عمران اور مون زبیری ایک دوسرے کے سامنے

ایک دوسرے پر پستول تانے کھڑے تھے۔ مون کے چاروں ساتھی اچانک پولیس کے چھاپہ مارنے پر ہلاک ہو چکے تھے۔ جب کہ عمران بھی اپنے ساتھیوں کی موت کے بعد تنہا کھڑا تھا۔ ایک حوالدار تھا زخمی سا، جو ایک ہاتھ سے دوسرا زخمی بازو دبوچے بہ مشکل کھڑا تھا۔ نینا چھپ کر دیوار کی اوٹ سے کسی موقع کی منتظر تھی۔ وہ انسپکٹر عمران سے پوشیدہ تھی۔ مون زبیری نقاب کے پیچھے مسکرا دیا۔ اس وقت وہ ایک ادھیڑ عمر کے شخص کے روپ میں کھڑا تھا۔ پستول عمران کی طرف تانے اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

''میں نفرت کرتی ہوں تم سے، آئی ہیٹ یو۔''

''تم ساری زندگی ترسو گے میرے لیے مگر میں اپنا آپ تمہیں کبھی دان نہیں کروں گی۔''

''میری آہ لگے گی تمہیں، اللہ کرے کسی کی گولی تمہیں ہمیشہ کے لیے سلا دے۔''

''مجھے نفرت ہے تمہارے اس بھیانک روپ سے، نفرت ہے، نفرت۔'' آنکھیں کھولے بغیر مون زبیری نے پستول پر اپنی گرفت ڈھیلی کر دی۔ بند آنکھوں سے نمکین پانی نکل کر بہنے لگا۔ عمران نے فوراً موقع دیکھ کر پہلی دوسری اور پھر تیسری گولی چلا دی۔ مون زمین پر گرنے کے انداز سے بیٹھتا چلا گیا۔ نینا یہی سمجھی کہ عمران کو گولیاں لگی ہیں مگر جب سامنے ہو کر مون کا جسم سرخ ہوتا دیکھا تو اس نے پہلے حوالدار پر گولی چلائی اور پھر انسپکٹر عمران پر دونوں کے گرتے ہی وہ بھاگ کر مون تک آ ئی تھی۔

''مون، مون! آنکھیں کھولیں، مون...... ماں ...... ماں۔'' نینا نے چلا کر اِدھر اُدھر دیکھا تھا اور پھر پولیس کے مخصوص سائرن پر فوراً وہ مون کو گاڑی میں ڈالتے ہوئے گاڑی بھگا کر سرمحل کی طرف لے گئی۔

☆......☆

کئی دنوں بعد وہ اٹھ کر اِدھر اُدھر گھومنے لگی تھی۔ کچن بھی سنبھال لیا تھا۔ صفائی کے لیے اندر والے کمرے میں گئی تو وہاں سے ٹیلی فون کو غائب پایا۔ اس نے الجھتے ہوئے صفائی کرنا شروع کر دی۔ وہ جاننا چاہتی تھی کہ ''اگر اس نے عمران کو انفارمیشن نہیں دی تو پھر کس نے دی؟ کیا یہاں کا کوئی فرد ملا ہوا ہے؟ عمران لوگوں کے ساتھ ہاں کوڈ تھری...... مگر یہ ہے کون، کیا دلاور؟'' اسے دلاور پر شک سا ہونے لگا۔ صفائی کرتے کرتے

نظر اپنی پائیل تک گئی جو مون کی مخصوص ڈائری پر رکھی تھیں۔ جنہیں اس نے لڑائی کے بعد ڈسٹ بن کی نظر کر دیا تھا مگر مون انہیں وہاں سے بھی نکال لایا تھا۔ ڈائری کھولی تو ساکت سی رہ گئی سب سے اوپر اس کی عمران کے ساتھ وہ تصویر تھی جس میں وہ مسکراتے ہوئے آئس کریم کھا رہی تھی اور عمران پیار سے اسے دیکھ رہا تھا۔ دوسری تصویر میں وہ راحیلہ اور عمران گارڈن میں بیٹھے ہنس رہے تھے۔ تیسری اور آخری تصویر اس کی اپنی تھی جس میں وہ اماں ابا کے درمیان بیٹھی ہنس رہی تھی۔ اسے یاد آیا کہ یہ تصویر تو پرانے کوارٹر سے راحیلہ کے ہاتھ لگی تھی، اور اس کے بعد یہ تصویر عمران نے لے لی تھی اور ایک دن اس نے یہ تصویر عمران کے پاکٹ میں رکھی دیکھ کر گھبرا کر اسے دیکھا تھا جب کہ وہ جواباً ہنس دیا تھا لیکن یہ تصویریں عمران کے پاکٹ سے یہاں مون کے ٹیبل پر کیسے پہنچیں؟ سب سے زیادہ خوف زدہ وہ اس بات پر ہوئی کہ تینوں تصویروں میں عمران کے چہرے پر مارکل سے ضرب کا نشان بنایا گیا تھا اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی وجہ سے عمران کو کچھ بھی ہو۔ ابھی وہ انہی سوچوں میں غلطاں تھی کہ چمکیلی پاگلوں کی طرح دوڑی چلی آئی۔ وہ بھی گھبرا گئی۔ کہیں مون نے عمران کو...... ”شالی، شالی! ہائے شالی غضب ہو گیا ری۔“

”کک...... کیا ہوا چمکیلی! کچھ تو بتا، کچھ تو بول۔“

”وہ...... وہ...... وہ شالی......!“ چمکیلی کے منہ سے آواز ہی نہ نکل سکی۔

”اس کے دل نے یکدم تیزی سے دھڑکنا شروع کر دیا۔ خطرے کی گھنٹیاں سی بجنے لگیں۔ دل و دماغ میں پائیل کا شور ہونے لگا۔ اس نے آگے بڑھ کر چمکیلی کو جھنجوڑ ڈالا۔

”کیا ہوا ہے چمکیلی؟ خدا کے لیے مجھے چپ کی مار نہ مار، کچھ تو بول چمکیلی۔“

”شالی! وہ...... وہ انسپکٹر عمران۔“ اس کا دل یکدم بند سا ہونے لگا۔

”کیا ہوا عمران کو، جلدی بتا ناں چمکیلی کیا ہوا اسے؟“

”انسپکٹر عمران نے مون کو مار ڈالا ہے۔ ہائے ربا۔“ چمکیلی کہہ کر دہائیاں دینے لگی۔ ایشال مصطفیٰ کی تیز دھڑکنیں یکدم آہستگی سے چلنے لگیں۔ آنکھوں کی پتلیاں غیر مرئی نقطے پر جم سی گئیں۔ لب ساکت، قدم جامد ہو گئے۔

”تم تنہا جل جل کر تڑپ تڑپ کر اس دیوانے کی یاد میں مرو گی۔“ ایشال کے کانوں میں پائیلوں کا شور ہونے لگا۔ ساکت سی کھڑی ایشال نے مڑ کر ہاتھ میں دبے کاغذ

کو دیکھا جو اس نے مون کی ٹیبل سے اٹھایا تھا۔

''سانس کے لیے جیسے ہوا ضروری ہے
تو میرے لیے اتنا ضروری ہے
سنا ہے آئینے کے لیے چہرہ ضروری ہے
اس لیے تیرا میرا سامنا ضروری ہے
آؤ کچھ دیر بچھڑ کر دیکھیں''
کون کس کے لیے کتنا ضروری ہے

ٹپ ٹپ گرتے آنسوؤں نے کاغذ کو دھندلانا شروع کر دیا۔

☆......☆

''انسپکٹر عمران! کیسا محسوس کر رہے ہیں اب آپ؟''

''جی بس بہتر بازو میں بہت درد ہے۔''

''نہیں! اب نہیں ہوگا انجیکشن لگا دیا ہے ڈاکٹر نے۔''

''کوڈ تھری کا پیغام پڑھا ہے آپ نے۔'' ڈی ایس پی خرم نے مسکرا کر کہا تھا۔

''ہاں! پڑھ لیا ہے۔ بچ گیا اس دفعہ لیکن اگلی بار نہیں بچے گا۔'' عمران کہہ کر خاموش سا ہو گیا۔ کوڈ تھری نے کوڈ ایس کے بچنے کی خبر بھی دی مگر ساتھ یہ بھی کہا کہ ''اس کو مارنے سے کیا ملے گا تمہیں انسپکٹر، مارنا ہے پکڑنا ہے تو انہیں پکڑو انہیں مارو، جو اس کے پیچھے سے حملہ کرتے ہیں۔ یہ اب سرکار نہیں رہا، ایک عاشق ہے عاشق، ایسا عاشق جو اگر مر جاتا تو شاید میں بھی نہ رہتا۔ کیونکہ مجھے اس سے محبت ہے اور شاید کہ اس کے مرنے کے بعد ایک اور بھی جان جاتی جو اس عاشق کی جان ہے بلکہ جس کی اس عاشق میں جان ہے ساتھ تمہارا اس لیے دیتا ہوں کہ باقی سب سے نفرت کرتا ہوں۔ ان میں سب کا خاتمہ چاہتا ہوں۔ کوڈ ایس بلکہ اس پاگل عاشق کا نہیں۔'' انسپکٹر عمران اس بار کوڈ تھری کے پیغام سے سخت پریشان ہوا جا رہا تھا۔ ڈاکٹر نے شاید نیند کا انجیکشن دیا تھا۔ تبھی وہ سب سوچتے سوچتے نیند کی گہری وادی میں ڈوبتا چلا گیا۔

☆......☆

''پوچھیے ماں! اس سے، کیا کر رہا تھا یہ؟ پاگل کہیں کا۔'' نینا آنسو پونچھتے سخت خفا

لگ رہی تھی۔ بیڈ پر لیٹا مون مسکرا دیا۔

''مون بچے! یہ کیا کیا تو نے، پہلی دفعہ ہار مان لی وہ بھی وردی والوں سے۔''

''کاش! میں مر جاتا خالہ جانی، کسی کی تو جیت ہو جاتی۔'' لب ہلے تو دل و دماغ میں ہوتا پائل کا شور بھی ختم ہو گیا مگر اسے پائلوں کی جھنکار سے محبت تھی۔ سو بے قرار ہو کر نینا کو دیکھنے لگا۔ بیڈ کے پاس کھڑی چمکیلی کی جیب میں پڑا موبائل آن تھا۔ جو اس نے شالی کے کہنے پر کیا تھا۔ وہ بے قرار تھی مون زبیری کی ایک جھلک، ایک آواز کے لیے۔ وہ گھر کی چھت پر بیٹھے روتے ہوئے مون زبیری کی آواز صاف سن رہی تھی۔

''کیوں...... کیوں بھلا جیت ہو جاتی دشمنوں کی؟'' مون نے نینا کی بات کاٹ کر کہا تھا۔ ساتھ ہی ڈاکٹر نے مون کو بولنے سے روک دیا۔

''نینا! آج تم نے گھنگھرو نہیں پہنے ہیں۔'' نینا اس بے تکے سے سوال پر مڑ کر مون کو گھورنے لگی۔ جواب ڈاکٹر کے چپ کرانے پر آرام سے لیٹ چکا تھا مگر جب اصل بات تک پہنچی تو ابرو اچکائے وہاں سے اٹھ گئی۔

''گولی اگر دل پر لگ جاتی تو...... بارنی تمہیں چاہیے تھی لیکن تم کھا کر آ گئے۔''

''بس مارتے مارتے سوچا کہ کیا فائدہ اس کا، پھر ''کوئی'' مجھ سے ناراض ہو جائے گا اور بس اس کے بعد میں نے پستول پھینک دیا کہ قصہ ہی ختم کر دوں۔ بھلا میری کیا ضرورت ہے کسی کو، میرے خون سے شاید کسی کی ہنسی لوٹ آئے۔ بس خالہ جان یہ سب کچھ سوچ کر میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ یقین جانیں مجھے ذرا درد نہیں ہوا۔ ذرا تکلیف نہیں ہوئی۔ بس ایک چہرہ تھا میری نگاہوں میں اور میں اسے سوچتا چلا گیا اور سوچتا ہی چلا گیا۔'' مون ہنس دیا۔ چمکیلی اس کے پاس بیٹھ کر سرد بانے لگی۔ نور بائی بھانجے کو ڈانٹنا چاہتی تھی مگر وہ انہیں چپ کرا گیا۔

''بس کریں خالہ جانی! مجھے نہ سمجھائیں میں......'' پائل کی چھن چھن پر مڑا تنہا نینا کو دیکھ کر ہنس دیا۔ جانتا تھا اور کہیں کوئی پائل ساتھ لگائے رو رہا ہو گا۔ ڈاکٹر نے انجکشن لگایا اور خود دوائیں لکھ کر ملازم کو دینے لگا۔ مون بھلا کس کی مانتا تھا۔ ڈاکٹر کو بھی چپ کروا کر سائیڈ پر بٹھا دیا اور خود بولتا رہا۔

''اسے نہ سمجھا ماں! یہ تو دیوانہ ہو گیا ہے اسے تو اب ہر جگہ گونگی ہی دکھتی ہے۔ ہم

کیا اور ہماری اوقات کیا۔" مون نے گھور کر نینا کو دیکھا اور سر نور بائی کی گود میں رکھ دیا۔ چمکیلی جھک کر اس کی ٹانگیں دبانے لگی۔ چمکیلی کو مون سے بہت محبت تھی لیکن باقی سب سے نفرت خاص کر نور بائی سے، جس نے اس کے ساتھ کچھ اچھا سلوک نہ کیا بھلا طوائف کسی ہجڑے سے اچھا سلوک کر سکتی ہے؟ اس کی امید نور بائی سے رکھنا فضول تھا یہ تو مون تھا جس نے چمکیلی کو اپنے ساتھ رکھ لیا تھا۔

"اوقات تو اب میری نہیں رہی نینا! میں اپنی اوقات کسی کے قدموں میں ڈال آیا ہوں۔ اپنا سب کچھ کسی کو دان کر آیا ہوں۔ اسے جو مجھ سے نفرت کرتی ہے لیکن پھر بھی میرے لیے چھپ چھپ کر روتی ہے۔ اسے جو مجھے دیکھنا نہیں چاہتی لیکن مجھے دیکھے بنا اب اس کا بھی گزارہ نہیں۔ وہ جو مجھ سے بہت دور جانا چاہتی ہے لیکن وہ بچھڑنے اور جدائی کے غم سے ڈرنے لگی ہے۔ کتنی بھولی اور کتنی پاگل ہے وہ اور میں کہ اس کا پگلا دیوانہ۔" مون پاگلوں کی طرح ہنسنے لگا۔ نینا مڑ کر بھاگتے ہوئے کمرے میں جا گھسی کتنا چاہتی تھی وہ اسے اور وہ ایک نامعلوم منزل کی طرف بھاگا چلا جا رہا تھا۔ دوسری طرف موبائل کان سے لگا وہ ہولے سے مسکرا دی اور جھک کر اس نے پھر سے پائیل پہن لی۔ مون نے خاموش ہو کر آنسو چھپانے چاہے نور بائی جانتی تھی کہ اب وہ کسی اور منزل کا راہی بن چکا ہے۔ وہ اسے اس طرح کرنے سے منع نہیں کرنا چاہتی تھی، اسے سینے سے لگا کر پالا تھا تو عزیز بھی بہت تھا۔

"بہت چاہتا ہے اسے تو بنا لے اس کو اپنا۔"

"وہ نہیں مانتی، بہت ضدی ہے خالہ جانی! بالکل میری طرح اور میں اس کے بناء نہیں رہ سکتا۔"

"لے تو اس کی مرضی کا کیوں انتظار کر رہا ہے۔ زبردستی بنا لے اسے اپنا۔" نور بائی کی بات پر ایشال کی آنکھیں یکدم بھر آئیں مون یکدم بولا تھا۔

"نہیں......نہیں خالہ! زبردستی سے میں اس کا جسم ہی حاصل کر سکوں گا ناں لیکن مجھے اس کے جسم سے نہیں دل سے من سے پیار ہے۔ کاش کہ میں وہ زبردستی حاصل کر سکتا تو آج وہ میری ہوتی صرف میری۔"

"نور بائی ڈاکٹر کی طرف متوجہ ہوئیں تو وہ اس کی بددعائیں سوچ سوچ کر آنکھیں نم کرتا رہا۔

''تیری یادوں نے اکثر و بیشتر جگایا مجھ کو رات بھر
سکون میرا چھین لیا ستایا مجھ کو رات بھر
جس طرح ہر شب اس کی یادیں مجھ کو رلاتی ہیں
کاش شالہ وہ بھی روئے میرے لیے یوں رات بھر

☆......☆

آج چمکیلی کا چوتھا چکر تھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ آخر موٗن نے خود ہی پوچھ لیا۔

''کیا ہوا چمکیلی! کوئی کام ہے کیا؟''

''کچھ نہیں وہ...... تو گھر کب آئے گا رے، بہت روتی ہے بے چاری تیرے لیے۔''

''کیوں؟'' موٗن نے لیٹے لیٹے مڑ کر چمکیلی کی طرف دیکھا۔

''تجھ سے ملنا چاہتی ہے رے۔''

''کیوں؟'' چمکیلی نے حیران ہو کر بجھے بجھے دل سے موٗن کو دیکھا۔

''دن کو انتظار کرتی ہے اور رات کو تھک کر رونے لگتی ہے۔ ہائے معصوم، کتنی پریشان ہے تیرے لیے اور تو ہے کہ......''

''اسے کہنا موٗن زبیری مر گیا ہے۔''

''ہائے ری ماں! کیسی باتیں کرتا ہے تو۔''

''صحیح کہتا ہوں چمکیلی! وہ عمران کو چاہتی ہے تو میں زبردستی نہیں کروں گا اس کے ساتھ۔'' موٗن کی آنکھیں بھر آئیں زندگی میں جسے چاہا وہ بھی اپنا نہ بن سکا۔

''ہائے رے! یہ تو جھوٹ ہے صاف جھوٹ۔'' چمکیلی نے زوردار تالی بجا کر اس بات کی نفی کرنا چاہی۔

''جھوٹ نہیں چمکیلی یہ سچ ہے۔ چاہے تم وہ تصویریں دیکھ لو جو گھر پر موجود ہیں۔ خود اس کی تصویر مجھے شاہد نے عمران کے پاکٹ سے نکال کر دی ہے اور ویسے بھی مجھ جیسے چور، ڈاکو سے بہتر تو وہ انسپکٹر ہے جو شاید اس کے خوابوں......''

''نہیں رے! میں پھر بھی نہیں مانتی اس کو۔''

''تم نہیں سمجھوگی چمکیلی! جاؤ جا کر اسے کہہ دو کہ وہ چلی جائے ہمیشہ کے لیے،

اب اسے کوئی سرکار نہیں ڈھونڈنے آئے گا۔'' دل پر پتھر رکھ کر اس نے فیصلہ کر ہی ڈالا۔

''مم..... مگر وہ نہیں سمجھتی ہے کچھ بھی، ہائے کیا کروں گی۔ کیا بولوں گی میں۔''

''تم یہ دے دینا اسے اور کہہ دینا کہ اب وہ آزاد ہے۔ جہاں چاہے جا سکتی ہے۔ اب میں کبھی اس کے راستے میں دیوار نہیں بنوں گا کبھی نہیں۔ جاؤ چمکیلی چلی جاؤ۔''

چمکیلی اس کے ہاتھ سے لپٹا ہوا پیپر لے کر چلی گئی اور وہ تنہا کھڑا دیر تک خود سے لڑتا رہا۔

☆.....☆

آغاز میں نے کیا ہے تم اختتام کر دو
جب چاہو میرے جذبوں کو بے نام کر دو
بات اگر ظرف کی ہے تو چلو یوں کرو
تم جیت جاؤ ہار میرے نام کر دو
ساحل کو دیکھ کر کس سوچ میں پڑ گئے ہو
آگے بڑھ جاؤ مجھے سپرد موج کر دو

ایشال نے روتے ہوئے کاغذ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ کئی دنوں کی تھکی، کئی راتوں کی جاگی وہ پریشان تھی اس کے لیے۔ رو رو کر اس کے آنسو بھی ختم ہو چکے تھے۔ دعائیں کرتے اس کے لب نہ تھکتے تھے اور وہ..... وہ بدتمیز، سنگدل دشمن جان اتنا کھٹور بن رہا تھا جیسے انجان ہو کوئی۔

''ڈاکٹر آیا بیٹھا تھا۔ ابھی بھی زخموں میں تکلیف ہے اسے، شکر کر بچ گیا ورنہ..... ابھی بیمار ہے ٹھیک ہو گا تو آ ہی جائے گا۔ جانا کدھر ہے اس نے۔''

''لیکن کیوں کیا اس نے ایسا، کیا مجھ پر بھروسہ نہیں ہے اسے، ایک طرف عشق کی باتیں کرتا ہے تو دوسری طرف شک کے تیر گھونپتا ہے میری روح میں، اپنے عشق میں قید کر کے ساری آزادی چھین کر، سارے پر کاٹ کر کون سی آزادی دینا چاہتا ہے مجھے وہ.....'' وہ بیٹھتے ہوئے رونے لگی۔

''چھوڑ اس پاگل کو آ شاباش چل کر کچھ کھا لے کئی دنوں کی بھوکی ہے۔ طبیعت بگڑ جائے گی تیری۔''

''نہیں چمکیلی! مجھے بھوک نہیں ہے تم کھا لو کھانا اور اس کی تو ان تمام باتوں کا

جواب میں اچھی طرح دوں گی اسے۔'' کاغذ کے ٹکڑے چن کر دوپٹے میں ڈالتی وہ چمکیلی کا موبائل لیے چھت کی طرف بڑھ گئی۔ پیچھے چمکیلی مسکرا دی جانتی تھی کہ دونوں زیادہ دیر ناراض نہیں رہ سکیں گے۔

چکر لگاتے لگاتے پاؤں میں درد ہونے لگا تو دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھ گئی۔ بے قراری، بے چینی ختم ہی نہ ہوتی تھی۔ دل چاہا کہ ایک بار اسے دیکھ لے تاکہ دل کو سکون ہو جائے تسلی ہو جائے مگر کمبخت نہ وہ آتا تھا نہ دل کی اضطرابی ختم ہوتی تھی اور نہ وہ اس سے ملنے کوٹھے پر جا سکتی تھی۔ اوپر سے سخت بننے والی ایشال مصطفیٰ شکر کرتی تھی کہ مون زبیری بچ گیا۔ ورنہ وہ بھی شاید اس دیوانے کی یاد میں مر جاتی آنکھیں بند کرتے وہ مسکرا دی۔

''تم ایک بار تو آؤ مون! صرف ایک بار میں تمہیں اپنا سب کچھ سونپ دوں گی سب کچھ، مت روٹھو مجھ سے پلیز...... پلیز!'' گھٹنوں پر سر ٹکائے وہ رو دی۔

''صحرا صحرا بھٹکی ہوں
تجھے جنگل جنگل ڈھونڈا ہے
مسجد میں اور مندر میں
شور مچاتی لہروں میں
رات کے پچھلے پہروں میں
موجوں اور کناروں میں
سورج اور ستاروں میں
کھلتے پھول کی خوشبو میں
آنکھ میں ٹھہرے آنسو میں
جلتے بجھتے جگنو میں
ڈوبتے سورج کے منظر میں
پریم نگر میں
رتجگوں میں، خوابوں میں
مہکتے سرخ گلابوں میں
بادِ صبا کے جھونکے میں

بارش کے پہلے قطرے میں
مٹی کی مہکاروں میں
چڑیا کی چہکاروں میں
تو تو کی تکرار سنی
ڈھونڈا تجھ کو ہر جا
تیرا پتہ مل نہ سکا
پھر جب اپنے من میں جھانکا
تب جا کے معلوم ہوا
تو تو میرے اندر تھا''

وہ پائیلوں پر جھکتے ہوئے رو دی۔ آنسو صاف کرتے نیلے گگن کو دیکھا۔

''مجھے معاف کر دینا راجی! مجھ میں اب کسی اور کو کھونے کا حوصلہ نہیں۔'' وہ سر گھٹنوں پر گرائے رو دی۔ دل سے جیتنا بہت مشکل تھا کیونکہ یہ بھی ظالم محبت کا ساتھ دیتا ہے اور وہ اس شخص سے نفرت کرنا بھی چاہے تو نہ کر سکتی تھی کیونکہ بات محبت کی نہیں۔ اب بات عشق کی تھی۔

☆......☆

''میں سوتا ہوں تب بھی ہر بات سے باخبر رہتا ہوں۔ کیا ضرورت تھی وہاں آنے کی۔ اب اگر دوبارہ ایسی حرکت کی تو ٹانگیں توڑ دوں گا میں تمہاری۔''

''مون زبیری! اب وہ جگہ میرا مقدر بن گئی ہے۔''

''شٹ اپ شالی! میں مر بھی جاؤں تب بھی میری شکل دیکھنے وہاں مت آنا پلیز، پلیز شالی مت آزماؤ مجھے اس طرح اب...... اب آزاد کر رہا ہوں تو کیوں تم وہاں رہنا چاہتی ہو جہاں......''

''آزاد...... ہونہہ! مون زبیری کیا کروں میں اس آزادی کا سارے پر کاٹ کر، پرندے کو اڑنے کے لیے کہنا اس کا مذاق اس کی توہین کرنا ہے اور تم مجھے یہ کیوں نہیں کہتے کہ اب تمہیں میری ضرورت نہیں رہی جو حاصل کرنا تھا وہ تم کر چکے۔ اب...... اب کیا کرنا اس کا......''

''ایشال!'' مون زبیری کے اندر بہت زور سے کسی نے چٹکی لی تھی۔

''یہ حقیقت ہے مون زبیری! حقیقت تلخ حقیقت۔'' ایشال مسکرا دی۔

''نہیں! یہ جھوٹ ہے، پاگلوں جیسی باتیں مت کرو، اگر تم عمران......''

''خدا کے لیے مت کیچڑ اچھالو مجھ پر، اگر تمہارا دل بھر گیا ہے مجھ سے میرے اس بے کار جسم سے تو مجھے اس کوٹھے پر چھوڑ دو، کیونکہ اب میں کسی شریف آدمی کی عزت تو بن نہیں سکتی، عمران بھلا وہ اس لٹی ہوئی کا کیا کرے گا۔''

''ایشال! تم......تم سمجھ کیوں نہیں رہی میں......''

''میں سب سمجھتی ہوں مون زبیری! آہ بس کچھ نہ کہو آزادی کی بات ہے تو کچھ دن بعد ایک طلبگار آئے گا میرا خود رخصت کر دینا مجھے اس کے ساتھ، مگر لوٹ کر مجھے پھر اس سرمحل ہی آنا ہے۔'' مون چیختا یا کچھ اور کہتا لیکن ایشال نے فون بند کر دیا۔

وہ مون کو دیکھنے چھپ کر سرمحل گئی تھی۔ حالانکہ مون انجیکشن کے زیر اثر سو رہا تھا مگر پھر بھی وہ جان گیا اور اس کے ساتھ ساتھ چمکیلی کی بھی اچھی خاصی کلاس لے ڈالی۔ روتے ہوئے وہ چمکیلی کے موبائل پر اب کسی اور کا نمبر ڈائل کر رہی تھی۔

☆......☆

''لے آیا ہوں، اس دن تو کھری کھری سنا کر گھر سے باہر کر دیا اور آج خود ہی بلوا لیا۔'' جابر خان للچائی نگاہوں سے اس کے بدن کو دیکھتا اندر آ گیا۔ چمکیلی اور دلاور مون کا پتہ کرنے سرمحل گئے تھے۔ اس سے اچھا موقع اس کے پاس نہ تھا۔ سر جھکائے وہ کھڑے کھڑے بولی، دل زخمی اور روح بین کرنے لگی مگر......''

''کیونکہ میں تمہارے ساتھ جانے کے لیے تیار ہوں۔'' جابر خان کا سر جھٹکے سے اوپر اٹھا اور پھر وہ زور سے ہنس دیا اور ہنستا ہی چلا گیا۔

''لے بھئی! قیمت میں نے دی اور استعمال تجھے مون زبیری کرتا رہا۔''

''ایشال کے کئی آنسو گر کر فرش پر چمکنے لگے۔ دل میں یکدم تکلیف بڑھ گئی تھی۔ روح پر کچوکے لگے۔

''اب ڈبل قیمت تو ملنی چاہیے ناں مجھے، بھئی پہلے اور اب میں کافی فرق نظر آ رہا ہے۔'' جابر خان کی واہیات گفتگو نے اس کا سر مزید جھکا دیا۔

اس کے لیے تم مون زبیری سے سرمحل میں جا کر بات کر لو۔''

''اچھا بھئی جانم! پھر ملاقات ہو گی۔ پاس آ کر کندھے پر ہاتھ جماتے جابر خان نے جھک کر اس کی آنکھوں میں جھانکا جہاں نمکین پانی باہر امنڈنے کو تیار تھا۔ جابر خان ہنستے ہوئے واپس مڑ گیا۔

☆......☆

''مجھے یہ لڑکی چاہیے ہر حال میں، بھئی میں نے اس کی بھاری قیمت دے رکھی ہے۔''

''لڑکی! کون سی لڑکی جابر خان؟'' نور بائی نے پان کی گلوری منہ میں رکھی۔

''اوہ! بھئی آہستہ آہستہ لگا یار درد ہوتا ہے۔'' مون زبیری نے ڈاکٹر کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر کہا تھا جو اسے ڈرپ لگا رہا تھا۔

''وہی لڑکی جو سرکار کے گھر......''

''شش چپ ہو جا کمبخت سن لیا ناں تو چیڑ پھاڑ کر رکھ دے گا تجھے۔''

''لے بھئی! کیوں چپ ہو جاؤں، نور بائی سودا کیا تھا میں نے اس کا کوئی عام سی بات نہیں ہے کہ چپ ہو جاؤں۔''

مون نے مڑ کر چلاتے ہوئے جابر خان کو گھورا۔

''کس کا سودا جابر خان! ہمیں بھی تو کچھ پتہ چلے۔''

''ارے تم تو پچھلے آٹھ ماہ سے ساتھ ہو اس کے بس بہت استعمال کر لیا میری جانم کو اب مجھے بھی مزہ چکھنے دو ذرا اس کا۔'' مون نا سمجھتے ہوئے الجھ کر خالہ جانی کو دیکھنے لگا۔ جابر خان رال ٹپکاتا ایشال مصطفیٰ کے سراپے میں کھوتا چلا گیا۔

''آہ کیا آنکھیں ہیں، کیا لب ہیں، بے ساختہ پیار کرنے کو دل کرتا ہے۔ ہائے رے چکنا بدن۔''

''ذرا کھل کر بول جابر خان! کس کی بات کر رہا ہے تو۔'' نور بائی نے جابر خان کو آنکھیں نکالیں مگر وہ بھی اپنی ضد پر اڑا بولے گیا۔ نور بائی نے گھبرا کر منہ دوسری طرف پھیرنا چاہا۔

''ارے وہی ہماری جان، ایشال مصطفیٰ۔'' مون کی آنکھیں یکدم باہر نکل آئیں۔

''ارے..... خبردار جو آگے ایک لفظ بھی کہا تو زبان کھینچ لوں گا تیری میں حرام زادے۔'' جابر خان اٹھ کر مون کو گھورنے لگا۔ مون کا جسم ہولے سے کپکپانے لگا۔

''کیوں بھئی! یہ تو دھندے کے خلاف ہے میری لڑکی اور......''

''کہا ہے ناں، اب بکواس نہ کرنا بس۔'' مون دھاڑا تھا کسی شیر کی طرح۔

''نور بائی! تم ہی کچھ فیصلہ کرو۔ یہ کیا پچھلے آٹھ ماہ سے لاپتہ ہے میری جانم اور یہ دیکھو مون صاحب تو زبردستی کر رہے ہیں۔ لڑکی بھی تیار ہے میرے ساتھ جانے کے لیے اور......'' اس سے پہلے جابر خان کچھ اور کہتا مون نے اپنے ہاتھ پر لگی ڈرپ کی سرنج کو اتار کر دور پھینکا، ڈاکٹر کو پرے ہٹاتے وہ سیدھا جابر خان کے سر پر جا پہنچا۔ دو تین مکے اور لاتوں کے بعد وہ انگارہ آنکھوں سے اس کے جبڑے اپنی انگلیوں میں دبائے اس پر غرایا۔ نور بائی فوراً چلانے لگی کیونکہ جابر خان کے ساتھی مون پر برس پڑے تھے۔ مون کے ساتھی آتے ہی جابر خان اور اس کے آدمیوں سے لڑ پڑے نور بائی کے ساتھیوں نے آ کر سب کو علیحدہ کیا مگر مون ابھی تک جابر خان کا گریبان پکڑے چلا رہا تھا۔

''کمینے، ذلیل تیری یہ مجال!'' اس کی برداشت کہاں تھی کہ وہ ایشال کے بارے میں کچھ بھی سنتا۔

''ارے چھوڑ! میرا گریبان میں سود سمیت لڑکی لوں گا تجھ سے، تیرے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تو کیوں رکھا ہوا ہے اسے اپنے پاس۔'' جابر خان نے تیزی سے گریبان چھڑانا چاہا۔ مون نے ہانپتے ہوئے جابر خان کو پیچھے دھکیلا۔ پستول کی طرف بڑھا تھا مگر وہیں ڈھے گیا۔ سارے تازہ ٹانکے کھل چکے تھے۔ صاف ستھری شرٹ خون آلودہ ہوتے دیکھ کر نور بائی چلائی۔ ڈاکٹر فوراً آیا تھا اس کے پاس مگر وہ لال انگارہ آنکھیں نکالے جابر خان کو دیکھتا رہا۔

''جا رہا ہوں نور بائی! میں مگر اپنی جانم کو پرسوں لینے آؤں گا۔ بڑا تڑپا ہوں اس لیے دلہن بنا کر رکھنا اسے اور ذرا بھیا کو بھی تیار رکھنا، آخر رخصتی میں بھی تو شامل ہوں گے ناں۔'' جابر خان نے قہقہہ لگایا مون زور سے دھاڑا تھا اور پھر بھاگا تھا۔ جابر خان کو پکڑنے مگر ڈاکٹر اور اس کے ساتھیوں نے دبوچ کر بیڈ پر لٹا دیا اور ڈاکٹر کے انجکشن لگاتے ہی وہ دانت بھینچے بے سدھ سا ہو گیا۔

☆......☆

''کچھ دن بعد ایک طلب گار آئے گا میرا خود رخصت کر دینا مجھے اس کے ساتھ مگر لوٹ کر مجھے پھر اس سرِ محل میں آنا ہے۔'' دل کو مسلتے وہ اٹھ بیٹھا۔ اس کا بس نہیں چل

رہا تھا کہ کچھ کر دے۔ زور زور سے ہانپتے وہ آہستگی سے اٹھ کر موبائل ڈھونڈنے لگا۔ رات کے تین بجے تھے۔ نیچے سے جھنکاروں اور گانوں کی آواز سے لگ رہا تھا کہ محفل عروج پر ہے نمبر ڈائل کرنے کی دیر تھی۔ اس کے ساتھی آ پہنچے۔ اس کا وفادار ساتھی دلاور آ کر اس کے پاؤں پر جھک گیا۔ مون کی بات سنتے ہی سب ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

''مگر سرکار! آپ کی صحت، یہ حالت اور اتنا بڑا کام۔''

''مجھے کچھ نہیں پتہ، بس جابر خان چاہیے مجھے زندہ سلامت۔''

''یہ تو کوئی بڑا مسئلہ نہیں آپ آرام کریں ہم......''

''نہیں! میں ساتھ چلوں گا تمہارے، گھر جا کر جواب بھی دینا ہے ناں تیری بھابھی کو۔'' مون دانت پیستے شرٹ پہننے لگا۔ دلاور پل بھر میں سمجھتا خاموش ہو گیا اور نور بائی کی اجازت لیے بغیر وہ آہستگی سے دلاور کے سہارے پچھلے دروازے سے باہر نکل گیا۔

☆......☆

''ارے! مجھے پتہ تھا تم ضرور آؤ گے۔ اسی لیے تو کہہ رہا تھا وہیں آرام سے بیٹھ کر بات کر لیتے ہیں۔ دیکھو بھئی ابھی تم مجھے سود سمیت لڑکی دے دو۔ بعد میں آدھی قیمت پر واپس لے......'' جابر خان کہتے کہتے رک گیا۔

''تم کب ملے تھے اس سے؟'' مون نے آرام سے نگاہیں اٹھائیں اور جابر خان پر جما دیں۔

''ارے! گھر ڈھونڈ لیا تھا تیرا۔ ایک دن کوٹھے کے باہر گاڑی میں دیکھا۔ پیچھا کرتا گیا، تو بڑی سختی کی اس نے مگر بعد میں خود ہی فون کر کے بلا لیا مجھے۔ آہ کیا بتاؤں جب یہ ہاتھ اس کے کندھے پر رکھا تو میری روح تک میں سکون......'' مون زبیری نے جابر خان کا آگے بڑھا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اتنی زور سے موڑا تھا کہ اچانک اس طرح حملے کے لیے وہ تیار نہ تھا۔ کلائی کے ٹوٹتے ہی جابر خان کی چیخیں ابھریں اس کے ساتھی آگے بڑھے تھے کہ مون کے وہ ساتھی جو گاڑی میں چھپ کر بیٹھے تھے انہوں نے فائر کھول دیئے۔ تنہا جابر خان اب مون کے قدموں تلے بری طرح پٹ رہا تھا۔

''ہاتھ لگایا اسے تیری تو......'' مون نے خنجر نکالا تو ہانپتا ہوا جابر خان چلانے لگا۔ اس کے پیٹ پر بیٹھتے مون زبیری خنجر لیے اس پر جھکا خوف سے جابر خان کی چلتی سانسیں

بند ہونے لگیں اور وہ مدد کے لیے چلاتا ہاتھ جوڑتا رہ گیا مگر......

☆......☆

چمکیلی، چمکیلی! اٹھ چمکیلی باہر کوئی آیا ہے۔'' چمکیلی آنکھیں ملتے اٹھ بیٹھی۔

''دلاور! کہاں ہے؟''

''مجھے نہیں معلوم صبح ہونے والی ہے اس وقت کون ہو سکتا ہے۔'' چمکیلی کچھ کہتی کہ موبائل بج اٹھا۔ مون زبیری کا نمبر دیکھ کر وہ فراٹے سے باہر بھاگی تھی۔ پیچھے وہ دل پر ہاتھ رکھے مزید گھبرا گئی، جانتی تھی جابر خان ضرور ملا ہوگا اس سے، وہ بیڈ پر بیٹھی پریشان تھی۔ جب مون زبیری دروازے کے بیچوں بیچ آ کر کھڑے ہوئے اسے گھورنے لگا۔ دل پسلیاں توڑ کر باہر آنے کو تیار تھا۔ دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگیں۔ دو مہینے بعد آیا تھا مگر اس طرح غصے میں کہ وہ نظریں جھکا گئی۔

''آؤ ذرا تمہیں رخصت کر دوں، جابر خان کے ساتھ۔'' سر اوپر اٹھائے وہ مون زبیری کو دیکھنے لگی۔ مون نے خنجر اس کے کپڑوں سے صاف کرتے اس کے ہونٹوں پر رکھ دیا۔ ایک ہاتھ سے اس کا بازو دبوچے وہ بری طرح سے اسے گھورے گیا۔

''چپ! خبردار جو آواز نکالی تو زبان کاٹ کر رکھ دوں گا میں تمہاری، ڈر کیسا، خوف کیسا زبردستی رکھا ہوا ہے ناں میں نے تمہیں۔ آزادی چاہتی ہو نا تم، آؤ تمہیں آزادی دیتا ہوں میں، چلو میرے ساتھ۔''

''مون دھاڑا تھا۔ ساتھ ہی اسے کھینچتا وہ اس کے ساتھ کھنچتی چلی گئی۔ باہر جا کر جابر خان کے پاس پھینکتے ہوئے خود مون نے دیوار کا سہارا لیا۔ دلاور آہستگی سے باہر کی طرف چل دیا۔ چمکیلی بھی دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں رگڑتے اندر چلی گئی۔

''چمکیلی! چمکیلی!'' وہ آوازیں دیتے فرش پر پڑے رونے لگی۔ وہ یونہی روتی رہتی اگر جابر خان کے جسم میں حرکت نہ ہوتی۔ اس کے ہلنے پر وہ بھی ڈر کر پیچھے ہوگئی۔ جابر خان ہوش میں آتے ہی تکلیف سے بلبلانے لگا۔ اچانک اس نے اپنا دایاں بازو اپنی آنکھوں کے آگے کیا تھا۔ وہ کیا چیختا، ایشال اس کا کٹا ہوا بازو دیکھ کر پیچھے ہٹتی زور زور سے رونے لگی۔ دلاور نے لا کر چیئر رکھی مون بیٹھ گیا۔

"تو جابر خان! رخصتی کا وقت آ گیا۔ تیار ہوناں تم۔" مون نے زور دار لات جابر خان کے سر پر ماری وہ چلاتے ہوئے گڑگڑانے لگا۔

"نہیں! نہیں خدا کے لئے ایسا مت کرو۔ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ کچھ نہیں یہ...... یہ ایشال! یہ تو بہنوں جیسی ہے، میری م...... مجھے معاف کر دو معاف کر دو ایشال۔" وہ ایشال کے پاؤں پر سر رکھے گڑگڑانے لگا۔ ایشال ہچکیاں لیتی پاؤں پیچھے کرتی مڑ کر اسے گھورنے لگی۔ مون زور سے ہنس دیا۔

"تم تو تیار ہونا ایشال مصطفیٰ!" ایشال نے آنسو صاف کرتے ہوئے اسے دیکھا۔

"ہاں! اس میں پوچھنے والی کون سی بات ہے لیکن اتنا بھی مجھے بتا دو کہ رخصتی سے پہلے یہ تماشا کس لیے کر رہے ہو تم۔"

"اے شٹ اپ! دماغ میرا خراب مت کرو ورنہ......"

"ورنہ...... ورنہ کیا، آزادی کے لئے جسے میں نے چنا اس کا تم نے یہ حشر کر دیا۔ آخر کس طرح کی آزادی دینا چاہتے ہو مجھے تم۔"

"اس جیسے کے ساتھ بھیجنے سے بہتر ہے کہ میں تمہیں آزاد ہی نہ کروں۔"

"اس جیسے یا اسی جیسے اب مجھے لے جا سکتے ہیں۔ کسی اور کے لائق تو تم نے مجھے چھوڑا نہیں، پھر یہ امید کس لیے باندھ رہے ہو تم۔"

"ایشال! تم ایسی بکواس مت کرو۔ یہ شخص کتنا گرا ہوا ہے اس کا تمہیں اندازہ نہیں، گھٹیا ہے یہ حرامی، سالا بدمعاش ہے یہ۔"

"تمہاری ہی نسل سے تعلق رکھتا ہے یہ بھی۔" مون نے اٹھ کر بے حد سختی سے ایشال کے بال پکڑے تھے مگر کچھ کہنے سے پہلے ہی اس نے ہانپتے ہوئے جابر خان کے گلے پر خنجر پھیر دیا تھا۔ ایشال مصطفیٰ کی آنکھوں میں گھورتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''ہر چیز سے خود کو آزاد کر دیا ہے میں نے'' خون سے بھی ایسا ویسا اب مجھے کچھ نہیں کرنا تھا۔ سو یہ خون تمہارے سر ہے، تمہارے...... دوبارہ ایسی حرکت مت کرنا۔ بھول کر بھی مت کرنا، اس کے ساتھ بھجوانا ہوتا تو اپنے میں کیا برائی ہے۔'' مون نے افسردگی سے اس کی آنکھوں میں چمکتے جگنو دیکھے۔

''تم ہی آزاد کرنا چاہتے تھے مجھے مون زبیری! میرے دل کی خواہش نہیں تھی یہ۔''

''ہوں اوں! تبھی بددعائیں دیتی ہو مجھے ناں، لیکن افسوس تمہاری کوئی آہ اثر نہ کر سکی اور میں زندہ سلامت بلکہ ایک ٹانگ پر تو آ ہی گیا ہوں۔'' دلاور اندر آیا تو مون مڑ کر اسے حکم دینے لگا۔

''لے جاؤ اس کی لاش کو اور بھوکے کتوں کے آگے ڈال دو اسے۔ اس کا جرم ہی ایسا ہے یہ اس قابل نہیں کہ مٹی میں دفنایا جائے اسے۔'' ایشال نے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ مون اٹھ کر دروازے تک گیا تھا۔ ایشال ابھی تک وہیں پڑے رو رہی تھی۔ مون نے مڑ کر اسے دیکھا تھا۔ ایشال نے نفرت سے چہرہ چھپا لیا اور مون زبیری چلا گیا تھا ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ لیے۔

☆......☆

''تم بہت ظالم ہو مون زبیری! بہت ظالم، تم چاہے کتنا بھی بدل جاؤ۔ کتنا بھی مگر اپنی عادتیں نہیں بدل سکتے تم نہیں بدل سکتے۔''

جابر خان والے واقعے کے بعد وہ کئی دن بیمار بستر پر پڑی رہی۔ اچانک چکر آتے دل گھبراتا اور وہ خود کو کمرے میں بند کر لیتی۔ گھٹن کا احساس ہوا تو وہ آہستگی سے اٹھ کر چھت پر آ گئی۔ کافی دیر آسمان کی سیاہی کو گھورتی رہی اور پھر چھت کے آخری کونے پر کھڑے وہ خود سے ہمکلام تھی۔

''کیا فائدہ میرے اس جینے کا، مجھے مر جانا چاہیے۔ مر جانا زیادہ بہتر ہے۔ کاش تم خود مجھے مار ڈالتے تو مجھے یہ سب نہ کرنا پڑتا۔ مجھے بہت ڈر لگتا تھا۔ موت سے مون زبیری لیکن میری زندگی کو تم نے موت سے بھی بدتر بنا ڈالا ہے۔ انکار کرتے کرتے اس مرحلے پر آ پہنچی ہوں۔ جس پر تمہارے ساتھ اور تمہارے نام کی ضرورت نے مجھے خوف میں مبتلا کر دیا ہے۔ اس مرحلے پر مون زبیری جہاں مجھے صرف اور صرف تمہاری ضرورت ہے

اور تم مجھے کسی اور کے حوالے کرنے کا سوچ رہے ہو۔ آہ مون زبیری، بھلا کوئی دے سکتا ہے تمہارے اس گناہ کو اپنا نام، نہیں، ایسا کوئی نہیں اور میں...... میں تمہیں کبھی نہ کہتی کہ مجھے اپنا لو اس وجود سمیت جو میرے وجود کے اندر پل رہا ہے لیکن تم نے مجھے مجبور، لاچار و بے بس کر دیا ہے یہ کہنے پر مگر میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گی۔ ایک لفظ بھی نہیں لیکن اس گناہ کو، اس وجود کو تمہیں اپنانا پڑے گا اگر ایشال مصطفیٰ موت سے بھی ہار گئی تو......"

اس نے آہستگی سے جھک کر پائیل چھت کے آخری کونے پر اتار دیں اور خود اب وہ مون زبیری کی الماری کے سامنے کھڑی کچھ تلاش کر رہی تھی۔ شراب کی بے شمار بوتلوں کے ساتھ ہی سلیپنگ پلز کی بوتل بھی تھی جس میں کچھ ہی گولیاں بچی ہوئی تھی۔ انہیں اپنی مٹھی میں لیے وہ مسکرا دی۔ چمکیلی کے برابر آ کر سوتے ایشال نے جھک کر اس کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور چادر کو سر تک تان کر وہ پرسکون سی لیٹ گئی۔

ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس نے مون زبیری سے جدا ہونے، آزاد ہونے کا خود فیصلہ کر لیا تھا۔

ہم تو سمجھے تھے اک زخم ہے بھر جائے گا
کیا خبر تھی کہ رگ جاں میں اتر جائے گا

☆......☆

گاؤں سے ہو کر آیا تو پہلے سے خود کو بہت بہتر پایا۔ آخر بی جان نے وہاں خیال بھی تو بے حد رکھا تھا۔ زخم ابھی بھی تھے مگر گاؤں کے خالص ماحول اور خالص کھانوں نے جسم میں پہلے سی مضبوطی بھر دی تھی۔ سب سے پہلے راحیلہ کا خریدا ہوا فلیٹ عمران نے کرائے پر دے ڈالا تھا۔ سامان شفٹ کروانے کے دوران اس کے ہاتھ ایشال کا پرانا پرس لگا۔ اسے اپنی گاڑی میں رکھا۔ باقی سامان آنٹی کے گھر رکھوا دیا۔ گاڑی مشہور ریسٹورنٹ کے سامنے روک کر اس نے دو کپ آئس کریم کے منگوائے، تنہا کھانے کا موڈ نہ ہوا۔ مڑ کر پرس کھولنے لگا۔ سب سے اوپر اس کی دو تصویریں تھیں ایک بھائی اور بھابھی کے ساتھ اور دوسری تصویر میں یونیفارم پہنے سادہ سادہ سی وہ کتنی معصوم اور دلربا لگ رہی تھی۔ عمران کو یکدم سرکار یاد آ گیا۔ جس نے بے حد بے دردی سے ایشال کی عزت لوٹی تھی۔ دل میں آگ سی لگی تو اس نے فوراً تصویریں اپنی پاکٹ میں رکھ دیں اور خود پرس سے نکلتی ایشال کی

ڈائری پڑھنے لگا۔

''وہ شخص برا ہے لیکن جانے کیوں مجھے برا نہیں لگتا وہ شخص جس سے سب نفرت کرتے ہیں اور میں اس سے۔ اس سے محبت کرنے لگی ہوں۔'' انسپکٹر عمران کے دل کو کسی نے بے دردی سے کچلا، آئسکریم کپ میں آئسکریم پگھلنے لگی۔

''کتنا عجیب ہے یہ دل اور اس کے کھیل، جس پر کسی کا اختیار نہیں۔ نہ میرا نہ اس کا۔ نہ راحی کا اور نہ عمران کا۔ میں راحی سے بھلا کیسے کہوں کہ جس کے لیے وہ ہر پل بددعائیں کرتی ہے جس کی موت کے لیے وہ سب کوشاں ہیں، جس کے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈالنا چاہتے ہیں، جس سے وہ نفرت کرتی ہے، سخت نفرت، مجھے اس کے بناء ہر پل ادھورا ادھورا سا لگنے لگا ہے۔ اگر اسے کچھ ہو گیا تو...... تو میں جیتے جی مر جاؤں گی۔ میرا دل روٹھ جائے گا۔ میری پائیل بھی چھوڑ دے گی میرا ساتھ۔ کاش! میں اسے پا سکتی۔ ساری دنیا کی نظروں سے اسے اپنی بانہوں میں لے کر چھپا لیتی اپنی پلکوں میں بٹھا کے اس کے سپنے سجا سکتی۔ کاش میں اس کی طرف بڑھنے والے خطرے کا رخ اپنی طرف موڑ سکتی۔ وہ پھندا اپنے گلے میں ڈال کر محبت کی خاطر جھول جاتی۔ کاش! کاش راحی تم جان سکتیں وہ شخص جس کے لیے ساری دنیا بددعا کرتی ہے جس کے لیے کسی کے دل میں محبت نہیں۔ اسے یہ پگلی کتنا چاہتی ہے۔ ساری دنیا کی بددعائیں ایک طرف اور اس پگلی کی دعائیں ایک طرف ہونے لگی ہیں۔ ہر پل میں اس کی سلامتی کی دعائیں مانگتی ہوں راحی، اس سے جدا ہو کر میرا دل شور مچاتا ہے۔ میری پائیل روٹھ گئی ہے۔ جس کے لیے میری نیلی آنکھیں ہر پل منتظر سی ترستی رہتی ہیں۔'' عمران نے سر کو سیٹ پر رکھ کر آنکھیں موندھنا چاہیں مگر دل تھا جیسے دوڑ رہا ہو۔ آگ سی دل کو جلائے جا رہی تھی۔ دل پھٹنے لگا تھا عمران نہیں چاہتا تھا روئے مگر......

میرے ہم نفس میرے ہم نوا
مجھے دوست بن کے دغا نہ دے
میں ہوں دردِ عشق سے جاں بالب
مجھے چھوڑ دے میرے حال پر
تیرا کیا بھروسہ ہے چارہ گر
یہ تیری نوازش مختصر ......

عمران نے افسردگی سے ایک لمبی آہ بھری۔ اگنیشن میں چابی ڈالتے جھٹکے سے گاڑی گھر کی طرف موڑ دی۔ آئسکریم پگھل پگھل کر پانی بن چکی تھی۔

☆......☆

اپنے قاتل کی ذہانت سے پریشان ہوں میں
روز اک موت نئے طرز کی ایجاد کرے
دل عجب شہر کہ جس پر بھی کھلا در اس کا
وہ مسافر اسے ہر سمت سے برباد کرے

''میں جا رہی ہوں مون! تم چلو گے یا پھر......''

نینا نے مڑ کر مون سے کہا تھا جو ایشال پر جھکا یک ٹک اسے گھورے جا رہا تھا اور وہ تھی کہ بے سدھ سی، ساکت و جامد سی بستر پر پڑی تھی۔ کتنی عزیز تھی وہ اسے مگر وہ اتنا ہی اسے رلاتی تھی۔ صبح کے پانچ بجے جب سر محل میں سب سونے کی تیاری کر رہے تھے۔ تب چمکیلی کا فون آ گیا۔ جانے کس کام سے اٹھی تھی اور اسے بھی جگایا تھا مگر وہ تو ہمیشہ کی تیاری کر کے سوئی تھی اٹھتی بھلا کیسے......فون آتے ہی مون ہر کسی کی پرواہ کیے بغیر سیاہ چادر اپنے زخمی جسم پر لپیٹے بھاگا چلا آیا تھا۔

''ٹھیک ہے پھر میں چلتی ہوں۔'' مون کو یونہی چپ دیکھ کر نینا اور صدف چلی گئیں۔

باری باری سب آئے تھے ایشال کو دیکھنے صبح سے دوپہر، شام اور پھر رات ہو گئی۔ نہ اسے ہوش آیا اور نہ مون زبیری نے اس کے چہرے سے نظریں ہٹائیں۔ خود اسے بھی دائیں ٹانگ اور کمر میں سخت تکلیف تھی۔ مگر وہ ماتھے پر ڈھیر بل لیے اسے گھورتا رہا۔ چمکیلی، دلاور کے ساتھ اندر آ کر اسے ڈانٹنے لگی۔ ''اے پگلا ہو گیا ہے رے کیا، چل کھا لے کھانا۔''

''مون نے ذرا بھر کے لیے چمکیلی کو مڑ کر دیکھا جو ٹیبل پر کھانا رکھ رہی تھی۔ دلاور نے افسردگی سے اترے اترے موڈ کے ساتھ الجھے ہوئے مون کو دیکھا اور پھر یکدم دل سے دعا کی تھی دونوں کے لیے۔ مون نے پیچھے ہو کر کسی کو دیکھا تھا۔ دلاور نے لپک کر کرسی اپنی چادر سے صاف کر کے آگے کر دی۔ مون تھکن سے چور ہوتا بیٹھتے ہی سر پیچھے کیے چھت کو گھورتے کچھ سوچنے لگا۔ اسے شاک تھا کہ جابر خان والے واقعے پر ایشال نے

جان دینا چاہی۔

''چمکیلی! کیا کروں، کیا کرے یہ دل اور کیا کرے خود مون زبیری! کتنی پاگل ہے یہ، نہ کچھ سمجھتی ہے نہ دوسروں کو سمجھنے دیتی ہے۔ یہ بھی کوئی تک ہے بھلا، ذرا سی بات پر گولیاں کھا کر سوگئی ہے۔ مرنا چاہتی ہے بھاگنا چاہتی ہے مجھ سے بہت دور، لیکن یہ نہیں جانتی چمکیلی کہ ایشال مصطفیٰ کے آنچل سے باندھا ہوا ہوں میں، جہاں جائے گی وہیں کہیں میں بھی رہ لوں گا۔ اوہ میرے خدا میں کیا کروں..... کیا کروں۔'' سر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑے وہ چلانے لگا۔ برتن لگاتی چمکیلی رک گئی۔

''کیوں پریشان ہوتا ہے۔ ڈاکٹرنی دیکھ گئی ہے۔ ہوش آجائے گا اسے۔ خطرے والی بات بھی نہیں کوئی۔ تو کیوں خوامخواہ خود کو مزید بیمار کرنے لگا ہے۔''

''مگر چمکیلی! اس نے ایسا کیوں کیا۔ یقیناً اسے زہر ملتا۔ تب بھی یہ کھا لیتی، ذرا نہیں سوچتی میرا کیا ہوگا۔ میرا کسی کو خیال ہی نہیں ہے۔ مجھے پتا ہوتا یہ جابر خان کے غم میں یہ کر بیٹھے گی تو میں بھیج دیتا اسی کے ساتھ اسے ہونہہ جابر خان۔'' غصے میں مون نے مٹھیاں بھینچتے ٹیبل پر ہاتھ مارا۔ پائیل کو ٹیبل سے اٹھا کر سامنے دیوار پر دے مارا اور خود چلانے لگا مگر چمکیلی کی بات نے غصے کو جھاگ کی طرح بٹھا دیا۔ مون زبیری مڑ کر حیرت سے چمکیلی کو دیکھنے لگا۔

''ضروری تو نہیں، ایک وہ ہی غم ہو اسے۔''

''چمکیلی! کوئی بات ہے کیا؟ کچھ چھپا تو نہیں رہی ہے تو مجھ سے۔''

''ہونہہ! چھپتی نہیں ایسی باتیں کبھی بھی، چل اب کھانا کھالے، یہ لے دلاور تو بھی کھالے کب سے بھوکا ہے۔'' چمکیلی نے برتن بڑھائے دلاور لے کر باہر چلا گیا وہ یونہی کھڑا چمکیلی کو دیکھتا رہا۔

''چمکیلی! بتا دے مجھ، کیوں دماغ خراب کرتی ہے میرا۔''

''کیا بتاؤں تجھے، ہوش میں آئے گی تو خود ہی پوچھ لینا۔'' چمکیلی کہہ کر ایشال تک گئی اس پر چادر درست کی، بال پیچھے کیے، پیار کیا، ڈرپ کی مقدار کو دیکھا اور باہر جانے لگی۔ مون تیزی سے مڑ کر زور سے چیخا۔

''چمکیلی! زیادہ غصہ نہ چڑھا مجھے۔ بول کیا بات ہے۔'' چمکیلی بھی اس کے

پھولے نتھنے دیکھ کر اندر سے ڈر گئی۔ پھر خود ہی چلتی اس تک آ گئی۔

''ڈاکٹرنی کہہ رہی تھی کہ اسے آرام کی سخت ضرورت ہے۔ کوئی ٹینشن، کوئی لڑائی نہ ہو، خوش رہنے کی ضرورت ہے اسے۔'' مون ہنس دیا۔

''ہونہہ! خوش اور اس نے خوش رہنے کا یہی طریقہ نکالا ہے، ہیں ناں؟''

''خوش رہنے کا نہیں رے، بدنامی سے بچنے کا۔ ماں بننے والی ہے تیرے بچے کی، شکر کر ڈاکٹرنی اِدھر قریب رہتی ہے۔ ورنہ دونوں میں سے کوئی نہ بچتا اب کھانا کھا لینا، جا رہی ہوں میں سونے۔'' چمکیلی کہہ کر چلی گئی۔ مون زبیری کے سخت چہرے کے اتار چڑھاؤ یکدم گر گئے، ماتھے کے بل ایک ایک کر کے کم ہونے لگے۔ جسم سے لپٹی شال زمین پر آ گری اور خود وہ ڈھیلا ڈھالا سا کرسی پر ڈھے گیا۔ دونوں آنکھوں کو سختی سے بھینچتے وہ یکدم ہی پھوٹ کر رو دیا۔ چمکیلی دھماکہ کان کے پاس پھاڑ کر جا چکی تھی۔

اس نے آہستہ آہستہ اپنی آنکھیں کھولیں تو مون زبیری کو خود پر جھکے ہوئے پایا۔ سختی سے آنکھیں بند کرتے اس نے دوبارہ آنکھیں کھول کر مون زبیری کو دیکھا جس کے بال بے حد بکھرے ہوئے تھے۔ چہرہ اترا ہوا، آنکھیں سرخ مترنم اور سوجی ہوئیں۔ چہرہ شرم وحیاء سے سرخ ہوا چاہتا تھا۔ کتنی تھکن تھی ان آنکھوں میں جو مون زبیری کی دل پسند تھیں۔ ایشال مصطفیٰ دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپائے رونا چاہتی تھی مگر اسے اپنا وجود بے جان اور بے سدھ سا لگا۔ دائیں بازو میں چبھن بتاتی تھی کہ ڈرپ لگی ہوئی ہے۔ اپنی بڑی بڑی نمدیدہ آنکھیں اوپر کیے وہ مون زبیری کو دیکھنے لگی۔ گرم گرم پانی دائیں بائیں گرنے لگا۔

''کیا سوچ کر خود کو اذیت دی تم نے، کیا سوچ کر شالی، کیا۔'' جواباً ایشال نے آنکھیں موندھ کر خشک ہونٹوں پر زبان پھیری تھی۔

''دوبارہ کبھی ایسا مت کرنا ایشال! اور اگر کبھی کرنے کا سوچا تو پہلے اس دیوانے کو اس کی آخری منزل تک پہنچا دینا پھر جو چاہے کرنا۔'' مون زبیری نے اس کا بایاں ہاتھ اٹھا کر چوما تھا۔ ایشال نے آنکھیں کھول کر مون کو دیکھا۔

''بولو! شادی کرو گی مجھ سے؟''

کتنے دکھ تھے ان آنکھوں میں جو ابل ابل کر باہر اُمڈ رہے تھے روتے روتے اس کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں جو مون زبیری سن رہا تھا۔ ہونٹ تھے جو لرز رہے تھے۔ آہ

وفریاد کر رہے تھے، آنکھیں تھیں جو سمندر بنی ہوئی تھیں اور باقی سارا جسم ساکت سا پڑا ہولے ہولے کپکپا رہا تھا۔ مون زبیری نے آہستگی سے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ اس کے جسم پر چادر درست کی، اس کے ماتھے پر جھک کر بوسہ دیا۔ اپنی آنکھیں صاف کیں اور خود پر طنز کرتے مسکرا دیا۔

''ہونہہ! وہ اب بھلا اس میں پوچھنے والی کون سی تک ہے، پاگل کہیں کا۔'' اپنے سر پر خود ہی چپت لگاتے وہ تیزی سے اٹھا۔ اپنی شال اوڑھی اور باہر نکل گیا۔

☆......☆

''کیا...... کب؟ ہمیں تو بتایا تک نہیں تم نے مون۔'' نینا کے ہاتھ سے وہسکی کا گلاس چھوٹ کر فرش پر آ گرا۔ نور بائی نے بھی مڑ کر اداس اداس سے بھانجے کو غور سے دیکھا۔ چمکیلی مسکرا دی دلاور نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

''بس سادگی سے نکاح کیا ہے۔ ابھی کچھ دیر پہلے۔'' مون کہہ کر چمکیلی کو کچھ پیسے دینے لگا۔ دلاور اور چمکیلی کے جاتے ہی وہ بیڈ پر الٹا گر سا گیا۔

''کیوں، سادگی سے کیوں مون! کوئی ہنگامہ ڈھول ڈھمکا، گانے باجے، کچھ بھی نہیں، ایسا کیوں کیا مون بچے۔''

''بس! ویسے ہی ضرورت پوری کرنا تھی کسی کی۔''

''مگر......؟''

''چھوڑیں خالہ جانی! کوئی اور بات کریں۔''

''مگر مون بچے! وہ مانی کیسے اور جب کر لیا ہے نکاح تو یہاں کیا کر رہا ہے۔ شادی کی پہلی رات ہے گھر جا دلہن کے پاس۔'' مون خود پر ہنسنے لگا تھا طنز سے۔

''پہلی رات اور دلہن، یہ مون زبیری کی قسمت میں نہیں ہے خالہ جانی!'' نینا دروازے کے ساتھ لگی ان کی باتیں سنتے رو دی۔ مون زبیری نے اس کا دل جو توڑ ڈالا تھا۔

☆......☆

مبارک ہو تم کو یہ شادی تمہاری
سدا خوش رہو تم دعا ہے ہماری

چمکیلی گھنگھرو باندھے اِدھر اُدھر ناچ رہی تھی۔ ساتھ ساتھ مختلف گانے بھی گا رہی

تھی۔ دو دن سے اس کا یہی معمول تھا وہ روزانہ رات کو یہی کرتی۔ ایشال آہستگی سے اٹھ کر بیٹھتی ہنس دی۔ شکر تھا کہ معدہ ٹھیک ہو گیا تھا۔ ورنہ وہ تو بھوکی مر جاتی، طبیعت سنبھلی تو چمکیلی کے ڈانس پر زور زور سے ہنسنے لگی۔

''خدا کے لئے چمکیلی! بس کر جا، پاگل ہو گئی ہے کیا۔''

''ہاں ہاں ری! پاگل ہو گئی ہوں میں۔'' چمکیلی فوراً لال کام والا دوپٹہ لا کر اسے اوڑھانے لگی۔ ناں ناں کرنے کے باوجود اس پر سرخ دوپٹہ ڈال کر مہندی کی کٹوری لیے چمکیلی اسے مہندی لگانے لگی۔ وہ یکدم اداس سی ہو گئی۔

''چھوڑ چمکیلی! ان سب کا کیا فائدہ۔ یہ تو سہاگنوں پر سجتے اچھی لگتی ہے۔''

''بس، بس چپ کر جا لگانے دے مجھے۔'' اس کی ہتھیلی پر گول ٹکیا ڈالتے چمکیلی بے حد خوش تھی۔ اونچی آواز میں ٹیپ بجنے لگی تھی۔ بھینی بھینی مہندی کی خوشبو اس پر گلاب کے سرخ پھولوں کے بوکے جو چمکیلی اور دلاور نے اسے دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد چمکیلی کے بار بار کہنے پر وہ اٹھ کر ہولے سے گھومی تھی۔ چمکیلی نے منہ بنا کر اسے دیکھا اور جھک کر اپنے گھنگھرو اسے پہنانے لگی۔

''چل اب میرے ساتھ ڈانس کر، زیادہ بن نہ، ان کی آواز نہ آئی تو ساری رات سونے نہیں دوں گی تجھے۔'' وہ ہنستے ہوئے چمکیلی کے ساتھ ناچ رہی تھی۔ جب نظر اس دشمن جان پر پڑی جو اداس سا جانے کب سے دروازے سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ وہ فوراً رک کر پیچھے ہوئی تھی۔ دوپٹہ اتارتے وہ چمکیلی کو گھورنے لگی۔ جس نے اسے مون کے نہ آنے کی پکی خبر دی تھی۔

''ہاتھ دھونے ہیں چمکیلی۔'' وہ بیٹھتے ہوئے چمکیلی سے کہتے ہوئے مہندی لگے ہاتھ دیکھنے لگی۔ چمکیلی ٹیپ بند کر کے زور سے ہنستے مون کے گلے لگتے باہر چلی گئی۔ مون اس کے قدموں کے پاس آ کر جھکا تو اس کا دل گھبرانے لگا۔

''ناراض ہو مجھ سے ایشال! بولو ناں۔'' مون نے اس کے ہاتھ تھام لیے۔

''میں نے اپنا ہر گناہ قبول کر لیا ہے ایشال! اور یہ گناہ، یہ مجھے سب سے عزیز ہے۔ اس کے لیے تم جان مانگو گی تو انکار نہیں کرے گا، مون زبیری۔'' ایشال نے سر اٹھا کر مون کو دیکھا۔ جو بے حد ٹوٹا ہوا لگ رہا تھا۔ اس حادثے نے تو اسے بالکل ہی کمزور کر ڈالا تھا۔

''تم ایک بار کہہ دو ایشال!'' وہ اس کی گود میں سر رکھے سکون کی تلاش میں تھا۔
''تم ایک بار کہہ دو ایشال! میں کبھی لوٹ کر نہ آؤں گا۔ تمہیں ستانا ختم کر دوں گا خود کو۔'' ایشال نے گھبرا کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔
''نہیں! ایسا کبھی مت کرنا مون زبیری! کبھی نہیں۔ ورنہ ورنہ میں مر جاؤں گی۔''
مون نے مسکراتے ہوئے اس کی گود میں سر رکھ دیا اور ایشال اس کے بال سلجھانے لگی۔
''کیا حالت بنالی ہے مون زبیری! تم نے اپنی۔'' شالی نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔
''کیا کروں، تمہاری آہیں تو عرش کو ہلا دیتی ہیں۔ پھر میں کیا چیز ہوں۔''
''میں نے کبھی ایسا دل سے نہیں چاہا تھا مون!'' مون نے اس کا دایاں ہاتھ دیکھا جس کی ہتھیلی میں مہندی سوکھ کر رنگ دینے لگی تھی مون ہاتھ چومتے مسکرا دیا۔
''پھر بھی اگر کبھی کچھ برا لگا تو مجھے معاف کر دینا مون!'' وہ رو دی۔ مون نے سر اٹھا کر اسے گھورا۔ اپنی پوروں سے اس کے آنسو پونچھ ڈالے۔
''اگر میں...... میں مر جاتا تو......''
''تو......تو ایشال مصطفیٰ بھی مر جاتی۔''
''کیوں؟'' مون نے لیٹتے ہوئے اسے دیکھا۔
''کیوں کہ...... کیوں کہ میں تم سے بہت بہت زیادہ محبت کرتی ہوں۔ خود سے بھی زیادہ، سب سے زیادہ۔'' ایشال نے مون پر جھکتے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا اور اس کے سینے پر سر رکھتے مسکرا دی۔

☆......☆

جب بھی فارغ ہو کر بیٹھتا، ایشال کی ڈائری پڑھنے لگ جاتا۔ ابھی بھی پڑھتے پڑھتے چونک پڑا تھا ایشال نے لکھا تھا۔
''راحیلہ! کتنی معصوم ہے۔ اسے تو کچھ پتہ ہی نہیں۔ آج انسپکٹر شاہد اور حوالدار آئے تھے اور کافی دیر تک سب کے درمیان میٹنگ ہوتی رہی۔ میں چھپ کر دیکھتی اور روتی رہی لیکن اس دشمن جان کا گھر چھوڑنے کے بعد میں نے قسم کھائی تھی۔ وہاں جا کر یہاں کے کسی فرد کا ذکر نہیں کروں گی۔ اس لیے میں راحیلہ اور عمران کو چاہ کر بھی نہیں بتا سکتی کہ یہ دونوں غدار ہیں اور یہ بھی سرکار کے ہر جرم میں برابر کے شریک ہیں۔ یہی ہیں جو ان کی

بات وہاں بتا کر ہر پلان ناکام بنا دیتے ہیں کاش میں، میں راحیلہ کو کچھ بتا سکتی۔ کاش......"
عمران تقریباً بستر سے اچھلا تھا۔ اب اسے پتہ چلا کہ اس کے پاکٹ سے تصویریں کس نے نکالیں؟ فائل 407 کس نے ریکارڈ سے غائب کی؟ اور زلفی اور خرم کو زہر کس نے دیا؟ وہ اب گاڑی لیے ڈی ایس پی اظہر کے پاس جا رہا تھا۔

☆......☆

کئی دنوں تک مون اس کے پاس رہا۔ دونوں میں کسی قسم کی لڑائی نہ ہوئی لیکن جب سرمحل گیا تو واپس آ کر پھر ایشال سے ناراض ہونے لگا۔ اب پھر انسپکٹر شاہد کی وجہ سے ان میں لڑائی ہوئی تھی۔ وہ پھر عمران کی پاکٹ سے وہی تصویریں نکال لایا تھا جو اس نے پرانے پرس سے نکال کر اپنے پاس رکھ لی تھیں۔ مون کا شک دور کرنے کے لئے ایشال کو اقرار کرنا پڑا کہ عمران بھی اسے پسند کرتا ہے۔

"شٹ اپ شالی! مجھے اچھا نہیں لگتا یہ سب! کیوں تمہیں اور کوئی چاہے کیوں؟"
مون کو یکدم غصہ آنے لگا۔ ایشال کے ہاتھ جھٹک کر وہ سگریٹ سلگانے لگا۔
"تم مجھ سے کیوں ناراض ہو رہے ہو مون! میں کسی کے دل پر پہرے تو نہیں لگا سکتی ناں، بھلا اس میں میرا کیا قصور ہے؟"
"لیکن تم اسے بتا تو سکتی تھیں ناں کہ تم مجھ سے...... یا پھر تمہیں بتاتے ہوئے شرم آتی ہے۔" ایشال کو اس ٹاپک پر سخت الجھن ہونے لگی۔
"ہاں شاید۔" ایشال نے سر اثبات میں ہلا کر باہر دیکھنا شروع کر دیا۔ مون نے کندھے پر شال درست کرتے دکھ سے مونچھوں پر ہاتھ پھیرا۔
"شاید نہیں ایشال! یقیناً ایسی محبت کا کیا کرنا جسے دوسروں سے چھپانا پڑے۔ آئی تھنک میں نہیں تمہارے لیے عمران ہی بہتر تھا۔ جس کا تم سب کو شرمندگی سے نہیں بلکہ فخر سے نام بتا سکتیں۔" مون نے اپنا موبائل اور چابیاں اٹھائیں اور غصے سے باہر نکل گیا۔ پیچھے شالی نفی میں سر ہلاتے مسکرا دی۔

میں خود غرض اتنا ہوں کہ بس یہی چاہوں
رہیں ہمیشہ میری منتظر تیری آنکھیں

☆......☆

''میرا خیال ہے اب تمہیں چوڑیاں پہن کر گھر بیٹھ جانا چاہیے۔'' نور بائی کی غمگین اور تیز آواز پر مون کا چہرہ شرم اور توہین سے سرخ ہو گیا۔ آج سرمحل میں افسردگی اور ماتم کا سماں تھا۔ صدف کو دفنانے کے بعد نور بائی کو مون پر سخت غصہ تھا۔ جس نے کار میں موجود ہونے کے باوجود فائرنگ پر جوابی کارروائی نہیں کی۔ خطرے کے باوجود کوئی بچاؤ نہیں کیا۔ خود اسے بھی دکھ تھا مگر اب افسوس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

''میں کسی اور خیال میں تھا۔ پتہ ہی نہ چلا کب اچانک......''

''بکواس بند کر مون! کسی اور خیال میں یا کسی کے خیال میں۔'' نور بائی کی غراتی آواز پر وہ چپ سا ہو گیا اور یہ سچ تھا۔ اب وہ کچھ اور کر بھی نہ سکتا تھا۔ ایشال سے وعدہ بھی کر رکھا تھا۔

''اس پر تو اس گونگی کا عشق سر چڑھ کر بول رہا ہے۔'' روتی ہوئی نینا رومال سے ناک رگڑ کر بولی۔ مون موقع کی نزاکت دیکھ کر چپ رہا۔

''عشق نہیں یہ بزدلی ہے بزدلی۔ کیا جادو کر رکھا ہے اس ساحرہ نے کہ تمہیں آس پاس کا کچھ ہوش نہیں رہتا۔ فائرنگ کا تمہیں پتہ نہ چلا۔ صدف کے مرنے کا غم ہے نہ پولیس کے ہاتھ لگنے والی فائل کی ٹینشن ہے۔ کیا ذلیل عورت ہے وہ......؟''

''بس! بس خالہ جانی ایک لفظ اور نہیں ورنہ......''

''اس طرح کی بے ہودگی پر مون زور سے دھاڑا۔ ایک پل کے لئے سب کو سانپ سونگھ گیا۔ نور بائی بھانجے کو سامنے انگلی اٹھائے وارن کر کے دیکھ کر آگ بگولا ہو گئیں۔ آنکھیں باہر اُمڈ آئیں۔ سب نے خوف زدہ ہو کر دونوں کو مدمقابل دیکھا۔ نینا نے اٹھ کر مون کو پیچھے کرنا چاہا۔ جس کے نتھنے غصے سے پھول رہے تھے۔ آنکھیں خون آلود ہو گئیں، ایشال کے لئے ایک لفظ بھی اس کی برداشت سے باہر تھا۔

''مون! شرم کرو۔ ماں کے ساتھ اس طرح بات کرتے ہیں۔ اب اس گونگی کی وجہ سے تم......''

''شٹ اپ یو، اینڈ ڈونٹ ٹچ می۔'' مون نے نینا کے ہاتھ بری طرح جھٹک دیئے۔

''ایک بات آخری بار کان کھول کر سن لو سب، اس کے بارے میں کسی نے کچھ کہا، بدتمیزی کا سوچا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔ بھون کر رکھ دوں گا سب کو۔''

''نینا ماں کی انسلٹ پر، مون کی اس طرح بے وفائی پر دل برداشتہ ہو کر چیخی۔'' ہاں، ہاں بھون ڈالو ہمیں اور خود جا کر عیش کرو اس گونگی کے ساتھ، جانے کیا گھول کر پلا دیا ہے سالی نے کہ......''

''چٹاخ''۔ مون جیسے فولادی باکسر کا تھپڑ پڑتے ہی نینا دلدوز چیخ مارتے دیوار سے جا ٹکرائی۔ نور بائی نے بپھرے ہوئے مون کو دیکھ کر ہونٹ بھینچ کر آنکھیں بند کر لیں۔ مون لمبے لمبے ڈگ بھرتا سر محل سے باہر نکل گیا۔ پیچھے پیچھے تیزی سے اس کے وفادار ساتھی بھی نکل گئے۔ مون کے جاتے ہی نور بائی نے افسردگی سے آنسو پونچھ کر نینا کو گلے سے لگا لیا۔

☆......☆

''کیا ملتا ہے یہ خون خرابہ کر کے تمہیں؟ کیا حاصل کیا ہے تم نے اب تک اس دہشت گردی سے مون؟ کیا...... کیا تمہیں لوگوں کی آہوں، سسکیوں، بددعاؤں، آنسوؤں اور آہوں سے ڈر نہیں لگتا۔ پلیز مون اب بھی وقت ہے بدل ڈالو اپنی دنیا اور مت بھاگو اس طرح سراب کے پیچھے۔ معافی مانگ لو اپنے گناہوں کی۔ خدا تو توبہ کرنے والوں کو معاف بھی کر دیتا ہے۔ دیکھ لینا مون یہی دوست یہی رشتے دار ایک دن تمہارے دشمن بن جائیں گے اور یہ تو اصل میں ہیں ہی تمہارے دشمن، جنہوں نے تمہیں ان گھٹیا کاموں کے لئے چنا اور پھر استعمال کیا۔''

''لیکن تم جو چاہتی ہو شالی! وہ میرے بس میں نہیں یا شاید میں واقعی بزدل ہوں۔'' مون نے شال درست کرتے ماتھے سے پسینہ صاف کرتے اسے کہا تھا۔

''بزدل تو میں بھی ہوں مون! میں ڈرتی ہوں مون اگر تم مجھ سے کسی موڑ پر بچھڑ گئے تو میرا کیا ہوگا۔ اس بچے کا کیا ہوگا یا پھر مجھے تنہا دیکھ کر نور بائی مجھے بھی سر محل کی رانی بنا......''

''نہیں ایشال پلیز! ایسا کچھ مت سوچنا ایسا کبھی نہیں ہوگا۔''

''میں ڈرتی ہوں مون! اگر ہماری بیٹی ہوئی تو لوگ اسے طعنہ دے دے کر مار ڈالیں گے، کوئی اس کا ہاتھ تھامنے نہ آئے گا کہ یہ تو سرکار جیسے دہشت گردی کی بیٹی ہے۔ اسے اپنے گھر کی بہو بنا کر کیوں اپنی آئندہ نسل کو تباہ و برباد کریں۔'' کسی انجانے درد سے مون کی آنکھیں بہنے لگیں۔ کھڑکی پر اس کی گرفت مضبوط ہوتی چلی گئی۔

''اور اگر بیٹا ہوا تو اس کا مستقبل کچھ بھی نہ ہو گا۔ وہ پچھتائے گا ہمارے ہاں پیدا ہو کر یا پھر وہ بھی تمہاری طرح پولیس سے چھپتا پھرے گا اور......''

''نہیں! نہیں ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ کبھی نہیں۔'' مون نے گھبراتے ہوئے سگریٹ سلگائی۔

''تو......تو پھر تم میری بات مان لو مون! انسپکٹر عمران کے ساتھ تعاون۔''

''لیکن ایشال! میں یہ بھی نہیں کر سکتا۔ تم سمجھتی کیوں نہیں ہو۔ مجھے پھانسی بھی ہو سکتی ہے۔ عمر قید کی سزا ہو سکتی ہے اور پھر میں کبھی واپس نہیں آ سکوں گا۔ بس میں تمہارے بغیر تنہا کہیں بھی کسی بھی جگہ جانے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ میں اب تمہارے بغیر نہیں رہنا چاہتا۔ ایشال، آئی لو یو سوچ، سوچ شالی۔'' وہ رو دیا کسی بچے کی طرح، جو اپنی ماں کے بغیر پہلا دن بھی تنہا اسکول میں گزارنے کو تیار نہیں ہوتا سگریٹ مسل کر پھینکتے وہ سر پکڑے رونے لگا۔ شالی نے پاس جا کر اسے ساتھ لگا لیا۔ وہ بھی اس کے گلے لگے آنسو چھپانے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ زندگی کا یہ کون سا مرحلہ آ گیا ہے۔ جس میں اس کی اپنی مرضی، اپنی چاہ، اپنا اسٹائل، اپنی لائف، کسی میں کہیں بھی اس کا اپنا اختیار نہ رہا تھا۔ سب کچھ جیسے خود بخود ہوتا جا رہا تھا اور وہ شالی کے بغیر کہیں بھی جانے کے لیے تیار نہ تھا۔

''نہیں مون! ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ عمران کہہ رہا تھا کہ اگر تم نے خود اپنے جرم قبول کر کے خود کو قانون کے حوالے کر دیا تمام لوگ جو تمہارے گینگ میں شامل ہیں۔ ان سب کے نام بتا دیئے تو پھر تمہاری سزا میں کمی ہونے کے ساتھ ساتھ تمہاری مدد بھی کی جائے گی۔ عمران نے پرامس کیا تھا مجھ سے، وہ ہماری مدد ضرور کرے گا۔ پلیز مون تم میری بات مان لو۔ مجھے اگر ساری زندگی بھی انتظار کرنا پڑا تو میں کروں گی تمہارا انتظار، پھر ہم مل کر نئی دنیا بسائیں گے۔ ہمارا بھی چھوٹا سا گھر ہو گا۔ خوشیوں بھرا اور......اور......''

''لیکن ایشال! خالہ جانی یہ کب چاہیں گی کہ میں ایسا کام کروں اور انہیں بھی اپنے ساتھ موت کے منہ میں......''

''تم......تم کسی کو اپنے ارادوں کی خبر ہی مت ہونے دینا۔ پلیز مون سب کو چھوڑ دو، سب کچھ بھلا دو، ایک ہماری خاطر، تمہیں اس بچے کی قسم مون۔ کیونکہ میں اس زندگی کے ساتھ نہیں جی سکتی جس میں لوگوں کی چیخیں، ان کی تکلیفیں، ان کی آہیں مجھے سنائی دیتی

ہیں۔ پلیز مون میری بات مان لو پلیز...... پلیز''۔ وہ ہاتھ جوڑے رو پڑی۔ مون نے آگے بڑھ کر اسے ساتھ بھینچ لیا۔

اک عمر گزری ہے آہوں میں کراہوں میں
بہتر ہے آ کر سمٹ جاؤ میری بانہوں میں

☆......☆

''اپنی زندگی میں میں نے 14 سال کی عمر سے ہر طرح کی لڑکیوں کو دیکھا اور ان کے ساتھ وقت گزارا۔ ہر موڑ پر، ہر جگہ مجھے مختلف قسم کی لڑکیاں ملیں لیکن اس طرح اس کے لیے پہلی مرتبہ، اس دل میں محبت، اتنی چاہت، درد دیکھا اور محسوس کیا ہے، مجھے اب زندگی سے پیار ہونے لگا ہے۔ میں جینا چاہتا ہوں اس کے لیے خالہ جانی صرف اس کے لیے۔ کبھی کسی موڑ پر کسی کے سینے میں گولی چلاتے مجھے ڈر نہیں لگا کہ مجھے بھی کسی کی گولی سلاسکتی ہے۔ کہیں بم بلاسٹ کرتے یہ میں نے کبھی سوچا کہ میں بھی کسی کا نشانہ بن سکتا ہوں۔ مجھے موت سے کبھی ڈر نہیں لگتا لیکن اب میرے ہاتھ پستول پر کانپنے لگتے ہیں۔ خون دیکھ کر مجھے یکدم رونا آجاتا ہے۔ اب کسی کی جان نہیں لے سکتا میں۔ خالہ جانی، کیوں کہ مجھے ترس آجاتا ہے۔ کیوں کہ مجھے بھی موت سے ڈر لگنے لگا ہے اور شاید کہ مجھے زندگی سے پیار ہو گیا ہے۔ کسی کا عشق مجھے ہر شے سے بیگانہ کرتا جا رہا ہے میں...... میں کھل کر جینا چاہتا ہوں۔ خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنا چاہتا ہوں۔ خالہ جانی پلیز مجھ سے ناراض مت ہوں۔ میری طرف دیکھیں پلیز۔ پلیز خدا کے لیے خالہ جانی، مجھے پیار کریں خالہ جانی، پلیز...... پلیز۔'' وہ روتے ہوئے ان کی گود میں چھپنے لگا۔ نور بانی نے پیار سے اس کے ماتھے پر پیار کر کے اس کے سر پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ جیسا بھی تھا بھانجا تو تھا ناں، بہن کی اولاد تھا عزیز بھی تو بہت تھا۔

☆......☆

''میں یہ نہیں کہتا کہ آپ انہیں واپس گھر میں رکھیں کیونکہ اب انہیں آپ لوگوں کی ضرورت نہیں رہی۔''

''مگر وہ میری بہن ہے اور میں کیسے......'' ارشد بھائی کی بات پر عمران طنز کر کے مسکرا دیا۔ بھابھی شور کرنے، حقیقت کھلنے پر بوکھلائی ہوئی تھیں۔

''بہن! اوہ..... ایک سال سے اوپر ہونے والا ہے آپ کو بہن کی یاد نہیں آئی۔''

''مم..... مگر صابرہ کہہ رہی تھی اسے ایک لڑکا پسند تھا۔ جس کے ساتھ وہ بھاگ گئی تھی اور وہ خط جس میں اس نے لکھا تھا کہ مجھے نہ ڈھونڈا جائے۔ میں شادی کر کے بہت خوش.....'' بھابی دونوں ہاتھ رگڑتے کپکپانے لگی تھیں۔

''شادی، خط، لڑکا یہ کیا کہانی رچا رکھی ہے مسز ارشد آپ نے، مسٹر ارشد وہ کسی لڑکے کے ساتھ نہیں بھاگی تھی۔ بلکہ اسے آپ کی وائف نے جابر خان نامی شخص کے ہاتھوں کئی روپوں کی خاطر فروخت کر ڈالا تھا۔''

''واٹ؟ یہ کیا کہہ رہے ہیں انسپکٹر آپ۔'' ارشد کا چہرہ تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ خونخوار نظروں سے بیوی کو گھورا۔ اس کے تو جواباً ہاتھ پاؤں ہی پھول گئے تھے۔

''مسز ارشد! مجھے آپ کو گرفتار کرنا چاہئے تھا مگر معصوم سی ایشال مصطفیٰ بلکہ مسز مون زبیری نے مجھے ایسا کرنے سے روک دیا۔ انہوں نے آپ کو اتنا بڑا جرم کرنے کے باوجود معاف کر دیا ہے اور شاید کہ آپ ابھی تک بے اولاد ہیں اور یہ خدا کی طرف سے سزا ہے آپ کے لیے۔ ایسا گھٹیا جرم جو آپ نے ایک عورت ہو کر دوسری عورت سے کیا۔ شاید کہ اوپر والے نے آپ کو سزا دی ہے۔'' صابرہ کے آنسو خالی گود پر گرنے لگے۔ عمران نے سر جھکائے دونوں افراد کو ایک نظر دیکھا۔

''مجھے اجازت دیجیے مسٹر ارشد! یہ میرا کارڈ ہے کبھی ضرورت پڑی تو بلاتکلف آ جایئے گا۔ اوکے خدا حافظ!'' وہ وہاں سے آ گیا۔ پیچھے نہیں معلوم ارشد نے صابرہ کے ساتھ کیا سلوک کیا مگر وہ یہ سب کر کے بہت خوش ہوا تھا بہت خوش۔

☆......☆

یہ مون کی خواہش تھی کہ کبھی وہ دلہن بنے، اپنی تمام تر رعنائیوں اور چاہتوں سمیت اس کے دل میں اتر جائے مگر دلہن بننے کا موقع اس کی زندگی میں ہی نہ آیا۔ اس نے مون کا بیگ کھول کر کپڑے صحیح کرنا چاہے تھے مگر سب سے نیچے رکھے اناری کلر کے سرخ کھلتے اور بے حد مہنگے نفیس سوٹ نے اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کر دی۔ وہ ہاتھ میں کپڑے لیے مسکرا دی اور جب مون شام کو گھر آیا تو آگے وہ دلہن بنی اس کی منتظر تھی۔ مون اسے دیکھ کر چونکا تو وہ زور سے ہنس دی۔ مون نے شال اتار کر رکھتے اسے

پیار سے دیکھا۔

''کیسی لگ رہی ہوں میں؟'' دوپٹے کا پلو ذرا آگے کر کے وہ شرمائی۔

''بہت پیاری، بے حد سندر، کسی حور جیسی۔'' مون اس کے حسن میں گم رہتا اگر وہ چوڑیاں چھنکا کر اسے نہ چونکاتی وہ مسکرانے لگا۔

''کسی نے اتنی حسین دلہن دیکھی ہو گی، جتنی حسین میری دلہن ہے۔ کسی اپسرا جیسی۔''

مون نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے کر غور سے دیکھا تھا۔ جھکی جھکی پلکیں، گھبرائی گھبرائی سی آنکھیں، زور زور سے دھڑکتا دل، کانپتے لرزتے نیم وا ہونٹ، سرخ ہوتے گال جیولری پہنے واقعی سجی سنوری وہ دلہن کے روپ میں بے حد پیاری لگ رہی تھی۔

مون زبیری نے بانہوں کے حلقے میں لے کر اس کا ماتھا چوما۔ جہاں بندیا چمک رہی تھی۔ اس کی صراحی دار گردن پر مون نے جھک کر اپنے لب رکھ دیئے۔ وہ مزید سمٹ کر مون زبیری کے پاس ہوئی۔ اس کی مرمریں باہیں مون زبیری کے ارد گرد حلقہ بنائے ہوئے تھیں۔ مون مدہوش سا اس کے نشے میں گم تھا اور اس کی قید میں ایشال مصطفیٰ کا جسم سدا قید ہی رہنا چاہتا تھا۔ کب سے بیل بج رہی تھی مگر مون کسی حسین دنیا میں گم تھا۔ موبائل پر خوب صورت سی دھن بے حد پیاری لگ رہی تھی۔

ہم ہیں اس پل یہاں جانے ہوں کل کہاں
ہم ملیں نہ ملیں ہم رہیں نہ رہیں
رہے گی سدا یہاں پیار کی یہ داستاں
سنیں گے سدا جسے یہ زمین آسماں

''مون! کسی کا فون ہے۔'' ایشال نے پیچھے ہونا چاہا مگر مون زبیری نے اس کی نازک سی بل کھاتی کمر پر گرفت مضبوط کر دی۔

''چھوڑو...... جانے دو۔''

''مون!'' ایشال اسے گھورتی پیچھے ہوئی تو مسکراتے ہوئے مون نے فون اٹھا لیا۔

فون سن کر وہ کچھ گم صم سا ہو گیا۔ وہ جیولری اتارتے ہوئے اس کے پاس آئی۔

''کیا ہوا مون! خیریت تو ہے ناں؟''

''وہ ایک ایمرجنسی ہے۔ میں بس ابھی واپس آیا۔''
''ایمرجنسی......کیسی ایمرجنسی مون۔'' اس کا دل یکدم گھبرانے لگا۔
''تم مت جاؤ مون! خدانخواستہ اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو اور تم نے تو مجھ سے پرامس کیا تھا کہ......مت جاؤ مون مجھے چھوڑ کے پلیز!''
''اوہو تم مت گھبراؤ شالی! میں ابھی واپس آ جاؤں گا۔''
''نہیں مون! یہ نور بائی کی کوئی چال ہو گی اور کیوں نہ ہو۔ وہ تمہارے اس فیصلے سے بالکل خوش نہیں ہے۔ کیونکہ ایک تو میں نے اس کی بیٹی کا حق چھینا ہے اور......'' مون نے اس کی بات کاٹ کر اسے تسلی دی تھی۔
''اوں ہوں، یہ تمہارا وہم ہے شالی! ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا وہ کبھی مجھ سے ناراض نہیں ہوسکتیں۔ ماں بن کر پالا ہے انہوں نے مجھے۔ دیکھو پلیز تم روؤ مت۔ میں ابھی گیا اور ابھی واپس آیا۔ تم جان من سو جاؤ میری فکر مت کرنا اپنا خیال رکھنا، بائے۔''
''تم بھی اپنا خیال رکھنا۔ خدا حافظ۔'' مون چلا گیا اور وہ دل میں ڈھیر وسوسے لیے پریشان سی بیٹھی رہی۔ جیولری اتار کر وہ اب کپڑے بدلنے کرنے کا سوچ رہی تھی۔ جب نینا آ گئی۔ اس کے تیور سخت خراب لگتے تھے۔ ایشال کی بولنے والی بات کا چمکیلی، دلاور، مون کے علاوہ کسی کو پتا نہ تھا۔ اس لیے وہ اشارتاً مون کے باہر جانے کا بتانے لگی۔ نینا نے زوردار قہقہہ لگایا۔ وہ سمٹ کر اس کے خوف زدہ سے چہرے کو دیکھنے لگی۔
''اسے نہیں میں تجھے لینے آئی ہوں کوٹھے پر بٹھانے کے لیے، چل میرے ساتھ۔'' نینا آگے بڑھی تو وہ خوف زدہ سی دیوار کے ساتھ لگتے نفی میں سر ہلانے لگی۔
''میری خوشیوں پر ڈاکہ ڈالتی ہے۔ ذلیل، تجھے تو ابھی لے جا کر کوٹھے پر بٹھاؤں گی چل میرے ساتھ۔'' دائیں بائیں تھپڑ لگاتے وہ اسے زبردستی لے جانے لگی۔ دلاور فوراً سامنے آ گیا۔
''مون صاحب! کے حکم کے بغیر میڈم کہیں نہیں جا سکتیں۔''
''میں مون! کے حکم سے ہی اسے کوٹھے پر لے جا رہی ہوں۔''
''پر یہ کیسے ممکن ہے۔'' دلاور حیران ہوا۔ ایشال اپنا ہاتھ چھڑاتے رو دی۔
''نہیں، نہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔ یہ جھوٹ ہے۔ مون ایسا نہیں کر سکتا۔'' ایشال

سے سنا نہیں گیا۔ برداشت نہ ہوا تو بول پڑی نینا نے بے حد حیرانگی سے مڑ کر روتی ہوئی ایشال کو کھا جانے والی نگاہوں سے گھورا تھا۔

''اوہ تو اتنا بڑا راز ہم سے چھپایا گیا۔ تو، تو بول سکتی ہے۔ کمینی، ذلیل دھوکا دے رہی تھی ہمیں، چل میرے ساتھ خبردار جو انکار کیا تو زبان کھینچ لوں گی میں تیری۔'' نینا اسے زبردستی لے جانے لگی۔ دلاور موبائل پر مون کا نمبر ملانے لگا۔ ایشال کو گھسیٹتی نینا رک گئی۔ نیچے فائر کی آواز آئی تھی۔ نینا رک کر کھڑکی سے نیچے دیکھنے لگی۔ جہاں سب سر جھکائے کھڑے تھے اور ڈرائیور (جو نور بائی کا پرانا وفادار ملازم تھا) کی لاش گاڑی کے دروازے سے باہر لٹک رہی تھی۔ مون خود دوڑتا ہوا اوپر آیا تھا۔ پہلے اس نے روتی ہوئی ایشال کو دیکھا جو اپنی کلائی نینا کے ہاتھ سے چھڑاتے مون کی طرف آنا چاہ رہی تھی مگر نینا کی مضبوط گرفت نے اسے روکے رکھا تھا۔ مون نے لال انگارہ آنکھوں سے سامنے کھڑی نینا کو گھورا۔

''اسے چھوڑ دے نینا! ورنہ تجھ پر گولی چلاتے مجھے کوئی دکھ و رنج نہ ہوگا۔'' مون نے یکدم پستول نینا پر تان لیا۔ وہ تنتناتی ہوئی مون کو دیکھنے لگی۔

''بس چپ کر جا مون! بہت کر لی تو نے اپنی، یہ ماں کا حکم ہے اور......''

''شالی! کا ہاتھ چھوڑ دے نینا اور شرافت سے چلی جا یہاں سے ورنہ......''

''نہیں...... نہیں...... مون پلیز گولی مت چلانا۔ نینا پلیز خدا کے لیے مجھے چھوڑ......''

''اے تو چپ کر، گونگی کہیں کی۔ ہونہہ دیکھ مون سامنے سے ہٹ جا۔''

''میں کہتا ہوں کہ شالی کا ہاتھ چھوڑ دے نینا ورنہ میں......'' مون زور سے دھاڑا نینا نے اکڑتے ہوئے شالی کے ہاتھ پر اپنی گرفت مضبوط کر لی۔

''مجھے اسے لے جانے دے مون! ورنہ اگر ماں خود آ کر اسے لے گئی تو تو کچھ نہ کر سکے گا۔''

''کیوں، مجھے بے غیرت سمجھ رکھا ہے۔ رکھیل نہیں رکھی ہے میں نے کوئی، بیوی ہے یہ میری، بیوی جو بھی اسے ہاتھ لگائے گا میں اسے بھون کر رکھ دوں گا۔ چاہے وہ تم ہو، تمہاری ماں ہو یا کوئی اور......'' مون غرایا، نینا بھی جواباً چیخی اپنی توہین پر۔

''بس، بس زیادہ فکر نہ کر، ہٹ جا سامنے سے، دیکھ لے نیچے ماں نے سب کو

بھیجا ہے۔ اس کو لانے کے لیے آج ماں اسے کوٹھے پر بٹھا کر اس کی بولی......"

"تو اس کے لیے ہمیں بھول رہا ہے۔ اس کے لیے جو پولیس والوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ ہمیں مار دے گا اس کے لیے۔ ہمیں جن کے ساتھ تو بچپن سے رہتا آ رہا ہے۔ ٹھیک ہے مار، دیکھتی ہوں میں کتنی ہمت ہے تجھ میں، سن لے کان کھول کر میں اسے لے کر جا رہی ہوں۔ تو نے مارنا ہے تو بے شک مار ڈال، چل کمینی تو میرے ساتھ۔"

"نینا نے ایشال کو گھسیٹا جو صوفے کی پشت کو سختی سے پکڑے کپکپا رہی تھی۔ جھٹکا لگتے ہی وہ لڑکھڑاتی ہوئی نیچے گری اور پھر تکلیف ہونے پر وہ پیٹ پکڑے کراہی لیکن نینا پرواہ کیے بغیر اسے گھسیٹنے لگی اور اسی پل مون نے دانت رگڑتے گولی چلا دی۔ ایشال کی کلائی نینا کے ہاتھوں سے چھوٹ چکی تھی۔ نینا کو یقین تھا کہ مون گولی نہیں چلائے گا مگر وہ بے یقینی سے مون کو دیکھتی فرش پر گرتے ہی ڈھیر ہو گئی۔ شالی خوف زدہ سی مون کے گلے جا لگی اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"لے جاؤ اسے اور کہہ دینا نور بائی سے کہ آئندہ کبھی اس طرح کی حرکت دوبارہ نہ کرے ورنہ اس کی لاش بھی اسی طرح پڑی ملے گی۔" وہ روتی ہوئی ایشال کو لے کر کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

☆......☆

"مون زبیری! جتنا ان مشکلات سے بھاگنا چاہ رہا تھا اتنی ہی مشکلات کا اسے بار بار سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ نینا نے اس سے جھوٹ بولا کہ ماں ایشال کو کوٹھے پر بٹھانا چاہتی ہے اور وہ ہی اسے وہاں بلا رہی ہے۔ حالانکہ ایسا کچھ بھی نہ تھا۔ نینا خود ایشال کو لے جا کر بیچنا چاہتی تھی اور نام ماں کا لیا۔ مون نے نینا کو مار ڈالا اور نور بائی سے دشمنی کر بیٹھا۔ نور بائی ہر بات کے لیے اسے معاف کرتی رہیں مگر اپنی سگی اولاد کا خون کبھی نہ معاف کرتی۔ نینا کے جھوٹ اور نفرت نے مزید مصیبتیں مون کے راستے میں کھڑی کر دیں۔

آتا ہے داغ حسرت دل کا مجھے شمار
مجھ سے میرے گناہ کا حساب اے خدا نہ مانگ

☆......☆

"انسپکٹر عمران! میں اپنے تمام جرائم قبول کرنے کے لئے تیار ہوں۔ ہمارے

گینگ میں کچھ پولیس والے اور بیوروکریٹ بھی شامل ہیں اور سب سے بڑھ کر سرمحل، جہاں سے اس گینگ نے جنم لیا۔ ان تمام کی تصویریں اور پرسنل فائلز آپ کی ٹیبل پر آپ کے سامنے موجود ہیں۔ اپنے بارے میں صرف یہی کہوں گا کہ مجھے بچپن سے جو کچھ نور بائی نے سکھایا، بتایا، سمجھایا میں نے وہی اپنایا لیکن اب شالی کی محبت اور ساتھ نے مجھے اتنا تبدیل کر دیا ہے کہ میں چاہ کر بھی سرکار نہیں بننا چاہتا اور یہ سب میرے گینگ والوں کو سخت برا لگتا ہے۔ اسی لیے تمہاری مدد کا سخت اور مجبور طلب گار ہوں۔ مجھے خود ان سے ڈر نہیں لگتا ڈر لگتا ہے تو اس بات سے کہ کہیں وہ ایشال کو نقصان نہ پہنچا دیں۔ مجھے ایشال سے اور اپنے بچے سے بے پناہ پیار ہے۔ صرف انہی کی خاطر میں یہ رسک لینے پر تیار ہوا ہوں اور میں ایشال کو بطور امانت تمہارے پاس بھجوا رہا ہوں۔ ان کی حفاظت کرنا۔ امید ہے کہ تم میری مدد ضرور کرو گے۔ بلکہ یہ امید تو مجھے ایشال نے تمہاری طرف سے دلوائی ہے۔ خیر میں عدالت اور تمام عوام کے سامنے پیش ہونے کے لئے بھی تیار ہوں لیکن اس سے پہلے تم سرمحل کے ان تمام خفیہ راستوں پر چھاپہ مار کر وہاں سے اسلحہ، چرس اور بھاری مقدار میں شراب کو برآمد کر کے سب کو گرفتار کرلو۔ میں تمہارے فون کا انتظار کروں گا۔ میری جان، میری محبت کا خیال رکھنا۔ اگر ملن نصیب ہوا تو آ کر اپنی امانت لے جاؤں گا ورنہ......''

فقط

تمہارا مخلص

مون زبیری عرف سرکار

کوڈ تھری نے میسج کب پہنچایا؟ کیا الفاظ تھے؟ کیا تحریر تھی؟ اسے کچھ خبر نہ ہو سکی۔ اس نے بس افسردگی سے سر کو کرسی کی بیک سے ٹکا کر تھکن سے چور آنکھیں موندھ لیں۔

تو نے اس کی آنکھوں کو غور سے پڑھا تھا قاصد
کچھ تو کہہ رہا ہو گا اس کی نظر کا سناٹا

☆......☆

''نور بائی! یہ غم بہت بڑا اور یہ زخم بہت گہرا ہے اور ہم سب کو اس کا بے حد افسوس ہے۔''

جانے کس کی نظر لگ گئی اس گلشن کو
اپنے ہی دشمن بنتے جا رہے ہیں

''اب کرنا کیا ہے کچھ سوچا بھی ہے کہ نہیں۔'' نوربائی نے دکھ سے بہتے آنسو سختی سے رگڑ ڈالے۔ سر اٹھا کر انہیں دیکھا جو غیر تھے مگر اب تک ساتھ دے رہے تھے اور وہ اپنا وہ کیسے ان کی خوشیاں اجاڑ کر زخم پر زخم دے کر وہاں اپنی خوشیاں منانے چلا تھا۔ نمدیدہ نظروں سے نوربائی نے خالی خالی سرمحل کی ویران ہوتی دیواریں دیکھیں، ہر شے انہیں اپنی طرح ویران اجڑی اجڑی لگی۔ غصے کی ایک لہر نے سوچوں کا رخ بدلا اور نوربائی نے ہاتھ بڑھا کر شراب کی بوتل اٹھالی۔ سوچ بہت گہری ہوتی چلی گئی۔

☆......☆

اس نے جھک کر پائل کے بہانے آنسو صاف کیے، یہ فیصلہ تو اسی کا تھا مگر جانے کیوں وہ خوش ہو کر بھی خوش نہیں تھی۔ اندر کوئی کہہ رہا تھا۔ ''نہیں......نہیں اسے مت بھیجنا، وہ کبھی واپس نہیں آئے گا۔'' پائل کی جھنکار تیز ہوتی جا رہی تھی اس کے شور نے ہنگامہ برپا کر رکھا تھا۔ دھڑکنیں تیز اور کبھی کبھی مدھم ہوتی جاتیں۔ دل بے چین اور بے قرار سا ٹھہرا جا رہا تھا اور وہ روئے گئی۔

''میں چلا گیا تو تم کیا کرو گی؟''

''انتظار......''

''اور اگر انتظار طویل ہو گیا تو؟''

''تو پھر میں اور علی تمہارا مل کر انتظار کریں گے۔'' وہ دھیرے سے مسکرائی۔

''نہیں علی نہیں ایشاء! مجھے بیٹیاں اچھی لگتی ہیں۔'' مون نے اس کی گود میں سر رکھ کر اسے دیکھا اور سمٹ کر شرما دی۔

''جو بھی ہو اللہ کی مرضی، مگر ہو گا تو ہمارا ناں۔''

''ہاں ہمارا، ہمارے پیار کی آخری نشانی۔'' مون اداس ہو گیا۔

''کیوں کرتے ہو ایسی مایوسی والی باتیں، کیا امید نہیں ہے تمہیں کہ تم لوٹ کر واپس آؤ گے۔'' ڈھیر سارے جگنو اس کی نیلی آنکھوں میں جگمگانے لگے۔ مون نے اپنی سخت پوروں سے اس کے نازک چہرے سے آنسو پونچھے۔

''نہیں۔'' اس کے یقین پر شالی مزید رونے لگی مون اسے روتا دیکھتا رہا۔

''اگر میں کبھی لوٹ کر نہ آیا تو تم......تم انسپکٹر سے......''

''مون۔'' شالی نے اپنی نرم و نازک سی ہتھیلی مون کے لبوں پر رکھ دی۔

''ایسے مت کہو مون! مت کہو ایسے میرے دل کو اس طرح غم و دکھ کے بیچ مت چھوڑ کر جاؤ۔ اس طرح تو انتظار بھی مشکل سے کٹ سکے گا۔ میں کیا کروں گی پھر۔''

''اسی لیے تو میں تمہیں ایسے شخص کے حوالے کرنا چاہتا ہوں۔ جو تمہاری حفاظت کر سکے میرے بعد بھی۔......'' شالی نے مون کا سر اٹھایا اور خود اٹھ کر دور سکھ چین کے پیڑ کے پاس جا کھڑی ہوئی۔

''اوہو سوری بابا! اب بھی ایسے نہیں کہوں گا۔ سوری ناں، دیکھو کان بھی پکڑ لیے ہیں۔'' شالی نے مڑ کر دیکھا اور مسکرا دی۔

''اگر ایسی بات دوبارہ کی تو میں تمہیں کہیں نہیں جانے دوں گی۔''

''اچھا تو پھر چھپا لو اپنے اس دیوانے کو، کیونکہ اس دیوانے کا دل کہتا ہے کہ نہیں اب نہیں، کبھی نہیں۔'' شالی نے دوپٹہ ہٹایا۔ مون کے ساتھ لگتے ہی شالی نے چادر سے اسے ڈھک دیا۔ شالی اسے آسمان کی چاندنی ہوا کی تیزی، بادلوں کی سیاہی سے چھپا لینا چاہتی تھی۔ پائل کا شور تھم سا گیا۔ ستارے چھپ گئے۔ سیاہ بادلوں نے آکاش کو آ کر گھیر لیا۔ نیلی نیلی آنکھوں میں سیلاب آ گیا۔ اپنی مخروطی سفید انگلیاں مون کے سیاہ بالوں میں پھیرتے وہ ہچکیاں لیتے روئے جا رہی تھی۔ تمام آنسو مون زبیری کے بالوں میں گرتے گم ہونے لگے۔

اے تعبیریں کرنے والو، ہستی مانا خواب سہی
اس کی رات میں جاگو تو یہ خواب پریشاں دیکھو تو
آج ستارے گم صم ہیں کیوں، چاند ہے کیوں سودائی سا
آئینے سے بات کرو، اس بھید کا [illegible] دیکھو تو
جو بھی علاج درد کرو، میں حاضر ہوں منظور مجھے
لیکن اک شب امجد جی وہ چہرہ تاباں دیکھو تو

☆......☆

''اس کی ڈیلیوری میں بھی بس تھوڑا ہی عرصہ باقی تھا۔صرف دو مہینے بعد وہ ایک وجود کو جنم دینے والی تھی۔ ایسا وجود جو ایشال مصطفیٰ اور مون زبیری کی جان تھا۔ وہ اس حالت میں مون سے علیحدہ نہیں ہونا چاہتی تھی مگر پھر روشن صبح کی امید اس کی ڈھارس باندھتی تو وہ پھر سے پرعزم ہو جاتی۔ خود مون بھی چپ چپ سا گھبرایا ہوا تھا۔عمران کے پاس پہنچ کر شالی نے مون کے دونوں ہاتھ پکڑے ان پر بوسہ دیا تھا۔آنسو یکدم چھلک پڑے۔

''میں تمہارا انتظار کروں گی مون! آخری دم تک۔''

''میں بھی، لوٹ کر ضرور آؤں گا شالی!'' مون نے اس کے ہاتھ ساتھ لگا لیے۔

''اے شالی! پلیز اس طرح مت روؤ، اگر تم اس طرح کرو گی تو پھر میرا کیا ہوگا۔ تمہاری ان نیلی آنکھوں میں موتی اچھے نہیں لگتے۔ بس اب مسکرا دو۔ مسکراؤ نا جانِ من!'' مون نے ہاتھ سے گدگدی کی تو وہ شرما کر ہنس دی۔ عمران دور سے دونوں کو دیکھتا رہا۔

''ہاں یہ ہوئی ناں بات۔'' مون اسے ہنستا ہوا چپ سا ہو کر دیکھنے لگا اور پھر کافی دیر کھڑا دیکھتا رہا۔ جیسے ایک ایک نقش ازبر کر رہا ہو اور وہ بے بس و مجبور سی کھڑی مون زبیری کی نمدیدہ آنکھوں میں دیکھتی رہی۔ جہاں کچھ کھونے اور تنہا رہ جانے کا احساس ہلکورے لے رہا تھا۔عمران چمکیلی اور دلاور کی پرواہ کیے بغیر وہ مون کے ساتھ لگی زور زور سے رونے لگی۔ کافی دیر بعد چمکیلی نے ہی اسے زبردستی پیچھے کیا اور لا کر عمران کی گاڑی میں بٹھا دیا۔ مون اور دلاور واپس مڑ گئے جب کہ چمکیلی، ایشال اور عمران گھر کی طرف آ گئے۔ وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے روئے گئی۔ اسے یہ خوف رلائے جا رہا تھا کہ اب وہ کبھی مون کو نہ دیکھ پائے گی۔ اسے تنہا رہ جانے کا دکھ کچوکے لگا رہا تھا۔ پائیل کا دکھ اسے رلائے جا رہا تھا۔ روتے ہوئے وہ بار بار عمران سے (مون کی طرف سے) معافیاں مانگتی ہاتھ جوڑتی اس کی مدد کے لیے کہہ رہی تھی۔عمران یونہی خاموش سا اس کے جذبات محسوس کرتا رہا۔

خواب جل جائیں میری چشمِ تمنا بجھ جائے
بس ہتھیلی سے اڑے رنگِ حنا آہستہ
زخم ہی کھولنے آئی ہے تو عجلت کیسی
چھو میرے جسم کو اے بادِ صبا آہستہ

جانتی ہوں کہ بچھڑنا تیری مجبوری ہے
پر میری جان ملے مجھ کو سزا آہستہ

☆......☆

''میری آزادی کے دن بہت کم رہ گئے ہیں۔ آج کل یا پرسوں جانے کب انسپکٹر عمران مجھے بلا لے۔ ایشال کے لاکھ یقین کرانے پر بھی جانے کیوں میرا دل یقین نہیں کرتا کہ خدا نے مجھے معاف کر دیا ہے۔ کیا اتنا ظلم وستم ڈھانے کے بعد وہ مجھے معاف کر سکتا ہے؟ تبھی سوچتا ہوں کہ مجھے سزا ضرور ملنی چاہیے لیکن پھر سوچتا ہوں کہ میرے بعد وہ کیا کرے گی! جس سے میں نے وعدہ کیا ہے قسم کھا کر اس کی کہ میں لوٹ کر ضرور آؤں گا۔ کیا وہ میرے بغیر اب رہ لے گی؟ کیا اس کی پائل میں پہلے جیسی چھن چھن بج سکے گی؟ کیا اس کے لب پھر کبھی مسکرا سکیں گے؟ کیا اس کی نیلی نیلی آنکھیں پھر شرما کر جھک سکیں گی؟ وہ تو مر جائے گی۔ میرے بغیر اور میں کیا جی پاؤں گا اس کے بناء......نہیں نہیں یہ ناممکن ہے، خدا تو نے یہ دل کیوں بنایا، کیوں پھر اس گھر میں کسی کا پیار ڈالا کیوں اتنا بے بس کر دیا ہے تو نے مجھے! یا شاید تو مجھے میرے گناہوں کی سزا دینا چاہتا ہے۔ اوہ گاڈ!'' وہ بری طرح رو دیا۔ آج وہ نہیں تھی کہ اسے اپنی بانہوں میں بھر لیتی۔ اس کے آنسو صاف کر لیتی اسے بہلاتی، پیار کرتی، وہ گھٹنوں کے بل جھکا دیر تک سسکیاں لیتا رہا تھا۔ بالکل تنہا اکیلا۔

''تجھے کھو کے سوچتا ہوں میرے دامن طلب میں
کوئی خواب ہے تو کیوں ہے کوئی آس ہے تو کیوں ہے
میں اجڑ کے بھی ہوں تیرا تو بچھڑ کے بھی میرا
یہ یقین ہے تو کیوں ہے یہ قیاس ہے تو کیوں

☆......☆

کافی دن گزر گئے۔ عمران باقی سب کے ساتھ مل کر فائلیں تیار کرواتا رہا۔ اسی کے کہنے پر مون اور دلاور کہیں اور چھپے ہوئے تھے۔ جب کہ شالی گھر میں چمکیلی کے ساتھ بیٹھی مون کی ہی باتیں کرتی رہتی۔

''اتنے دن ہو گئے ہیں چمکیلی! مون نے فون تک نہیں کیا مجھے۔''

'اوہو...... ذرا اسے عادت پڑنے دے۔ بعد میں کیا کرو گے دونوں۔''

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایتُ اللّٰہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللّٰہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیمُ الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماےراحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی،

جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

''چمکیلی! عمران کیا کہتا ہے۔ کتنے سال کی سزا ہو گی مون کو۔''

''ویسے تو 35 سال کی تھی مگر......'' ایشال نے آنکھیں اور منہ کھول کر چمکیلی کو دیکھا۔ ہاتھ یکدم پیٹ پر جا لگا، دل دکھ سے بھر گیا۔

''35 سال اوہ میرے خدا اتنے سال بعد تو......''

''ارے......نہیں، خود جرم قبول کرنے اور گرفتاری دینے پر کم ہو جائے گی۔ اس کی سزا، شاید 20 یا 15 سال۔'' چمکیلی نے اسے تسلی دی مگر اس کا دل عجیب سی کیفیت سے گزر رہا تھا۔ کافی دیر رونے کے بعد وہ مسکرا دی۔

''جتنے بھی سال ہوں، پر وہ آئے تو سہی لوٹ کر۔'' ایک اداس سی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے اس نے مون کو سوچتے آنکھیں بند کر لیں۔

☆......☆

مون۔'' وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔ پیٹ میں یکدم درد اٹھا تھا۔ اتنا ڈراؤنا خواب دیکھا تھا کہ درد سے عاری ہو کر وہ ساکت بیٹھی رہی۔

''نہیں مون کو کچھ نہیں ہو گا۔ وہ مجھے اس طرح اکیلے چھوڑ کر نہیں جا سکتا، مون......مون......'' وہ چیختی ہوئی اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھی۔

چمکیلی کی آنکھ بھی کھل گئی اس سے پہلے کہ چمکیلی اسے روکتی وہ بیڈ سے اترتے فرش پر پیٹ کے بل جا گری۔ درد کی لہر سارے بدن میں سرائیت کر گئی۔ سارے گھر میں اس کی چیخیں ابھر رہی تھیں۔ تمام نوکر بھی جمع ہو گئے۔ وہ پیٹ پکڑے کراہ رہی تھی۔ چمکیلی نے فوراً مون اور عمران کا نمبر ملایا تھا۔ عمران بھاگا ہوا چلا آیا جب کہ مون کو منع کیا کیونکہ جب تک عمران اسے منظر عام پر نہیں لاتا اس کا گھر سے نکلنا کسی خطرے سے کم نہ تھا۔ مون نے چمکیلی کا نمبر ملایا جواباً وہ کسی ہسپتال سے روتے ہوئے بول رہی تھی۔ ایشال کی صحت خطرے میں تھی، کیس یکدم سیریس ہو گیا تھا۔ فون رکھ کر وہ سر پکڑے پریشان بیٹھا تھا۔

''اگر آپ جانا چاہتے ہیں تو چھپ کر چلے جائیں۔ میں خیال رکھوں گا یہاں پر۔'' مون نے بال بھینچتے شرٹ کے بٹن کھولے سگریٹ سلگاتے وہ صرف ایشال کو سوچ رہا تھا۔ اس کا بس نہ چل رہا تھا کہ اڑ کر پہنچ جائے۔ کافی دیر بعد نمبر ملایا تو کسی نے اٹینڈ ہی نہ کیا تب وہ شال اوڑھے باہر کے لیے تیار تھا۔ ان کے لیے باہر کافی خطرہ تھا۔ اس گھر میں

بھی عمران نے انہیں رکھوایا تھا۔ کیونکہ یہ محفوظ جگہ تھی جب تک کہ دشمن کی نظر یہاں پر نہ پڑتی۔ پچھلی کھڑکی سے کودتے مون نے چہرے پر شال کرلی۔ سڑک تک پہنچ کر اس نے ٹیکسی رکوائی تھی۔ اس بات سے بے خبر کہ ٹیکسی چلانے والا نور بائی کا بندہ تھا۔ وہ مطمئن سا ہسپتال میں گیا تھا کہ "شکر ہے کسی نے دیکھا نہیں۔"

☆......☆

"اے پاگل...... بھلا ایسے بھی کوئی کرتا ہے، ہوں۔" مون نے جھک کر اس کا ماتھا چوما۔ آہستگی سے آنکھیں بند کرتے اس نے مڑ کر دائیں طرف دیکھا اور پھر گھبرا کر مون کو۔

"ہمارا بچہ، مون کیا وہ......" مون مسکرا دیا۔

"تم نے تو کوئی کسر نہ چھوڑی تھی مگر شکر ہے بہت پیاری بیٹی ہے ہماری، بالکل تمہاری جیسی ناک ہے اس کی، باقی میری طرح ہے۔" مون ہنسا تو وہ بھی مسکرا دی۔ چمکیلی چھوٹی سی بچی کو تولیے میں لپیٹے جھلاتے آرہی تھی۔ بچی کو پیار کر کے مون نے ساتھ لگاتے، ایشال کے پہلو میں رکھ دی اور جھک کر اسے بھی پیار کیا جو بے حد تھکی تھکی اور کمزور سی لگ رہی تھی۔

"شکر ہے تم آگئے۔ میں نے بہت برا سپنا دیکھا تھا مون، بہت برا۔"

"ہوں اوں، کچھ نہیں ہوگا مجھے۔ بس تم اپنا خیال رکھا کرو اب میری اس ننھی جان کا بھی خیال رکھنا۔" عمران اندر آیا تو اسے گھورنے لگا۔

"تم سے ذرا صبر نہیں ہوا مون! میں نے منع کیا تھا تمہیں یوں تمہارا باہر نکلنا اچھا نہیں ہے مون، تھوڑا سا کام باقی ہے پھر تم بھلے وہاں نہ رہنا مگر ابھی پلیز فوراً واپس جاؤ۔ کافی رات بلکہ صبح تو ہونے والی ہے پلیز۔" عمران کے التجا آمیز رویئے پر مون اس کے ہاتھ تھام کر چومتا۔ عیشاء کو پیار کرتے شال کندھے پر ڈالتا باہر نکل آیا۔ عمران نے آدھے راستے اسے چھوڑا۔ باقی راستہ اس نے پیدل طے کیا اور گھر پہنچ گیا۔

☆......☆

"کتنی پیاری ہے ناں عیشاء بالکل مون پر گئی ہے۔ میری جان۔"

ایشال چٹ چٹ پیار کرتے زور زور سے ہنس دی۔ عمران نے ذرا سی نظر اٹھا کر

اسے دیکھا تھا۔نظروں کی تپش پر وہ مڑ کر عمران کو دیکھتی خاموش سی ہو گئی۔

''تمہاری بی جان شادی کے لیے زور دے رہی ہیں تو پھر کیوں انکار کرتے ہو انہیں، شادی کر لو اب، عمر گزر گئی تو......''

''تو خیر ہے کوئی بات نہیں۔ میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔''

''مگر کسی دوست اور ساتھی کی ہر انسان کو زندگی میں ضرورت پڑتی ہے۔ اکیلا تو کوئی کبھی نہیں رہ سکتا عمران، پھر تم کیسے......''

''اوہو...... چھوڑو اس فضول ٹاپک کو، اسے مجھے دو ذرا۔'' عیشاء کو لیے اس سے کھیلتے عمران باہر چلا گیا۔تو وہ عیشاء کی چیزیں سمیٹتے مسکرا دی۔

☆......☆

''تم!'' مون نے آنکھیں کھول کر سامنے کھڑے شاہد کو دیکھا۔ اتنی دیر میں دلاور بھی اٹھ کر باہر آ گیا تھا۔ جانے وہ کس طرح یہاں تک پہنچا تھا۔

''ارے سرکا! اتنے حیران کیوں ہو رہے ہو۔ بھول گئے کیا ہم کو۔'' انسپکٹر شاہد ہنسا تھا۔ رات کے اس پہر شاہد کا وہاں ہونا کسی خطرے سے کم نہ تھا۔

''یا پھر لاک اپ کا خیال آ گیا تمہارے ذہن میں۔ وردی تو تمہاری وجہ سے چھن چکی ہے۔ شاید جیل میں بھی چکی پیسنا پڑے مگر ایک ضروری کام تھا اس لیے آ گیا تمہارے پاس۔'' شاہد ہنسا تو مون نے منہ پھیر لیا۔ وہ کچھ اور سمجھتا کھلے دروازے سے نور بائی اس کے ساتھی، مراد ربانی اور کچھ اور بیوروکریٹ بھی اندر آ گئے۔ دروازہ بند کرتے شاہد مکر وہ ہنسی ہنس دیا۔ مون نے ابرو اچکا کر سب کو دیکھا دل میں خود کو کوسا کہ کیوں ہسپتال گیا اور ان سب کو یہاں کے راستہ کا پتہ چلا حیرانگی سے وہ سب کو دیکھتا رہا۔

''مجھے تم لوگوں سے کسی قسم کی کوئی بات نہیں کرنی ہے اس لیے......''

''ارے سن تو لے اچھا چھوڑ سننے سنانے کا وقت نہیں بس ذرا......''

''مجھے تجھ جیسے کتے اور ان جنگلی حیوانوں سے بات نہیں کرنی ہے۔ چل نکل اب یہاں سے ورنہ......'' مون نے چٹکی بجا کر باہر کا راستہ دکھایا۔

''ورنہ...... ورنہ کیا مون صاحب!''

''ورنہ میں فون کرنے لگا ہوں انسپکٹر عمران کو۔'' دلاور ان سب کو دیکھ کر گھبرا گیا

تھا۔ ہاتھ پیچھے کیے وہ اپنے موبائل سے عمران کا نمبر پنچ کرنے لگا۔ مون نے کہا کر جیسے موبائل جیب سے نکالا شاہد نے فوراً دلاور کا نشانہ لے کر فائر کر ڈالا اور دلاور تڑپتا ہوا زمین پر گر پڑا۔ دوسری طرف عمران موبائل اٹھا نہیں رہا تھا۔ دلاور نے آخری سانسیں لیتے ری کال کا بٹن دبا دیا۔ مون کے سب سے وفادار ساتھی کو مار کر شاہد ہنس پڑا۔ مون نے دانت پیستے غرا کر گالی دی۔

''کمینے'' کتے، حرام زادے میں تجھے نہیں......

''بس...... بس ...... زیادہ غصہ نہیں۔ ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو گولی چلا دوں گی میں۔'' نور بائی کے کہنے پر مون وہیں قدم بڑھاتے رک گیا اور مڑ کر اپنے پیچھے کھڑی خالہ جانی کو دیکھا۔ دوسری طرف عمران موبائل آن کیے ہیلو، ہیلو کیے جا رہا تھا۔ نور بائی کی آواز سنتے ہی وہ اپنی چیئر سے اچھلا اور سب کو خبر کرتے تیزی سے گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

''لڑکی کے پیچھے ہمیں چھوڑنے لگا ہے تو، دھوکا دیا ہمیں، پہلے ثاقب گیا، آہ پھر نینا چلی گئی، صرف اس کی وجہ سے تو کیا سمجھتا ہے ہمیں چھوڑنا آسان ہے، نہیں بچے نہیں۔'' نور بائی نے لمحہ لگائے بغیر گولی چلا دی۔ ٹانگ پکڑے وہ زمین پر گر سا گیا۔ شاہد نے آگے بڑھ کر اس کا موبائل اور پستول چھین لیا۔ گولی لگتے ہی سب قہقہہ لگانے لگے۔ زمین پر گرے وہ کھلی چھت سے آسمان تکنے لگا۔ اس پل اس کے دل سے ایک ہی دعا نکلی تھی۔

''میری جان کا خیال رکھنا میرے مالک۔''

''ارے...... ارے دیکھو تو اس مجنوں کو پولیس کے حوالے کرے گا ہمیں۔ ہماری مخبری کرے گا یہ کتا حرامی...... ہمارے خلاف گواہی دینے چلا تھا۔ بڑا آیا گواہی دینے والا۔'' ایشال کا تصور آتے ہی اس کی آنکھیں بھر گئیں۔

''سوری جان مون! تمہاری قسم پوری نہ کر سکا میں۔''

''ارے او مجنوں! تو بس اب عشق کر عشق، اور کچھ تیرے بس کا روگ نہیں۔ ارے دیکھو دیکھو اس عاشق نمبر 101 کو۔ ہاہ، آ...... ہاہ عشق کرنے چلا ہے عشق ہونہہ سالہ حرامی۔'' شاہد نے دوسری اور پھر تیسری گولی چلا دی۔ دونوں ٹانگیں اور بازو پر گولیاں لگتے

ہی تکلیف سے وہ کراہنے لگا۔ اٹھنے کی کوشش کی تو گر سا گیا۔ دوسری طرف عمران فل اسپیڈ میں گاڑی چلاتا چیخنے چلانے لگا تھا۔ زمین پر پڑے اس کی لبالب بھری نگاہوں میں ایشال مصطفیٰ کا معصوم چہرہ آ گیا۔ پائیل چھنکاتی زور زور سے ہنستی وہ کہتی جا رہی تھی۔

''آئی لو یو، آئی لو یو مون! مون......مون۔'' اس نے تکلیف سے آنکھیں بند کر لیں۔ نیلی نیلی آنکھیں جھکائے شرمائے شرمائے وہ جھک کر بیٹھتی اس کے لب چھو رہی تھی اور پھر ماتھا۔

''ٹھا.... '' کی آواز کے ساتھ دوسرا بازو بھی خون میں ڈوبنے لگا۔ نور بائی نے جھک کر اس کا ماتھا چوما اور غور سے اس کی آنکھیں دیکھیں۔ ان کی آنکھیں مون کو اس حالت میں دیکھ کر بھر آئیں۔ مجبور تھیں اور بے بس و لاچار بھی۔

''کاش بچے! تو ایسا نہ کرتا۔ کبھی نہ کرتا۔ نہ مجبور کرتا مجھے۔ کاش کاش۔'' آنکھیں بند کرتے انہوں نے دل پر پستول رکھ کر گولی چلا دی۔ خود فوراً اٹھ کر باہر گاڑی میں جا بیٹھیں۔ دل پر ہاتھ رکھے وہ روتی چلی گئیں۔

''آہ.... یا آ.... شالی....'' اٹکی اٹکی سانسوں سے اس نے اپنی جان کو پکارا تھا۔ آنکھیں کھولیں تو سب کو اپنے اوپر کھڑے پایا۔ سب کے لبوں پر بڑی مطمئن مسکراہٹ رینگ رہی تھی اور پھر ٹھاہ.... ٹھاہ.... کے ساتھ سب کی گولیاں مون زبیری کے چوڑے سینے میں دھنستی چلی گئی تھیں۔ زمین پر ساکت پڑے آخری بار اس نے پکارا تھا دل سے۔

''شش.... شاآ.... آ.... آل.... ای.... ع.... ش....'' کھلی آنکھیں پھیلے ہوئے نیلے آکاش پر بکھرے ستاروں پر ٹھہری گئیں۔

☆....☆

''مون.... مون.... مون!'' دل پر ہاتھ رکھے وہ اٹھ بیٹھی۔

عیشاء پرسکون سی سو رہی تھی۔ ساتھ ہی چمکیلی بھی بے ہوش سی پڑی تھی۔ کھڑکی کے پاس جا کر کھڑے ہوئے وہ آسمان دیکھنے لگی۔ دل بے ترتیب سا ہو رہا تھا۔ دھڑکنیں تھیں کہ ہنگامہ، شور برپا کیے ہوئے پائیل اداس اور نیلی آنکھوں میں جیسے سمندر اداس سا تھا۔ وہ رو دی۔

''اللہ کرے وہ خیریت سے ہو۔ کاش میں تمہیں اس پل دیکھ سکتی مون! میرا دل گھبرا رہا ہے۔ آنکھیں رو رہی ہیں۔ پائل کی طرف پیار کا پیغام بجھوا کر خود بستر پر آ کر لیٹے چھت کو گھورنے لگی۔ دل میں دعائیں تھیں مون زبیری کے لیے ڈھیر ساری دعائیں۔

کس مقتل سے گزرا ہوگا
اتنا سہا سہا چاند
اتنے گھنے بادلوں کے پیچھے
کتنا تنہا ہوگا چاند
ہاتھ ہلا کر رخصت ہوگا
اس کی صورت ہجر کا چاند
صحرا صحرا بھٹک رہا ہے
اپنے عشق میں سچا چاند
رات کے شاید ایک بجے ہیں
سوتا ہوگا میرا چاند

☆......☆

وہاں چھاپے کے بعد نور بائی نے زخمی ہو کر بھاگنے کی لاکھ کوشش کی مگر انسپکٹر عمران نے اسے موقع ہی نہ دیا۔ زخموں کی تاب نہ لا کر وہ وہیں چل بسی۔ باقی تمام افراد کو رنگے ہاتھوں پکڑ لیا۔ تمام بڑے افسران، بیوروکریٹ اور انسپکٹرز بے نقاب ہو کر سب کے سامنے آ چکے ہیں۔ لوگ ان کے خلاف سخت احتجاج اور پہیہ جام ہڑتالیں کر رہے ہیں اور ان کے لیے سزائے موت سزائے کے نعرے لگا جا رہے ہیں۔

اس نے آگے بڑھ کر ٹی وی بند کر دیا۔ ورنہ شاید اسے اپنے دیوانے عاشق کے بارے میں بھی پتہ چل جاتا۔ وہ رو دی کیونکہ اس نے کتنے فون کیے مگر مون سے بات نہ ہو سکی۔

پہلے روز خط لکھا کرتے تھے
دوسرے تیسرے دن تم فون بھی کر لیتے تھے

اور اب یہ کہ تمہاری خبریں
صرف اخبار سے مل پاتی ہیں

''مون کیسا ہے؟ کہاں رکھا ہے اسے۔'' ایشال کے بار بار پوچھنے کے بعد عمران چپ سا ہو گیا۔ اسے یکدم شک سا ہوا وہ مزید رو دی۔

''کوڈ 3 نے ہمارا بڑا ساتھ دیا۔ آئی مین چمکیلی نے!'' وہ حیرت زدہ سی منہ کھولے مڑ کر چمکیلی کو دیکھنے لگی۔ یہ تو اسے چمکیلی نے بتایا تھا کہ نور بائی نے اس پر بے تحاشہ ظلم کیے ہیں مگر وہ اس طرح کر سکتی تھی یہ اس نے سوچا تک نہ تھا۔ وہ چمکیلی کی بہادری پر حیران ہوتی اس کے پاس گئی۔

''تم نے...... چمکیلی تم تھیں کوڈ 3۔''

''ہاں یہی تھی کوڈ 3، جو فون پر ہمیں مختلف انفارمیشن دے کر ہمارا ساتھ دیتی رہی۔ آمنا سامنا تو اب ہوا ہے۔ جو لوگ اس جنگ میں ہم سے بچھڑ گئے ہیں۔ ان سب کا ہمیں بہت افسوس ہے اور تاعمر رہے گا۔ راحیلہ، نیاز، بھٹی، شمسہ اور......'' عمران کافی دیر سر جھکائے خاموش رہا۔

''اور......؟'' اس کی دھڑکنوں نے اسپیڈ پکڑ لی، پائیل نے بہت زور سے شور مچایا۔

''مم...... مجھے ابھی اسی وقت مون سے ملنا ہے۔ سنا نہیں تم نے، تم مجھے کیوں نہیں بتاتے کہ اسے قانون نے کیا سزا دی ہے یا پھر وہ...... نہیں مجھے ابھی اس سے ملنا ہے۔ میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں عمران مجھے صرف ایک بار اس سے ملوا دو۔ پھر کبھی ضد نہیں کروں گی۔ پلیز عمران پلیز! میرا دل پھٹ جائے گا۔ پھٹ جائے گا۔ عمران پلیز......'' وہ سر پکڑے رو دی۔ عمران فوراً اٹھ گیا۔ حتیٰ الامکان فیصلہ کر کے۔

''اوکے چلو پھر۔'' وہ بھاگتی ہوئی عیشاء کو اٹھائے گاڑی میں جا بیٹھی۔ اسے پتہ تھا کہ وہ سب پولیس اسٹیشن جا رہے ہیں مگر بڑے ہسپتال کے سامنے گاڑی رکتے دیکھ کر دل مزید پاتال میں گم ہونے لگا۔

''ہم...... ہم یہاں کیوں آئے ہیں عمران؟'' وہ آگے ہو کر عمران سے کچھ پوچھتی وہ اتر کر چل دیا۔ وہ بھی عیشاء چمکیلی کو دینے کے بعد اس کے پیچھے چل پڑی۔ روم کے ساتھ

دیوار سے ٹیک لگائے عمران رو دیا۔ چمکیلی عیشاء کو ساتھ لگائے آنسو بہائے گئی۔ کپکپاتے ہاتھوں سے اس نے بند دروازے کو دھکیلا اور اندر چلی گئی۔ سامنے بیڈ پر کسی کا وجود ساکت سا تھا۔ اوپر سفید چادر اور اس چادر پر جگہ جگہ سرخ خون کے بڑے بڑے دھبے دیکھ کر اس کا دل رکنے لگا۔ آہستہ آہستہ چلتے وہ خاموشی سے بیڈ کے پاس جا کر رک گئی۔ بے حد آہستگی سے کپکپاتے ہاتھوں سے اس نے چادر کا کونا سختی سے پکڑ کر کھینچا اور پھر کھلے منہ سے لمبی لمبی سانسیں، پھیلی اور بڑی آنکھوں سے حیرت کے ساتھ ساتھ جگنو بھی گالوں پر بہنے لگے۔ ماتھے کے بیچ سوراخ تھا۔ خون وہاں سے بہتا ناک سے ہوتا لبوں اور مونچھوں سے گزرتا گلے میں جاتا جم چکا تھا۔ ہونٹوں پر پپڑی جمی ہوئی تھی۔ آنکھیں چھت کی طرف کھلی ہوئی تھیں۔ دونوں بانہیں پھیلائے وہ اس پر جھک گئی، بے حد آہستہ سے اس نے پکارا۔

"مون! مون میں آئی ہوں ایشال! تمہاری شالی، مجھ سے نہیں ملو گے، میری طرف دیکھو ناں، مون......مون......مون......"

اسے ساتھ بھینچے وہ چیخ چیخ کر رونے لگی۔ اسے کافی دیر کسی نے نہیں روکا ہچکیاں لیتے اس نے مون کی کھلی آنکھوں میں جھانکا۔ جو اسے دیکھنے کے لیے اب تک کھلی تھیں۔ صرف اسے دیکھنے کی خاطر۔

"مجھے تم سے بے حساب محبت ہے شالی! تمہارے بغیر تنہا سفر کیسے کٹے گا۔ وہ بھی اتنا طویل، میرا انتظار کرو گی ناں؟ تھک تو نہیں جاؤ گی؟"

"نہیں تو جان! تھکن کیسی تمہارے آنے کی امید بھی تو ہو گی ناں۔"

"اور میں آ کر تمہیں دلہن بنا کر لے جاؤں گا ہاہاہا آہ ہا۔"

"کیوں ستاتی ہو، کیوں تنگ کرتی ہو مجھے تم، دیکھنا ایک دن اس دیوانے کی یاد میں جل جل کر تڑپ تڑپ کر مرو گی تم، چیخو گی، چلاؤ گی مگر پھر کبھی لوٹ کر نہ آؤں گا تمہارے پاس۔ کبھی نہیں۔"

"مون!"

"ہاں جانِ مون!"

"مجھے بہت ڈر لگتا ہے سب سے، اندھیرے سے، گولیوں سے، آہوں سے۔"

''میں ہوں ناں جانِ من! آؤ چھپالوں تمہیں پھر کبھی ڈر نہیں لگے۔'' اور وہ بھاگتی ہوئی اس کے سینے میں جا چھپی تھی۔ سب ظالموں کی نگاہوں سے مگر اسے اپنی بانہوں میں چھپانے والی ظالموں سے اسے نہ بچا سکی تھی۔ اس کی آنکھوں میں جھانکتے وہ پھر رونے لگی۔ ''مون...... مون...... مت جاؤ مجھے چھوڑ کر تنہا...... اٹھ جاؤ مون...... اٹھو مون...... مون...... آہ ہائے...... مون۔'' وہ اس کے سینے سے لپٹی چلانے لگی۔ چمکیلی اور عمران اندر آ کے اسے تسلیاں دینے لگے۔ عمران نے اسے پیچھے ہٹانا چاہا۔ چیختے ہوئے اس نے مڑ کر عمران کا گریبان پکڑ لیا۔ آنکھوں میں خون سانسوں میں آگ لگی تھی ایشال کے۔ عمران کا گریبان پکڑے اسے جھنجھوڑتے وہ چلائے گئی۔

''تم نے...... تم نے کہا تھا تم ہماری مدد کرو گے۔ اسے کچھ نہیں ہو گا۔ پھر کیوں عمران کیوں مار ڈالا اسے کیوں؟'' چلاتے چلاتے اس کا گلہ بیٹھ گیا تھا۔ وہ بالوں کو مٹھی سے پکڑے پھر رونے لگی۔ اس کی حالت پاگلوں سے ابتر ہونے لگی۔ وہ روتے روتے چلانے لگتی اور چلاتے چلاتے چپ ہو کر پھر رونے لگتی۔ عمران افسردہ سا آہستگی سے گویا ہوا۔

''ہم ہر طرح سے مدد کے لیے تیار تھے۔ اوپر بھی بات کر لی تھی۔ فائلز بھی کمپلیٹ ہو چکی تھیں لیکن گھر پر نظر پڑتے ہی نور بائی، شاہد اور باقی سب نے وہاں پہنچ کر موقع دیکھتے ہی بھون ڈالا اسے۔ میں جب وہاں پہنچا تو بہت دیر ہو چکی تھی۔ شالی بہت دیر، ایم سوری مون سوری شالی، پلیز خود کو سنبھالو پلیز۔'' عمران کے ساتھ کندھے پر سر ٹکائے وہ روتی چلی گئی۔ سنبھلی تو مڑ کر اس کی طرف دیکھا جو اس سے روٹھ گیا تھا۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔

''جھوٹا! جھوٹ بولتا ہے مجھ سے، قسم کھائی تھی نا میری، پھر کیوں لوٹ کر نہ آئے کیوں؟'' روتے ہوئے اپنی نیلی نگاہیں اس کے چہرے پر جھکا دیں۔

کتنے دکھ دیئے تھے تم نے مجھے، کتنا کچھ سہا میں نے، مگر پھر بھی مجھے تم سے پیار تھا۔ مون پھر بھی! میں ان دکھوں اور ظلموں کی عادی ہو گئی تھی۔ تمہاری قید میں سدا قیدی بن کر زندگی گزارنا میری اولین خواہش بن چکی تھی۔ مون جب خود میں، میرا دل تمہارا ہو گیا تو، تو تم مجھے آزاد کرنے جا رہے ہو آزاد، نہیں مون مجھے آزادی نہیں چاہیے، نہیں چاہیے۔''

کانپتے ہاتھوں سے اس نے کافی دیر بعد وہ محبوب آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند کر دیں۔ جھک کر دونوں آنکھوں پر بوسہ دیتے ماتھے کو چھوتے بالوں میں انگلیاں چلاتے گالوں پر پیار کرتے وہ روتی رہی۔

بھول کر کاندھا نہ دینا تم میرے جنازے کو
پھر کہیں زندہ نہ ہو جائیں تمہارا سہارا دیکھ کر

☆......☆

''وہ چلا گیا ہے چمکیلی! مجھے تنہا چھوڑ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔ اس نیلے گگن میں چھپ گیا ہے جا کر، کیوں چمکیلی کیوں ایسا ہوا۔ میں نے تو اسے لوگوں کی آہوں، سسکیوں سے بچانا چاہا تھا مگر......مگر......'' چمکیلی نے اسے روتے ہوئے ساتھ لگا لیا۔ چمکیلی کا دل پھٹنے لگا تھا اس کے رونے پر۔

''بس کر! مت رو، بھول جا اسے، اس کی چاہت کو، چپ کر جا بس خدا کو یہی منظور تھا۔''

''اب! اب میں کیا کروں گی چمکیلی! کہاں جاؤں گی عیشاء کو لے کر۔ میں تو اس کے بناء نہیں جی پاؤں گی۔ ایک پل بھی اس کے بناء نہیں کٹتا میرا۔ میں کیا کروں چمکیلی، کیا کروں۔ جاؤ چمکیلی اسے کہیں سے ڈھونڈ لاؤ۔ ایک بار صرف ایک بار، پھر کبھی میں اسے کچھ نہیں کہوں گی۔ کہیں نہیں جانے دوں گی اسے۔ کہیں نہیں۔ بس ایک بار اسے ڈھونڈ لاؤ۔ میں اسے دیکھنا چاہتی ہوں۔ پیار کرنا چاہتی ہوں۔ اسے، بس ایک بار...... ایک بار......'' وہ مون زبیری کی شال ہاتھ سے لپٹائے روئے گئی۔ چمکیلی نے اسے کھل کر رونے دیا اور خود اٹھ کر باہر چلی گئی جہاں عمران مایوس سا کھڑا اس کے چیخنے چلانے کی آوازیں سن رہا تھا۔ وہ شرمندہ تھا کہ اتنا کچھ کرنے کے بعد بھی دشمن اپنا کام کر گئے تھے۔ وہ دیوار سے سر ٹکا کر اس کی سسکیاں سن رہا تھا۔ وہ رونا نہیں چاہتا تھا مگر ایشا مصطفیٰ کی آہوں، ہچکیوں و کراہوں نے اسے رونے پر مجبور کر دیا۔ بیڈ پر پڑے وہ ہولے ہولے لرز رہی تھی۔ پائیل کو اٹھا کر اس نے ساتھ بھینچ لیا۔

ہجر کی بددعا نہ ہو جانا
دیکھ لینا سزا نہ ہو جانا

موڑ تو بے شمار آئیں گے
تھک نہ جانا جدا نہ ہو جانا
عشق کی انتہا نہیں ہوتی
عشق کی انتہا نہ ہو جانا
زندگی درد سے عبارت ہے
زندگی سے خفا نہ ہو جانا
اک تمہی کو خدا سے مانگا ہے
تم کہیں بے وفا نہ ہو جانا

☆......☆

''چلیں شالی! دیر ہو رہی ہے۔'' دیا جلا کر وہ سر جھکائے رو رہی تھی کہ عمران نے آ کر اسے وقت گزرنے کا احساس دلایا۔

''عیشاء بھی ملازم کو تنگ کر رہی ہو گی۔'' اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ چمکیلی درخت سے ٹیک لگائے رو رہی تھی۔ وہ اٹھ گئی تو عمران اور چمکیلی گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔ گھٹنوں کے بل جھک کر اس نے قبر پر بوسہ دیا۔ گلاب کا سرخ پھول چوم کر رکھا۔ پتیاں پھینکیں اور آہستگی سے مڑ گئی۔ قبروں کے درمیان سے آہستہ آہستہ قدم رکھ کر گزرتے وہ چلتی جا رہی تھی۔ جب اسے کچھ کمی محسوس ہوئی رک کر فوراً پاؤں کی طرف دیکھا۔ ایک پاؤں سے پائیل گم تھی۔ وہ گھبرا کر پلٹنے لگی تھی جب عمران آ گیا۔ یقیناً پائیل اپنے محبوب کے پاس رہنا چاہتی تھی وہ مسکرا دی۔

''کیا ہوا؟'' عمران کے پوچھنے پر وہ کچھ نہ بول سکی۔ عمران نے ہاتھ آگے بڑھا دیا سہارے کے لیے۔

''آؤ چلیں! کافی دیر ہو گئی ہے۔'' اس نے عمران کے ہاتھ پر آہستگی سے اپنا ہاتھ رکھ دیا اور چل دی۔ سج سج کر چلتے اس کی اکلوتی پائیل کی مدھم چھن چھن اس کے کانوں میں آ رہی تھی۔ عمران کچھ کہہ رہا تھا اس نے مسکراتے ہوئے مڑ کر پیچھے دیکھا جہاں اس کی پائیل رہ گئی تھی اور پھر وہ ہنس دی۔ عمران نے حیران ہو کر اسے ہنستے دیکھا اور پھر خود بھی اپنی بات پر مسکرا دیا۔

کہاں آ کے رکنے تھے راستے کہاں موڑ تھا اسے بھول جا

وہ جو مل گیا اسے یاد رکھ جو نہیں ملا اسے بھول جا

میں تو گم تھا تیرے ہی دھیان میں تیری آس تیرے گمان میں

صبا کہہ گئی میرے کان میں میرے ساتھ آ اسے بھول جا

تجھے چاند بن کر ملا تھا جو ترے ساحلوں پر کھلا تھا جو

وہ تھا ایک دریا وصال کا سو اتر گیا اسے بھول جا